1860

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی "اِمامت" کا

منصب اِمامت

اسلامی سلطنت کا دستور العمل

محمد اسمٰعیل شہید رح

Marfat.com

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ (انبیاء)

ذخیرہ

اُردو ترجمہ

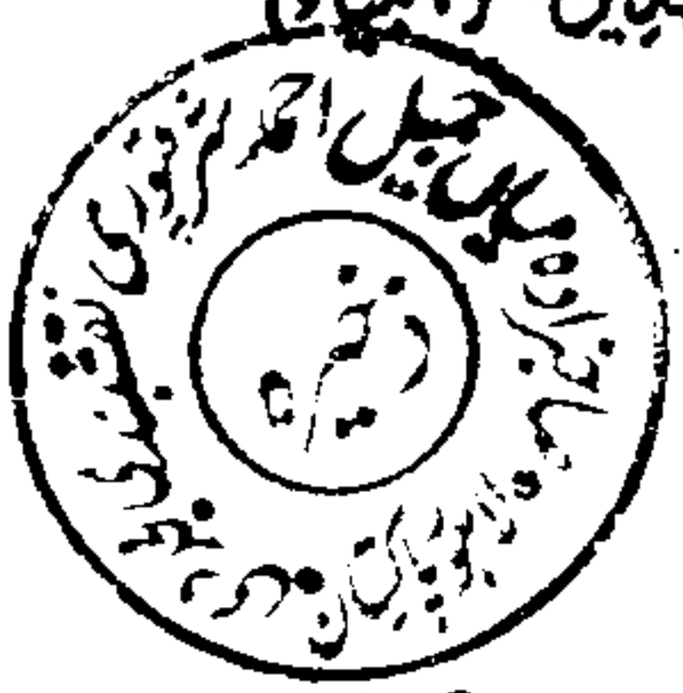

منصبِ امامت

تالیف

مُحیی السُّنّۃ، قامِعُ البِدعۃ، عالمِ نبیل، فاضلِ فقیدُ المثیل، مُحدِّث و فقیہِ بے بَدَل، عارف باللہ، عاشقِ رسول اللہ، مُجاہد فی سبیلِ اللہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ

مترجمہٗ

خادمِ علوم حکیم محمد حسین علوی، مقیم مومن پورہ، راوی روڈ لاہور

جسے

حکیم محمد احمد بن حکیم محمد حسین مترجم نے

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں ضمیر احمد خاں غوری کے اہتمام سے چھپوا کر مومن پورہ۔ راوی روڈ۔ لاہور سے شائع کیا

سنہ ۱۹۴۹ء

قیمت غیر مجلد ۱۲/عہ — مجلد قسم اول ۱۲/عا — مجلد قسم دوم ۴/عہ — تعداد طبع — ۱۵۰۰

Marfat.com

59829

پاکستان کے معمار

حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم

کے جانشینِ اوّل

اِمامِ پاکستان، قائدِ ملّت، ناظمِ اعظم

اعلیٰ حضرت الحاج خواجہ ناظم الدّین مدظلہٗ

کی خدمتِ اقدس میں

منجانب : مترجم

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	دیباچہ۔ازمولانا غلام مصطفےٰ	ج
۲	مقصد وحید۔	ھ
	باب اوّل	
۳	حقیقت امامت	۱
	فصل (۱)	
۴	ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام	۱
۵	اوّل۔وجاہت	۳
۶	دوم۔حقیقتِ ولایت	۶
۷	سوم۔حقیقت بعثت	۹
۸	چہارم۔حقیقت ہدایت	۱۱
۹	(۱) نزول برکت	۱۳
۱۰	(۲) عقدِ ہمت	۱۵
۱۱	(۳) فیضِ صحبت	۱۶
۱۲	(۴) خرقِ عادات	۲۰
۱۳	(۵) اظہار دعوت	۲۲
۱۴	(۱) حکمت	۲۳
۱۵	(۲) کلامِ موعظت	۲۵
۱۶	پنجم۔سیاست اور اسکی قسمیں	۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	(۱) سیاست مُربیانہ	۲۶
۱۸	(۲) سیاست امیرانہ	۲۹
۱۹	(۳) سیاست ایمانی	۳۰
۲۰	(۴) سیاست مدنی	۳۱
۲۱	شجرہ۔متعلق کمالات انبیاء علیہم السلام از مترجم	۳۲
	فصل (۲)	
۲۲	کمالات انبیاء کے ساتھ کمالاتِ اولیاء اللہ کی مشابہت	۳۵
۲۳	صورت اوّل۔وجاہت سے تشبیہ	۳۵
۲۴	صورت دوم۔دیگر کمالات ودرجات سے تشبیہ	۵۳
	باب دوم	
۲۵	اقسامِ امامت	۶۰
	مُقدّمہ	
۲۶	امامتِ حقیقیہ و امامتِ حکمیہ	۶۰
۲۷	صورتِ اوّل۔	۶۰
۲۸	صورتِ دوم۔	۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	فصل (۱)	
۲۹	اقسام امامتِ حقیقیہ	۶۴
۳۰	صورت اوّل۔ امامتِ خفیہ	۶۷
۳۱	صورت دوم۔ امامتِ باطنہ	۷۲
۳۲	نکتہ اوّل	۷۴
۳۳	نکتہ دوم	۷۴
۳۴	نکتہ سوم	۷۸
۳۵	صورت سوم۔ امامتِ تامہ	۷۹
۳۶	نکتہ اوّل	۸۲
۳۷	نکتہ دوم	۸۶
۳۸	نکتہ سوم	۸۷
۳۹	نکتہ چہارم	۹۳
	فصل (۲)	
۴۰	اقسام امامتِ حکمیہ	۹۴
۴۱	درجہ اوّل۔ سلطنتِ عادلہ	۹۹
۴۲	نکتہ اوّل	۱۰۷
۴۳	نکتہ دوم	۱۰۷
۴۴	نکتہ سوم	۱۰۸
۴۵	نکتہ چہارم	۱۰۸
۴۶	درجہ دوم۔ سلطنتِ جابرہ	۱۰۹
۴۷	قسم اوّل	۱۱۹
۴۸	قسم دوم	۱۱۹
۴۹	نکتہ اوّل	۱۲۰
۵۰	نکتہ دوم	۱۲۱
۵۱	نکتہ سوم	۱۲۱
۵۲	درجہ سوم۔ سلطنتِ ضالہ	۱۲۱
۵۳	نکتہ اوّل	۱۲۶
۵۴	نکتہ دوم	۱۲۷
۵۵	درجہ چہارم۔ سلطنتِ کفر	۱۲۷
	خاتمہ	
۵۶	لفظ "امام" سے مراد؟	۱۳۱
۵۷	تنبیہ اوّل بمفہوم صاحبِ دعوۃ	۱۳۲
۵۸	(۱) بیانِ صلح و جنگ	۱۳۲
۵۹	(۲) طریقہ نظم و نسق	۱۳۷
۶۰	تنبیہ ثانی۔ اصحابِ دعوت کا حکم	۱۴۱
۶۱	نکتہ اوّل	۱۴۴
۶۲	نکتہ دوم	۱۴۵
۶۳	نکتہ سوم	۱۵۰

Marfat.com

دیباچہ

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

؎ شاہ نیست کہ تختِ عاجے دارد تا آنکہ شاہانہ مزاجے دارد

امامۃ کبریٰ کی اہمیت اہل اسلام کے ہاں ایک امر مسلّم ہے مگر کتاب و سنّت کی روشنی میں متحقق نہ ہونے کی وجہ سے بالکل بے روح کی طرح ہر وقت اس کے بگڑنے اور درہم برہم ہونے کا خطرہ تصویر حقیقی بن کر سامنے آجاتا ہے۔ قرون مشہود لہا بالخیر میں اس مقصد عظیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہمیشہ کے لئے اہل اسلام اور اسلام کے بقا کی خاطر ایک فریضہ عادلہ قرار دے دیا گیا تھا مگر اعداء اسلام کے روز افزوں غلبہ سے متاثر ہو کر اکثر ممالک اسلامیہ نے اس مقصد کی اہمیت کو بالکل پس انداز کر دیا۔

اس فریضہ لازمہ کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے حکیم الامت حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" کو ترتیب دیا۔ یورپ اور ایشیا کے غیر مسلم اس کتاب کے سیاسیات سے بہرہ اندوز ہوئے اور علماء اسلام نے اس کی علل و حکم کو زاویہ نگاہ بنایا۔ مگر افسوس کہ اس بیش بہا خزانہ کو عملی زینت دینے کے لئے کوئی کامیاب تحریک منصہ شہود پر ظہور میں نہیں آئی۔

ولیس کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتھی السفن

اہل فہم جانتے ہیں کہ جو خزانہ عامرہ غیبی ارشادات کی بنا پر جمع کیا گیا ہو کہاں تک مخفی رہیگا۔ تقاضائے وقت کے مطابق اسی قدوسی روح کی نسل سے ایک مرد روحانیت کاملہ لیکر اُٹھتا ہے جس کی جامعیت مسلّم ہے وہ معًا مفسر بھی ہے محدث بھی فقیہ بھی ہے اصولی بھی، مجاہد بھی ہے اور متکلم اور صوفی بھی۔ باایں ہمہ سیاسیات شاہ ولی اللہؒ کا پورا ماہر نظر آتا ہے یہ وہی مقدس ہستی ہے جس کو اہل بصیرۃ علامہ شہید، شاہ شہید مولانا اسمٰعیل شہید دہلویؒ عالم نبیل فاضل جلیل فقید المثیل رحمہ اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس مجاہد جلیل نے ایک طرف بدعت اور شرک کے قصر و غرف کو خاکستر کیا تو دوسری

Marfat.com

طرف منصب امامت جیسے اہم فریضہ کو قائم کرنے کے لئے کتاب "منصب امامت" تصنیف فرما کر ثابت کر دیا کہ جب تکوینًا حاکم صرف خدائے قدوس ہی ہے تو تشریعًا دنیا میں نظامِ امن قائم کرنے کے لئے غیر کے اصول و ضوابط کیسے مفید ہو سکتے ہیں۔

صاحب البیت ادری ما فیہ　　　اَلا لہ الخلق والامر

کتاب "منصب امامت" وحی الٰہی کی جامعیت کی طرف دلیل محکم اور برہان قاطع ہے اس کے مطالعہ کرنے سے ایک طرف عظمت شئون انبیا قلوب صافیہ کو محو حیرت بنا رہی ہے تو دوسری طرف وحی الٰہی کے اصول و ضوابط کو ناقابلِ شکست میگزین قرار دے رہی ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ علامہ موصوف بحرِ توحید میں ڈوب کر محبت انبیاء کے شیریں شراب سے سرشار ہو رہے ہیں۔

حدود الٰہیہ کو عملاً نافذ کرنے کے لئے اٹک پار اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور علامہ موصوف معہ اپنے خاص رفقاء کے اللہ کی راہ میں جان دے دیتے ہیں۔ اہل اسلام کی کم نصیبی اور غلبہ اعداء کی وجہ سے یہ معاملہ ایک وقت کے لئے پھر ملتوی ہو گیا۔

الحمدللہ کہ وہ گھڑی موعود آگئی۔ مملکت پاکستان کا وجود باجود خدائے تعالیٰ کی زمین پر بہت بڑی اسلامی سلطنت کی شکل میں رونما ہوا۔ ضرورت تھی کہ منصب امامت کو اردو کے لباس میں مزین کیا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ ارباب حل و عقد کو ضوابط الٰہیہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہی کتاب باعث اور ذریعہ بن جائے۔

شکراً للہ کہ اس عظیم الشان خدمت کو سرانجام دینے کے لئے اخی المکرم مولانا حکیم محمد حسین صاحب نے اپنے آپ کو پیش کیا ؎

این سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اراکین حکومت و اساتین مملکت نے اگر اس دُرِّ شاہوار کی طرف توجہ فرمائی۔ تو صرف یہی نہیں کہ کتاب کے جواہر پاروں کی قدر ہو گی۔ بلکہ حقیقۃً اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کرنے کا ایک شاہ راہ متعین کریں گے۔

العبد المذنب (مولانا مولوی) غلام مصطفیٰ (فاضل دیوبند) مرجان۔ ضلع کیمل پور

Marfat.com

مقصدِ وحید

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب "منصب امامت" فارسی کا اُردو ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے جس کی اشاعت کا مقصد وحید یہ ہے کہ فی زمانہ بعض متبدعین نے حضرت شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان کے (جو کہ متبدعین کے لئے شمشیر برہنہ کا حکم رکھتی ہے) بعض فقروں کو انبیاء واولیاء کی توہین واہانت پر محمول کیا ہے اور شاہ صاحبؒ پر طرح طرح کے الزام عائد کئے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ زیر مطالعہ کتاب سے یہ بات معلوم کرانا مقصود ہے کہ جو عزت وتکریم حضرت مولانا شہیدؒ نے انبیاء واولیاء کے لئے بتائی ہے اس کا عشر عشیر بھی خود جماعت متبدعین کے اندر موجود نہیں ہے۔ لہٰذا آپ بنظرِ انصاف اس کتاب کا مطالعہ کرکے اپنے دل سے پوچھیں کہ آپ انبیاء کرامؑ اور بزرگانِ دین کی کہاں تک تکریم وتعظیم کرتے ہیں اور شاہ شہیدؒ ان کی تعظیم واتباع کے بارے میں کیا لکھتے ہیں۔

دوسرا مقصد اشاعت یہ ہے کہ چونکہ آج کل ہم کہہ رہے ہیں کہ ہماری سلطنتِ پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے۔ لہٰذا اس کتاب سے یہ اخذ کریں کہ سلطنت اسلامی کے فرماں رواؤں کے لئے خدا ورسولؐ نے کیا طریقۂ حکومت بنایا تھا مگر موجودہ حکمران کیا کر رہے ہیں۔ نیز یہ کہ اسلامی سلطنت کے باشندگان پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اور انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ نیز انبیاء کی حکومت، خلفائے راشدین کی خلافت، ائمہ دین کے مراتب، سلطان عادل اور سلطان ظالم وغیرہ عنوانات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

اگرچہ کتاب ہذا میں لفظ امام سے مراد "صاحب دعوت" ہے لیکن اس کے ضمن میں وہ دقیق وعمیق مسائل حل کئے گئے ہیں جن کی اُمت محمدیہ کے ہر فرد کو

Marfat.com

ہر وقت ضرورت ہے اور اس شاہراہ کے تمام اصول و فروع کا بیان نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے کتاب وسنّت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب منصب امامت ایک اسلامی حکومت کے لئے دستور العمل کے طور پر اس وقت تصنیف ہوئی تھی جبکہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح نے پاکستان کی بنیاد رکھی اور پنجاب میں ایک اسلامی حکومت بنانی چاہی۔ اس وقت ضرورت محسوس کی گئی کہ راعی و رعایا پر نظامِ دنیوی کے دقیق مسائل عیاں ہو جائیں۔ اسی غرض کے مدِّنظر حضرت شہیدؒ نے منصب امامت کو تصنیف فرمایا۔

امید ہے کہ اسی پاکستان کو دوبارہ عملی جامہ پہنانے والی ذمہ وار ہستیاں اس دستور العمل کو ایک نعمت غیر مترقبہ تصوّر فرماتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت میں پوری دلچسپی لیں گی اور اس پر عملدرآمد کی بنا رکھ کر پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے کی سعی و کوشش میں زیادہ سے زیادہ ہمت صرف کرینگی۔ اس مقصد کے لئے پاکستان کے اربابِ بست و کشاد کی خدمت میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو داخل نصاب فرمایا جائے۔ تاکہ آئندہ نسلوں میں بطور راعی کام کرنے والی ہستیاں اپنی ذمہ واری سے آگاہ ہو کر کام کریں اور جو لوگ بطور رعایا ان کے ماتحت ہونگے وہ بھی اپنے حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری کے فریضہ کو بجا لانے کے لئے اپنے فرائض کے شاہراہ سے آگاہ ہو جائیں۔

چند تمہیدی الفاظ کے بعد میں حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب سابق معلم عربی و فارسی اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ لاہور کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی اور مجھے اس کی طباعت کا حوصلہ دلایا۔

آخر میں یہ بھی عرض ہے کہ اگر اہلِ علم حضرات ترجمہ میں کوئی غلطی ملاحظہ فرمائیں تو براہِ کرم اس سے فدوی کو آگاہ فرما کر مرہونِ منت بنائیں۔ تاکہ آئندہ طباعت میں اصلاح کر دی جائے۔

خاکسار

مترجم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی قال فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ، الصّلوٰۃ والسلام علےٰ اکرم الخلق محمد الّذی قال لا یزال ھذا الدین قائمًا حتّیٰ تقوم الساعۃ او یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلّھم من قریش و علےٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد بندۂ ضعیف، اُمیدوارِ رحمتِ خداوندی، احقر العباد محمد اسمٰعیلؒ عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس رسالہ میں "منصبِ امامت" یا حقیقتِ امامت اور اس کا تفصیلی بیان مرقوم ہے۔ اس میں دو باب ہیں:۔

باب اوّل

حقیقتِ امامت

فصل (۱)

ذکر کمالات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام

اِس فصل میں حضرات انبیائے کرام علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان چند کمالات کا ذکر ہے جو امامت کے معنوں سے متعلق ہیں۔ واضح ہو کہ امام رسول کا نائب ہوتا ہے اور امامت ظلِّ رسالت۔ نائب کے احکام کو منیب کے احکام سے پہچانا جا سکتا ہے اور ظلّ کی حقیقت کو اصل سے جاننا چاہئے۔ لہٰذا انبیاء

Marfat.com

علیہم السّلام کے چند کمالات جو امامت کی حقیقت سے متعلق ہیں، اس مقام میں اُن کا ذکر ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات اور کمالات حد سے زیادہ ہیں جن کا شمار اور احاطہ مجھ جیسے اُمّتی آدمی سے مشکل بلکہ ناممکن ہے لیکن وہ کمالات جو حقیقتِ امامت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا مرجع پانچ اُصول ہیں:۔

اوّل، وجاہت۔ دوم، ولایت۔ سوم، بعثت۔ چہارم، ہدایت۔ پنجم، سیاست۔

اِن پانچ کمالات کے معانی کی تحقیق بالترتیب حسبِ ذیل ہے:۔

اوّل، وجاہت

واضح ہو کہ انبیاء علیہم السّلام کو خدائے رحمٰن کے حضور میں تمام انسانوں کی نسبت ایک قسم کا امتیاز ثابت ہے۔ کیونکہ وہ عنایاتِ خداوندِ ذوالجلال کے منظورِ نظر ہیں اور الطافِ ربّانی سے ہر وقت مسرور و خوشحال اور بیحد انعاماتِ الٰہی سے ممتاز ہیں۔ محبوبیّت کے چمن کے یاسمین اور مقبولیت کی انجمن کے تخت نشین ہیں انس کے افلاک کے اختر اور قدس کے املاک کے افسر ہیں۔ مناصبِ عظیمہ کا عطیّہ انہی کی ذاتِ بابرکات کو زیبا اور مہمّاتِ فخیمہ کا سرانجام بھی انہی کی ذات کے لئے موزوں ہے۔ کرّوبیاں کی محفل کے سردار اور قدّوسیوں کے لشکر کے سرلشکر ہیں۔ ان کی ہمّت اور اولوالعزمی بند دروازوں کی کنجی اور اُن کی دُعا بیشک مستجاب ہے۔ اُن سے محبّت رکھنے والا اللہ ربّ العزّت کی بارگاہ کا محبوب اور اُن سے بُغض رکھنے والا اللہ کا معتوب ہے۔ اُن کی محبّت درجات کی بلندی کا باعث اور اُن کا توسّل وسیلۂ نجات ہے۔ اُن کی پیروی باعثِ حصولِ عطیات اور اُن کا اتّباع دافعِ بلیّات ہے۔ غیبی فیوض کا منبع اور اسرارِ قدسی کے خزانے ہیں۔ اُن کا وسیلہ پکڑنے والے کی ادنےٰ کوشش بدرجۂ غایت مشکور اور اُن کے فرمانبرداروں کا کبیرہ گناہ بہت جلد قابلِ عفو ہے۔ اور بہت سی ریاضاتِ شاقہ ہیں

Marfat.com

جوان کی سُنّت کے خلاف چلنے والوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ آخر وہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مشابہ ہوتی ہیں۔ اور بہت سے آسان عمل ہیں جو اُن کے توسّل سے اعلیٰ درجہ تک پہنچا تے اور بیشک دُنیا و آخرت کی نجات کے ثمرہ کا ثمر ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ کا قُرب حاصل کرنے کے لئے انہی کا توسّل شاہراہ ہے اور سالکانِ طریقت کے لئے ان کے اتباع سے منازل طے کرنا نہایت آسان، اور اُن کے توسل کے سوا صرف ہرزہ گردی اور بے سروسامانی ہے۔ پس وجاہت سے یہی مُراد ہے جو مذکور ہوئی۔

اِس بیان سے واضح ہوا کہ جاہت کے تین شعبے ہیں :-

اوّل، محبوبیت بہ نسبت رب العالمین۔ دوم ملائکہ مقرّبین میں عزّت۔ سوم، نیک بندوں کے لئے وسیلۂ فیض، جسے "سیادت" کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ پس وجاہت کا منصب، محبوبیّت، عزّت اور سیادت تینوں سے مرکّب ہے جیسا کہ یہ منصب انبیائے کرام کے لئے ثابت ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے :-

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ (آل عمران)	جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ اللہ خوشخبری دیتا ہے تجھ کو ساتھ کلمہ کے کہ اُس کا نام مسیح ابنِ مریمؑ ہے۔ دُنیا و آخرت میں وجیہ اور مقرّبوں میں سے ہے۔

اور فرمایا :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ (احزاب)	اے ایمان والو! اُن لوگوں کی مانند ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰؑ کو ایذا دی۔ پس بری کر دیا اس کو اللہ نے اُس سے جو وہ کہتے تھے۔ وہ تو اللہ کے نزدیک وجیہ تھا۔

اسی طرح دوسرے مقرّب بندوں کو بھی اُن کے قدر کے موافق یہ جلیل القدر منصب ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :-

Marfat.com

لایزال یتقرّب عبدی بالنوافل حتی احببتہٗ فاذا احببتہ لکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا ولان سألنی لأعطینّہ ولئن استعاذنی لأعیذنّہ۔ (میرا بندہ نوافل کے ذریعہ قُرب حاصل کرنے میں کمی نہیں کرتا یہاں تک کہ مَیں اُسے دوست بنالیتا ہوں۔ جب وہ میرا دوست بن جاتا ہے تو مَیں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ چھوتا ہے اور اس کی ٹانگیں جن سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو مَیں اُسے پورا کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیتا ہوں۔

نیز فرمایا :۔

من عادی لی ولیّاً فقد بارزنی بالحرب۔ (جس نے میرے دوست سے عداوت کی، اُس نے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا)۔

اور فرمایا :۔

اولئک عزست کرامتھم بیدی۔ (یہی وہ لوگ ہیں جن کی بزرگی میں نے اپنے ہاتھ سے قائم کی ہے)

بیشک مذکورہ وجاہت انبیاء اور دیگر خاصانِ خدا کے لئے ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں :۔

قسم اوّل، وجاہت اجتبائی۔

قسم دوم، وجاہت کسبی۔

اس کی تفصیل کو مثالاً یوں سمجھ لیجئے کہ اُمرائے عالی مقام اور روسائے ذوی الاحترام کو اپنے بادشاہ کے حضور میں ایک قسم کی وجاہت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس کا حصول دو طرح سے ہوتا ہے: اوّل یہ کہ ایک شخص نے اپنے بادشاہ کی پسند کے ذاتی کمال حاصل کئے، اُس کے حسبِ مرضی خدمت بجا لایا، اور بہت سے رنج آمیز اور تکلیف دِہ اوامر کی بجا آوری کے اسباب اپنی جان پر

Marfat.com

گوارا کئے اور جان و مال اور عزّت و آبرو کو اس کی اطاعت میں صرف کر دیا۔ پس اُس کی لیاقت اور اطاعت کے سبب آقا کی نظرِ عنایت اُس پر ہوگئی اور اُس کو وجاہت کا مقام حاصل ہوگیا۔

دوم، یہ کہ کوئی عقلمند بادشاہ ارادہ کرے کہ کسی کو تربیت اور تادیب و تعلیم دے کر امارت و وزارت کے منصب پر فائز کرے۔ اسی بنا پر اُس نے اپنی رعایا میں سے ایک لڑکے کو ممتاز فرما کر نائبِ خاص کے نام سے ملقب کر دیا اور اُس کی بذاتِ خود تادیب و تربیت کی اور خود اُس کا ولی اور کفیل ہو کر اُس کی پرورش کی۔ اُس کے نہالِ تربیت کو اپنی عنایت کے زلال سے پانی دیا۔ حتّٰی کہ اپنی حمایت کے سایہ میں نشو و نما کے کمال تک پہنچا دیا اور ثمراتِ مقصد کا ثمر بنایا۔ پھر اپنی دی ہوئی تعلیم کے کمالات کو اپنے دربار کی حاضری میں قسم قسم کی تدبیرات سے ظاہر کیا اور اُسے منصبِ مقصود دے دیا۔

اگرچہ منصبِ مذکور سطحی نظر سے اُس کے کمالاتِ ظاہری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن دراصل یہ منصب اُسی وقت اُسے مسلّم ہو چکا تھا جبکہ اُس کو سنِ طفولیّت میں ہی منصبِ مذکور پر مامور کرنے کے لئے پرورش کیا جا رہا تھا۔ پس یہ منصب وجاہتِ اوّل کا ماحصل ہوا اور حصولِ کمالات و ادائے خدمات اس کے فروعات سے ہیں۔ پس وجاہتِ اوّل (وجاہتِ اجتبائی) تحصیل کمالات و ادائے خدمات پر مترتّب ہے۔ برخلاف دوسری کے کہ کمالات کا حصول اور خدمات کا ظہور حصولِ وجاہت پر مبنی ہے۔

اسی طرح خاص بندگانِ خدا کو بادشاہِ علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق کے حضور میں منصب و جاہت دو ہی طریق سے حاصل ہوتا ہے: اوّل، اجتبائی یعنی خداوند تعالیٰ خود ودیعت فرمائے۔ دوم، عبادت کا نتیجہ، یعنی کسبی۔ چنانچہ حدیث لایزال عبدی یتقرّب بالنوافل۔ (الحدیث) وجاہت کسبی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور آیات

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي، طٰہٰ، وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، انعام

Marfat.com

والقیت محبۃ منی ولتصنع علی عینی (طہ) اور حدیث اولئک عرستی کراتھم بیدی میں وجاہت اجتبائی کا اشارہ ہے اور یہ اُن خاص بندگانِ خدا سے مخصوص ہے جو انبیاء اور مُرسلین اور اکابر صدّیقین سے ہیں۔

دوم، حقیقتِ ولایت

واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے روحانی معاملات کو انسانی کمالات میں عام لوگوں کی نسبت اس قدر امتیاز ہے کہ وہ دربارِ کبریائی سے قابلِ خطاب اور کتاب اللہ و اشاراتِ غیبی کے حامل اور صحیح بشارتوں سے مسرور ہیں تکریم کے بستان اور تعلیم کے گلستان میں تربیت یافتہ ہیں۔ مجالسِ تعظیم کے سردار اور مدارس تفہیم کے دانش مند ہیں۔ احکام (الٰہی) کے مخزنِ اسرار اور الہام کے انوار کے مورد ہیں۔ عالم ملکوت کے نور سے منوّر اور معجزات کے ظہور سے عالمِ ناسوت میں موّید ہیں یقین اور حکمت کے نور سے معمور اور زہد و تقویٰ کے دریا میں غرق ہیں۔ محبّت اور دوستی کے کمالات سے موصوف اور لذّاتِ مناجات کے ادراک کے عاشق اور حبّ اللہ کے مقام میں ثابت قدم اور بُغض فی اللہ کے معرکہ میں علمبردار ہیں۔ عاجزی کے دروازہ میں نہایت ہوشیار اور خشوع کے آداب کے تجربہ کار ہیں۔ خوف و اُمید کی شدّت سے مانند سیماب بے قرار اور کمال شوق سے محوِ دیدار (الٰہی) ایسے جیسا کہ آفتاب کے سامنے شبنم۔ رب العزّت کی تعظیم میں نہایت مؤدب اور رضا و تسلیم کے معاملہ میں نہایت مہذب ہیں۔ (ماسوی اللہ) سے علیحدگی اور بیگانگی میں چست و چالاک اور توکّل و تفرید میں نہایت پاک ہیں۔ علائق نفسانی کے قطع کرنے میں بے باک اور وساوسِ شیطانی کے دُور کرنے میں عین سفّاک ہیں۔ طہارت و پاکدامنی ان کی جبلّی اور اللہ عزّوجل کی عبادت ان کا شغل ہے۔ خدا کی محبت کی آگ کو دل میں روشن کئے ہوئے اور ماسوی اللہ کو بالکل خاک سیاہ کئے ہوئے ہیں زہد و قناعت میں بے مثل اور صبر و استقامت میں ضرب المثل ہیں۔ مشکلاتِ ادراک کے حل میں ممتاز اور مہمّاتِ ہمت کے سرانجام میں بلند پرواز ہیں۔ عقل و علم کے خزانے اور عفو و حلم کی کانیں ہیں۔ خلّت و وفا کے مجمع اور پاکدامنی

Marfat.com

وحیا کے منبع ہیں۔ تمام خلقت پر رحیم اور مراعاتِ علائق میں کریم ہیں۔ ہر بیگانہ کے دوست اور ہر گھر کے لئے مثل تُما ہیں۔ (خدا کی راہ سے) بھاگنے والے کے پیچھے دوڑتے ہیں (کہ اس کو راہ پر لائیں) اور ہر ایذا دینے والے کے لئے اسے نیک بنانے کی تشویش میں ہیں۔ بہارِ سخاوت کے ابر اور گلستانِ سماحت کی بہار ہیں۔ بیشۂ شجاعت کے شیر اور میدانِ کارزار کے دلیر ہیں۔ راست گو، سیر چشم اور دشمن کو دوست بنانے والے ہیں۔ مکارمِ اخلاق میں یگانۂ آفاق اور طالبانِ حق کے عاشق و مشتاق ہیں۔ اور یہی اوصاف لفظِ ولایت کا ماحصل ہیں۔

اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ولایت کے مرتبہ کے تین شعبے ہیں۔ اوّل معاملاتِ صادقہ مثل الہام، تعلیم، تفہیمِ غیبی اور حکمت۔ دوم مقاماتِ کاملہ مثلاً محبّت، خوف، توکل، رضا، تسلیم، صبر، استقامت، زہد، قناعت، تفرید، تجرید۔ سوم اخلاقِ فاضلہ مثلاً بلند ہمتی، وفورِ شفقت، حِلم، حیا، محبّت، وفا، صدق، صفا، سخاوت اور شجاعت وغیرہ۔

پس ولایت کے منصب کو انہی تین شعبوں سے مرکّب کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ منصب بتمامہٖ خاصانِ بارگاہ کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس پر دال ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ (یونس)	بیشک اولیاء اللہ کو کوئی خوف و غم نہیں ہے۔ اور وہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کی۔

لیکن ان بزرگوں کی ولایت دوسرا رنگ رکھتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزّت اپنے خاص خزانہ سے دو بڑے کمالات انہیں عطا فرماتا ہے اور ان ہر دو کمالات کو مذکورہ بالا تمام کمالات پر حاوی کر دیتا ہے۔ پس ان کا ہر ایک کمال اولیاء اللہ کے کمالات سے ممتاز اور ایک دوسرے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ (وہ دو کمال یہ ہیں) اوّل بندگی، دوم پاکدامنی۔

بندگی (عبودیت) کے معنی یہ ہیں کہ یہ حضرات باوجود ان کمالات کے حصول کے اپنے ذاتی نقص کو ملحوظ رکھتے اور ان کمالات کو مانند لباس عاریتاً کے جانتے اور دن رات کی گردش کی طرح پہچانتے ہیں۔ ہمیشہ فضلِ الٰہی کو مدّ نظر رکھتے ہیں۔ اور ہر حال میں اس کا شکر بجا لاتے ہیں۔ اپنے آپ کو بندگی کی حد سے کبھی باہر نہیں نکالتے اور ہمیشہ ادب کے راستے پر چلتے اور ذرا سی

Marfat.com

گستاخی اور شوخ چشمی کو روا نہیں رکھتے۔ اور ناز و ادا کی کسی قسم کو خیال تک میں نہیں لاتے۔ نشہ آور اشیا اور بیہودہ باتوں سے بیزار اور شورش و مستی سے دست بردار رہتے ہیں۔ ہمیشہ بندگی کا راستہ طے کرتے اور کثرتِ سجود کا شیوہ رکھتے ہیں۔ ہمیشہ عبودیت کی تضرعات رکھتے ہیں اور تصرفاتِ الوہیت نہیں مانگتے۔ مٹی کی طرح خاموش ہیں اور آتش کی مانند پُرجوش۔ تجرید و تفرید کے مقام میں بندگانِ خدا سے متنفّر نہیں ہوتے اور ذوی الحقوق کے حقوق کو تلف نہیں کرتے۔ اور بے عقل مستوں کی مانند مقامِ توکل پر نہیں چلتے اور ادب کے طریقہ کو جس کے معنی رعایت اسباب کے ہیں ہرگز ہاتھ سے نہیں دیتے۔ باوجود مناجات کی لذّت کے گم گشتگانِ بیشۂ ضلالت سے دامن نہیں چھڑاتے۔ بلکہ اوقاتِ مناجات میں خلل گوارا کر کے ان کی ہدایت کے لئے ہمت صرف کرتے ہیں۔ حُسنِ خلق کے مقام میں دینِ متین کی سہل انگاری اور احکامِ رب العزّت کی تسہیل گوارا نہیں کرتے اور نہ اس ناجائز راہ پر چلتے ہیں۔ مقام سخاوت و سماحت میں اسراف کو راہ نہیں دیتے اور شجاعت و دلیری میں جوش و غضب کے تبع نہیں ہو جاتے۔ پس گویا ان کے افعال و اقوال بہ سبب اخلاقِ کاملہ کے سرزد نہیں ہوتے۔ بلکہ اس خیال سے ہوتے ہیں کہ کیا یہ ہماری بخشش رضائے الٰہی سے متعلق ہے؟ مثلاً اگر کسی کو کوئی چیز بخشتے ہیں تو ہرگز اپنی سخاوتِ جمیلہ کے خیال سے نہیں دیتے بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ کیا یہ ہماری بخشش رضائے الٰہی سے متعلق ہے۔ اگر ہو تو فی الفور اسے عملی جامہ پہناتے ہیں ورنہ اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کسی جگہ جنگ و جدل بپا کرتے ہیں تو اپنی شجاعت کے خیال سے نہیں کرتے بلکہ اس میں رضائے الٰہی دیکھتے ہیں، اگر ہو تو دادِ شجاعت دیتے ہیں ورنہ پہلو کشی کر کے اپنی راہ لیتے ہیں۔ اسی طرح تمام معاملات پر غور کر لیجئے۔ پس گویا کمالات مذکورہ تسبیح کے دانوں کی طرح متعدد اور بکثرت ہیں لیکن اصل میں اسی رشتۂ عبودیت نے سب کو یکجا پرو دیا ہے۔

عصمت۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے اقوال و افعال، عبادات و عادات، معاملات و مقامات اور اخلاق و احوال جو ان سے متعلق ہیں حق تعالیٰ ان تمام کو مداخلتِ نفس و شیطان اور خطاؤ نسیان سے اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھتا ہے اور محافظ ملائکہ کو

Marfat.com

ان پر مسلّط کر دیتا ہے۔ تاکہ بشریّت کا غبار اُن کے پاک دامن کو آلودہ نہ کر دے اور نفس بہیمیہ اپنے بعض امورات کو ان پر مسلّط نہ کر دے۔ اور اگر قانونِ رضائے الٰہی کے خلاف ان سے شاذ و نادر کوئی امر واقع ہو بھی جائے تو فی الفور حافظ حقیقی اس سے انہیں آگاہ کر دیتا ہے اور جس طرح بھی ہو سکے غیبی عصمت ان کو راہِ راست کی طرف کھینچ لاتی ہے۔

مذکورہ بالا درجاتِ ولایت جو عبودیت اور عصمت کے رنگ سے رنگین ہیں اس کو ولایتِ نبوّت کہتے ہیں۔ پس ولایتِ نبوت منصبِ نبوّت سے علٰیحدہ ہے۔ اس لئے منصبِ نبوّت، نبوت ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگرچہ ولایتِ نبوّت اصالتاً انبیاءؑ ہی میں پائی جاتی ہے لیکن بعض اکابر اولیاء کو بھی بہ سبب اتباع انبیاء اس سے حصّہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کے دلائل کتاب و سنت سے عنقریب مذکور ہونگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

سوم حقیقتِ بعثت

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام ہر خاص و عام کی طرف تبلیغ احکام کے لئے مبعوث ہوتے ہیں بعثت کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی۔ اس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ حق جل و علیٰ کی طرف سے تبلیغی احکام بذریعہ وحی یا الہام ان تک پہنچتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ رحمت اور شفقتِ بے پایاں ان کے دل میں القا فرماتی ہے۔ جیسا کہ ماں باپ کی شفقت و محبّت اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ پس جبکہ بیٹوں کی گستاخی اور آوارگی ماں باپ کے دل میں پیچ و تاب اور قلق و اضطراب کا باعث ہوتی ہے حتیٰ کہ ان کی تادیب و تعلیم کے لئے جان و مال کا نقصان اپنے لئے گوارا کرتے ہیں اور اس قدر بے شمار جدّ و جہد کرتے ہیں کہ اُن کی راحت کو اپنی راحت اور ان کے رنج کو اپنا رنج تصوّر کرتے ہیں اور تہِ دل سے اُن کی بہبودی کے خواہاں رہتے ہیں اور ہمیشہ اُن کے نفع کی کوشش کرتے ہیں اور چار و ناچار اور جوں توں انہی کے پیچھے چلتے ہیں۔ خواہ بادشاہ وقت کی طرف سے اس خدمت کے لئے مامور ہوں یا نہ ہوں۔ بلکہ اگر بادشاہ کی طرف سے مامور بھی ہوں اور کوشش بھی کریں پھر بھی تقدیرِ الٰہی سے تعلیم و تادیب کا اثر اولاد میں ظاہر نہ ہو تو بے شک شکستہ خاطر اور مضطرب

Marfat.com

رہتے ہیں۔ اگرچہ اپنی طرف سے کام نباہ دیا اور مقررہ خدمت کے حق کو ادا کر دیا تو بھی اگر تقدیرِ الٰہی سے وہ امر تکمیل کو نہ پہنچا تو گو وہ جانتے ہیں کہ کسی طرح عتاب بادشاہ ہم پر نہ ہوگا اور نہ ہم پر کوئی قصور عائد ہوگا۔ اور اگرچہ بادشاہ ان کی محنت و مشقّت پر بصد زبان ان کی تحسین و آفرین کرے تو بھی ان کے دل سے پریشانی اور ملال دُور نہ ہوگا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنی قوم کے تئیں شفقت کاملہ ہوتی ہے اور قوم کا ضلالت و گمراہی کے بھنور میں پریشان ہونا ان کے دل کی پریشانی کا باعث ہوتا ہے اور ان کے پُر از طہارت حال کو قسم قسم کے رنج و ملال دامنگیر ہو جاتے ہیں۔ اور باوجود نزول آیات:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ (الشعرا)	شاید تو اپنی جان کو ہلاک کر دے کہ وہ کیوں مومن نہیں ہوتے۔

اور:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ۔	تُو تو صرف سمجھانے والا ہے نہ کہ داروغہ (غاشیہ)

کے ان کی ہمت میں کوئی فتور اور ان کی کوشش میں کوئی قصور راہ نہیں پا سکتا، کونسا رنج و غم ہے جو تبلیغ کے مقدمہ میں اپنی قوم سے اپنے اوپر گوارا نہ کیا اور باوجود اس کش مکش کے پھر بھی کبھی رنجیدہ خاطر نہ ہوتے اور ہر کس و ناکس کے گراں سخنوں کو کس قدر ہلکا جانا اور دور و نزدیک کے سخت سے سخت دشنام کو سہل و آسان پہچانا۔ (اور فرمایا):

كَافَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحْسَنَ الْمُكَافَاتِ وَجَازٰهُمُ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحْسَنَ الْمُجَازَاتِ۔	بدلہ دے ان کو اللہ تعالےٰ اس پر اچھا اور جزا دے ان کو نیک۔

پس ان کی اس رحمت کا ظہور ہی حقیقتِ بعثت ہے۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ بعض اوقات اہلِ کشف اور صاحبِ علم بھی ان اقوال و افعال یا بعض عادات و رسومات کے حُسن و قبح سے جو کسی قوم کے درمیان رائج ہوں نورِ وہبی اور استدلال کسبی کے ذریعہ مطلع ہو جاتے ہیں اور قوم کو رحمت و شفقت کی بناء پر اس سے آگاہ کرتے اور مستحسن امور کی طرف ترغیب دیتے ہیں اور امورِ قبیحہ سے ڈراتے ہیں۔

اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ منصبِ بعثت تک پہنچے ہیں بلکہ منصب بعثت

Marfat.com

اسوقت ثابت ہوگا جبکہ تادیب وتعلیم اور ترغیب کو ترہیب کی خدمت انکے سپرد کیجائیگی مثلاً جوکوئی مقرّبانِ حضور بادشاہی سے ہوتا ہے۔ بیشک بادشاہ کی اس آفرین ونفرین کو اپنے کانوں سے سُنتا ہے جو رعایا کے حق میں کی جاتی ہے اور وہ اپنے دوستوں کو انکی خیرخواہی کے خیال سے مطلع کردیتا ہے لیکن اس بات سے اس کو محتسبِ شہر نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس لقب سے اس وقت ملقب کیا جاسکے گا جبکہ وہ احتساب کی خدمت پر مامور ہوجائے۔ پس لوگوں کی تربیت کے واسطے مبعوث شدہ اور شخص ہے اور لوگوں کی مرُدودیت اور مقبولیت کا عارف اور ان کے افعال کے حسن وقبح کا عالم یا ترغیب وترہیب کے وعظ کا شاغل دوسرا شخص ہے (یعنی نبی)۔ وہ اوصاف جو گزشتہ ہر سہ تنبیہات میں مذکور ہیں وہ سب ان کے کمالات کی شرح ہیں اور جو دوسری تنبیہوں میں مذکور ہوگا وہ ان کی تکمیل کی شرح ہے۔

چہارم حقیقتِ ہدایت

یاد رکھو کہ ہدایت انبیاء کے معنی ان کی سیادت کے اثر کا ظہور ہے۔ جو وجاہت کے بیان میں مذکور ہوا اور سیادت کے معنی ان کی وساطت ہے جو اللہ العزّت اور اس کے بندوں کے درمیان فیض غیبی سے ہدایت یاب کرکے حلقۂ مقبولین میں داخل کردیتی ہے۔ اس مقام پر غور طلب یہ امر ہے کہ کس طریقہ اور وجہ سے ان سے ہدایت صادر ہوتی ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ انبیاء کی بعثت سے مقصود یہی ہے کہ بندگانِ خدا اقوال وافعال، عبادات ورسوم اور معاملات میں انہی کی طرح مؤدب اور اخلاق میں اسی طرح کے مہذّب ہوجائیں۔ اور مقامات وارادات میں اسی طرح استقامت حاصل کریں اور علوم واعتقادات میں ویسا ہی رسوخ پیدا کریں تاکہ انہیں دنیا میں حصول معاش کے ذرائع اور آخرت میں بہبودی حاصل ہو اور رشتۂ مع اللہ کا معاملہ ان پر کھُل جائے۔ مگر حسنِ معاد اور رشتہ مع اللہ کا معاملہ انہی کی نظر اور ذات سے ملحوظ اور انتظام معاش ان کے اتباع سے مخصوص ہے پس جو چیز کہ نافع معاش اور مضر معاد ہوگی اس کے مانع ہونگے اور اگر برعکس ہوگا تو اس کا امر فرمائیں گے۔ جیساکہ خمر وقمار کے حق میں اللہ رب العزّت نے فرمایا ہے:

Marfat.com

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔

(البقرہ)

اے پیغمبر آپ سے شراب اور جوئے کے بارہ میں سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے بیشک آدمیوں کو اس سے نفع بھی پہنچتا ہے مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما الخمر لیس بدواء ولکنہ داء۔

کہ شراب دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

اس کلام ہدایت التیام سے شراب کی اچھی تاثیروں کا ابطال نہیں ہے بلکہ اس سے اس کا ضرر بیان کرنا مقصود ہے جو آخرت کو ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ شراب بیشک بعض جسمانی بیماریوں کی دوا ہے لیکن وہ دوا جو روح انسانی کے لئے مرض مہلک ہے۔ لہذا اس کو مرض ہی شمار کرنا چاہئے نہ کہ دوا۔

بالجملہ انبیاء علیہم السلام ان تین فنون سے ہدایت فرماتے ہیں: اوّل فن عقائد۔ دوم فن احکام۔ سوم فن اخلاق۔ بزرگانِ دین کے فضائل کا فن عقائد کا شعبہ ہے مگر فضائل اعمال کا فن، فنِ احکام اور فنِ مقامات وارادات فنِ اخلاق کا شعبہ ہے۔ پس ان عقاید کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو فنِ احکام کو اسلام سے اور فنِ اخلاق کو احسان سے ملقب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر سہ امر آخرت کے لئے کارآمد ہیں۔ رہے تصوف کے حقائق اور فلسفہ کے دقائق کے علوم کنہ جویانِ دقیقہ شناس کے اشارات اور چرب زبانانِ تکلّف کیش کے کنایات، سو ان کی ہدایت سے ان کو بحث نہیں ہے۔ بلکہ ان امور کی نسبت سادگی کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی طلب کو جملۂ آوارگی سے شمار کرتے ہیں۔ اور فنِ تاریخ اور شعر بازی کو بے مغز داستانوں سے جانتے ہیں خواہ تمثیل کے طور پر کبھی اس سے کام لیا بھی گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تربیتِ روحانی میں ان کا حال طبیب کی مانند ہے جو معالجہ جسمانی میں مریض کی اصلاح کو مدِّ نظر رکھتا ہے اور زائد گفتگو کو لغو جانتا ہے مثلاً کسی مریض کو سنائے مکی کا استعمال فرماتا ہے تو اس قدر بیان کر دیتا ہے کہ برگِ سنا اس طرح کے ہوتے ہیں ان کو کوٹ چھان کر تھوڑا سا شہد ملا کر کھالو۔ یہ بیان نہیں کرتا کہ سناء کس مقام میں پیدا ہوتی

Marfat.com

ہے اور کس موسم میں پتے لگتے ہیں اور تاجرانِ ادویہ اسے کیونکر لاتے اور کس برتن میں رکھتے ہیں کس راہ سے لاتے اور کیونکر اس کی تجارت کرتے ہیں۔ اور نہ ہی یہ بیان کرتا ہے کہ شہد مکھیوں کے چھتوں سے کیونکر پیدا ہوتا ہے اور نباتاتِ مختلفہ کے رنگ و بو جو کہ شہد کا اصل ہوتے ہیں کہاں جاتے ہیں۔ اور سنا کے اجزا کوٹنے اور چھاننے سے کس قدر باریک ہوتے ہیں۔ کیا رائی کے دانہ کے برابر ہوتے ہیں یا اس سے باریک یا شہد ملانے سے کیونکر ہو جاتے ہیں۔ کیا ترانگلی سے ملانا چاہیئے یا انگشتِ شہادت سے۔ غرضکہ اس قسم کی باتیں طبیب کی نظر میں محض پریشانی ہے اور ان باتوں کے گرد ہونا مریض کے لئے سراسر نادانی ہے۔ اس طرح بے حاصل تحقیق اور بے انتہا تدقیق علمِ اخلاق کے احکام میں حق جویان کے لئے صرف آوارگی ہے بلکہ سراسر دیوانگی۔ جس کسی کو اللہ رب العزت نے اپنی حکمتِ بالغہ سے عوام الناس کی ہدایت کے منصب پر مقرر کیا ہو اس سے اس طرح کی قیل وقال ناممکن اور محال ہے۔ اس مقام پر اچھی طرح سے غور کرنا چاہیئے اور نائبانِ حکیم مطلق و ہادیانِ راہ حق اور سخن ساز لوگوں اور حیلہ ساز چرب زبانوں کے درمیان اچھی طرح سے امتیاز کرنا چاہیئے۔

اور جس طریقہ سے انبیاء علیہم السلام سے ہدایت حاصل ہوتی ہے اس کا بیان اس طرح ہے کہ اس ہدایت کا وقوع عموماً پانچ طرح پر ہے۔ اوّل نزول برکت۔ دوم عقدِ ہمّت۔ سوم فیضِ صحبت۔ چہارم خرقِ عادات۔ پنجم اظہارِ دعوت۔

(۱) نزولِ برکت کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وجود پُر جود آفتاب عالم تاب کی مانند ہے جیسے کہ اس کا نور تمام جہان میں پھیلتا ہے تو ضرور ہی رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اور جو چیز آفتاب کے سامنے تنگی پڑی ہو وہ اس کی گرمی سے گرما جاتی ہے اور تاریکی سے پاک ہو جاتی ہے مگر جو چیز گھر کے اندر اس سے پوشیدہ ہے بے شک و اس کے نور سے محروم ہے۔ لیکن رات کی تاریکی اس کے نور سے معدوم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا لطیف نور تاریکی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا اور اسے ظلمت کی حد سے نکال دیا۔ اگر گھر بغیر دروازہ کے ہے تو سراسر تاریکی سے پُر ہے۔

Marfat.com

یا برسات کی مانند سمجھنا چاہیئے کہ جب یہ موسم آپہنچتا ہے تو نباتات میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو کچھ ابر بھیجنے والے نے اس پر برسایا اس سے رنگا رنگ کے پھول کھلے۔ ورنہ رطوبتِ ہوا سے اس کا حال متغیّر ہو جاتا ہے سبزی اور تازگی اس میں نمودار ہوئی ہاں سنگلاخ زمین میں کوئی پھول اور کانٹا نہیں اُگتا۔ اور بے شک لکڑی سے کوئی شخص برگ و بار طلب نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جب یہ بشری لباس والے پاک لوگ اور جنس انساں کے کرّوبیاں فلک الافلاک کی بلندی سے اس تیرہ وش خاک پر نزول فرماتے ہیں تو ان کے ہمراہ ایک برکت نازل ہو کر افرادِ بنی آدم کے دلوں میں داخل ہوتی ہے۔ اور ہر سعادت مند کے دل میں خود بخود طلبِ حق جوش مارتی ہے۔ لوگ ہر واعظ کی گفتگو پر کان رکھتے ہیں۔ اعمالِ شاقہ کے لئے دلوں میں ہمّت پیدا ہوتی ہے اور رنج و تکلیف اٹھانے کا عزم ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے نزول کے وقت کے بہت سے علماء اپنے علم کو افسانہ کی مانند جاننے لگتے ہیں اور اس کو افسانوں کی طرح اپنی زبان پر لاتے ہیں۔ اچانک اپنے فہم کی حقیقت سے بیدار اور مقصدِ علم کے حصول کے لیئے تیار ہو جاتے ہیں۔ عمل کو علم کا ضمیمہ اور اخلاق کو فہم کا نتیجہ بناتے ہیں۔ سخن آرائی کے تعمّق سے بیزار اور انجمن پیرائی کے تکلّف سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے خلوت گزین زاہد اور چلہ نشین درویش ہوتے ہیں کہ اپنے پوشیدہ مفاسد سے آگاہ ہو کر نفس امارہ کی اصلاح میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جاہ و مرتبہ کی محبّت کو پسِ پشت ڈالتے اور اللہ عزوجل کی رضا کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اور اپنے تمام نام و نشان کو اس راہ میں کھو دیتے اور اپنے آپ کو مردانہ وار اس دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ یہی چرب زبان واعظ ہوتے ہیں کہ منبروں پر پکارتے اور اپنی تمام کوشش کو برباد کرتے ہیں۔ کوئی ان کے وعظ کو خیال تک نہیں لاتا اور ان کے کلام کو ایک جَو کی قیمت کا شمار نہیں کرتا۔ پھر جب طلبِ حق ہر کس و ناکس کے دل میں جوش مارتی ہے تو ان کی ایک ایک بات کو گوشِ ہوش سے سنتے اور ان کا ہر ایک کلمہ سامعین کے دل پر تیر کی مانند بیٹھتا ہے اور ہر شخص ان کو پیروں کی مانند ماننے لگتا ہے۔

Marfat.com

حاصل مطلب یہ کہ کلمۃ اللہ ہر ایک کے دل میں جوش مارتا اور ہر ایک زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ ہر محفل میں یہی گفتگو اور ہر مجمع میں یہی بحث و تکرار ہوتا ہے۔ ہاں جو کہ شقی ازلی ہو، اس سعادت سے محروم اور ہر حال میں مذموم ہے

اس انتشار اور ظہور برکت کو نزول امانت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان الامانۃ تنزل فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من الکتٰب ثم علموا من السنۃ۔	امانت کا نزول اصل قلوب بندگان پر ہوتا ہے اور وہ اسے قرآن و حدیث سے معلوم کرتے ہیں۔

اور کلام حق اس شخص کے لئے نافع ہوتا ہے کہ جس کے دل میں پہلے ہی برکت کا نزول ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ۔ (یٰس)	تم اسے ڈراؤ جو سمجھانے پر عمل کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے۔

اور فرمایا:

فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰی، سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰی۔ (اعلیٰ)	اگر تبلیغ کا کام کرنا ہے تو لوگوں کو سمجھاؤ۔

پس اسی برکت کو ان ہر دو آیات میں ڈر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۲) **عقد ہمّت**۔ اس کمال کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ پس ظاہر اس کا تو یہی ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام سے اپنی قوم کی ہدایت کے لئے اللہ رب العزت اور کبریائے بلند عظمت کے حضور میں دعا اور التجا کی جنس سے صادر ہوتا ہے عموماً ہو یا خصوصاً۔ یعنی عام طور پر تمام اُمت کے لئے۔ یا خاص طور پر اپنی اُمت کے بعض افراد کے حق میں۔ پس حقیقت اس کی یہ ہے کہ ان کی توجہ قلبی اُمت کی ہدایت کے لئے کمال رغبت سے ہوتی ہے، عام ہو یا خاص۔ اور یہ نیمی شفقت کا اثر ہوتا ہے جو مقام بعثت میں پہلے مذکور ہو چکا۔ پس جیسا کہ مہربان باپ کی ہمت بیٹے کی اصلاح کے لئے ہر وقت مصروف رہتی

Marfat.com

ہے۔ اسی طرح ان بزرگوں کی ہمت تمام نیک و بد کی اصلاح کے لئے ہمیشہ مبذول ہؤا کرتی ہے۔ اور یہ دعائے حالی ہے کہ انہی کی ذات سے ہمیشہ لازم ہے۔ پس گویا کہ ان کا وجود پُر جود تمامتر ایک مجسّم دعا ہے اور یہی دعائے حالی ان کو کبھی دعائے مقالی کی طرف کھینچ لاتی ہے اور دعا و التجا کی اقسام ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور یہ روحانی دعا تین طرح سے اُمت کے دلوں میں ہدایت کے ظہور کا باعث ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ دعا ایک خاص شخص سے کمال صدق و اخلاص سے ظاہر ہوتی ہے اور انبیاء کی دعا بلاشک مقبول اور مستجاب ہے۔ دوم حکیم مطلق نے اپنی کمال حکمت اور کامل قدرت سے یہی طریقہ عالم خلق و تکوین میں جاری فرمایا کہ ہمتِ قویّہ کے انعقاد کو موجودہ اشیا کے ایجاد میں اثر بخشا۔ چنانچہ نظر بد، حسد، دعا اور افسون کا اثر اسی قسم سے ہے۔ پس جبکہ ناتوانوں کی ہمّت کو اس قدر اثر بخشا تو بلند ہمتوں کے اثر کو کس حد تک جاننا چاہئے۔ سوم کہ ان بزرگانِ بارگاہ کے دلوں میں ہمتِ قویّہ کا جوشزن ہونا خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی سے نہیں ہے بلکہ احکامِ ربانی اور الہام رحمانی کی جنس سے ہے۔ کیونکہ ان کی بعثت دریائے رحمت کی ایک ٹھاٹھ ہے جس نے تشنگانِ راہِ ہدایت کی دستگیری کے لئے جوش مارا۔ پس ان کے دل سے ہمت کا جوش مارنا رحمتِ رحیم مطلق کی توجہ کی علامت ہے۔ جو اپنے بندوں کی طرف ہوئی۔ چنانچہ آیات:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)	تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت کر کے بھیجا۔
اور	
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران)	اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اپنی جنس سے رسول پیدا کر کے مومنین پر احسان کیا۔ انہی معنوں پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) **فیضِ صحبت** کا بیان یہ ہے کہ اس کی بھی ایک ظاہریت ہے اور ایک حقیقت۔ ظاہر یہ ہے کہ فیض صحبت سے دو طرح پر ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ جو کوئی کسی کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس کے کلام کو بالمشافہ سنتا اور اس کے روبرو فائدہ

Marfat.com

حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھتا ہے اور اس کے اوضاع واطوار، عبادات وعادات اور معاشرات ومعاملات کو غور سے دیکھتا ہے تو پھر بے شک اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مزاج دانی اور مرض شناسی کے سلیقہ پر غور کرتا ہے اور مناسب اور غیر مناسب اور پسندیدہ وناپسندیدہ کی اسی سلیقہ سے امتیاز کرتا ہے۔ اور اس کے محلِ کلام سے آگاہ ہو کر مقامات ومواردِ کلام کو بخوبی جاننے لگتا ہے۔ بہت سے معانی ایسے ہیں جنکا حصول عرفِ نفس کلام سے نہیں ہوتا۔ اور جب ماضی ومستقبل کو دیکھا جاتا ہے اور متکلم وسامع کے کلام کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو وہی معانی کلام کا مفہوم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ عاقل ہمنشیں کو اپنے رئیس کے مقامات میں ملکۂ اجتہاد حاصل ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ جب ان بزرگوں کے پیرو اور طالبانِ صادق احکام رب العالمین کے بارہ میں اُن کی نہایت درجہ کی استقامت اور دین متین کے حقوق کی ادائیگی میں کمال درجہ کی سبقت اور بلند ہمتی کا حال دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں بھی نہایت درجہ رغبت پیدا ہوتی ہے اور ان کا وعظ وکلام اور بیان ان کے تہِ دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ اور جو شخص کہ دوسروں کو کسی امر کی دعوت دے اور اپنے آپ کو اس کا عامل نہ بنائے تو سننے والے اس کے کلام کو افسانۂ بے مغز سمجھتے ہیں اور ان کے مضامین کو ایک شعر بازی جانتے ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ انھم یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ (شعرا) (وہ وہ بات کہتے ہیں جس پر خود عامل نہیں) ان کے حال کا اظہار کرتی ہے اور اسی واسطے قرآن پاک میں بے عمل واعظوں پر بہت ملامت کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:-

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (البقرہ)	لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو اس کے عمل سے بھلا دیا ہے حالانکہ تم کتاب اللہ پڑھتے ہو۔ کیا تم خود نہیں جانتے۔

اور فرمایا:-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ	اے ایمان والو! تم جو خود نہیں کرتے وہ لوگوں کو کیوں بتاتے ہو۔ یہ اللہ کے نزدیک

Marfat.com

تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ (صف) | بڑا گناہ ہے کہ جو خود نہ کرو وہ دوسروں کو بتاؤ۔

اس واسطے کہ بے عمل واعظ طالبِ حق کے لئے سدِّ راہ ہے۔ کیونکہ کلامِ حق پر خود عمل نہ کرنے کے سبب لوگوں کی نظر میں کلامِ حق کو بے اعتبار کرتا ہے۔ جب خود ہادی عمل کرنے میں پورا ہو اور رنج و غم برداشت کرنے میں لوگوں سے سبقت کرے تو بیشک لوگ بھی اس کے اتباع میں بقدرِ استطاعت کوشش سے نہیں ہچکچاتے اور اپنی کم ہمتی کے عیب کو جوں توں کر کے تکلف سے چھپانا چاہتے ہیں۔ جبکہ وہ میرِ قافلہ کو آگے آگے چلتا دیکھتے ہیں تو وہ آپ بھی کشاں کشاں ان کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اسی واسطے حق جل وعلیٰ پہلے اپنے انبیاء کو ہی تبلیغ کے کام پر مامور فرماتا ہے اور پھر اس کے بعد دوسروں کو اس کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (النساء) | اللہ کے راستہ میں خود جنگ کرو نہیں ہے تکلیف کا ذمہ مگر تیری اپنی جان کا مومنین کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دلا۔

یہی ادراک فیضِ صحبت کی ظاہر اصورت ہے۔ اور فیضِ صحبت کی حقیقت کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح گلشنِ ملکوت کا ایک گلدستہ اور آتشِ جبروت کا ایک تند شعلہ ہے۔ پس جیسا کہ کسی محفل میں گلدستہ رکھا جاتا ہے اور حاضرینِ مجلس ہر طرف سے اس کی طرف دیکھتے ہیں تو بے شک اس کی دلاویز خوشبو ہر ایک کے دماغ میں پہنچتی ہے۔ اور روح کو فرحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اگر کسی کو زکام کا غلبہ ہو تو وہ اس کی لذت کے ادراک سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی محفل میں شمع روشن ہو تو اس کا نور ہر کس و ناکس تک پہنچتا ہے۔ اگر شیشہ سامنے ہو تو وہ بھی اسی کے نور سے تابناک ہو جاتا ہے بلکہ یہاں تک چمکنے لگتا ہے کہ وہ خود بھی دوسروں پر روشنی ڈالنے لگتا ہے۔ اگر آئینہ نہ بھی ہو تو بھی وہ چیز ظلمت سے گھپ نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تمام محفل نور سے پُر ہے اور ہر شخص اس کے دیکھنے سے مسرور مگر جو کوئی اندھا ہے وہ اس کی نور افشانی سے ضرور بے بہرہ رہتا ہے۔ اسی طرح ان بزرگوں کے ہمنشینوں کا دل لذتِ صحبت سے مسرور

Marfat.com

اور قوتِ ایمانی سے معمور رہتا ہے۔ جو نور اُن کے دلوں میں ہدایت کے انوار سے چمکتا ہے اس کا عکس ہمنشینوں کے دلوں کو آرائش دیتا ہے۔ عظمت اور کبریائی کی بجلیاں ان کے دلوں میں چمکتی ہیں تو ان کے ہمنشینوں کے دل ڈر اور ہیبت سے کانپتے ہیں۔ تفرید و تجرید کی آتش ان کے دلوں میں روشن ہوتی اور ہمنشینوں کی بشریت کی آلائش کو اس سے جلا ہوتی ہے۔ ابرِ رحمت ان پر برستا ہے اور ہمنشینوں کے پودے اس سے برگ و پھل لاتے ہیں چنانچہ یہ معنی متعدد احادیث میں مذکور ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ تکون عندك تذكرنا بالنار والجنة كانا رای عین فاذا خرجنا من عندك عافسنا الازواج والاولاد والضيعات نسينا كثيرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذی نفسی بيده لو تدومون علی ما تكونون عندی وفی الذكر لصافحتكم الملائكة علی فرشكم وفی طرقكم۔ (جب ہم آپ کی صحبت میں ہوتے ہیں اور آپ ہمیں دوزخ جنت کا ذکر سناتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں اور کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم اسے بھول جاتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا حال ہمیشہ وہی رہے جو میرے پاس اور ذکر کرنے میں ہوتا ہے تو راہوں اور بستروں پر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے) اور روایت ہے: قال اتی رسول الله صلعم اعرابی وقال جهدت الانفس وجاع العيال ونهكت الاموال وهلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك علی الله ونستشفع بالله عليك فقال النبی صلی الله عليه وسلم سبحان الله سبحان الله فما زال يسبح حتی عرف ذلك فی وجوه اصحابه۔ (یعنی کہا گیا ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا ہماری جانوں پر تنگی ہے اور اہل و عیال بھوکے مر رہے ہیں اور مال کم ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے پس آپ اللہ سے ہمارے لئے مینہ مانگئے۔ ہم تمہاری سفارش اللہ پاک کے پاس لے جاتے ہیں اور اللہ کی سفارش

Marfat.com

آپ کے پاس لاتے ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا سبحان اللہ سبحان اللہ، اور اس قدر تسبیح کی کہ اس کا اثر صحابہ پر ہوا) الحدیث

ایک اور روایت ہے عن بعض الصحابۃ انہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الیٰ مقبرۃ فجلس فجلسنا حولہ وکان علیٰ رؤسنا الطیر وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار عباد اللہ من اذا رأوا ذکر اللہ (بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں بیٹھ گئے اور ہم بھی گرداگرد خاموش بیٹھ گئے حتیٰ کہ جانور ہمارے سروں پر آ بیٹھے اور نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں سے بہتر وہ بندہ ہے کہ جب اسے دیکھیں تو اللہ یاد آجائے)

ایک اور روایت ہے: ورُوِیَ عن صحابۃ انہم قالوا کنا ندفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بایدینا والایمان یطیر من قلوبنا۔ (بعض صحابہ نے کہا کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے دفن کر رہے تھے تو ایمان ہمارے دلوں سے اُڑا جا رہا تھا)

الغرض یہ ہدایت جو فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے، ایک لمبا چوڑا ذکر ہے کہ اس کی تفصیل ان چند اوراق میں مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ بنا برین ان چند کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس قدر مسئلہ پر تو اجماع ہے کہ صحابہ کبار اگرچہ بعض ان میں سے مرتبہ اجتہاد اور منصب ولایت تامہ نہ رکھتے تھے لیکن اُمت سے افضل ہیں۔ اسی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر صاحب کمال کے ہمنشین اس صاحب کمال کے تمام متبعین سے افضل ہیں پس وہ ہدایت جو فیض صحبت سے حاصل ہوتی ہے بالضرور وہ دیگر اقسام سے افضل ہے۔

(۴) خرقِ عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ رب العزت اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے کوئی امر ظاہر فرما دیتا ہے کہ جس کا ظہور ان سے ناممکن معلوم ہوتا ہے خواہ اس چیز کا ظہور کسی اور شخص سے ممکن ہی ہو۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ بعض چیزوں کا وجود قانون الٰہی کے موافق ان کے اسباب و آلات پر موقوف ہوتا ہے۔ پس جو کوئی ان چیزوں کے اسباب و آلات حاصل رکھتا ہے اس سے ان چیزوں کا ظہور خرقِ عادت سے نہیں ہے۔ اور جو کوئی ان کے اسباب و آلات نہیں رکھتا اگر اس سے اس کا

Marfat.com

ظہور ہو تو یہی خرقِ عادت ہے۔ مثلاً اگر کاتب لکھے تو یہ خرقِ عادت نہ ہوگا اور اگر اُمّی آدمی لکھے تو یہ خرقِ عادت ہوگا۔ اور اوزاروں سے کسی کو قتل کرنا یہ خرقِ عادت نہیں ہے۔ مگر صرف دعا سے کسی کو مار ڈالنا یہ خرق عادت ہے۔

پس اس بیان سے واضح ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر خرقِ عادت طاقتِ بشری سے باہر ہے بلکہ اسی قدر لازم ہے کہ صاحبِ خارقہ سے اس چیز کا ظہور فقدان آلات و اسباب کی جہت سے خلافِ عادت ہو۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ ان کا اظہار مقبولانِ خدا سے خارقِ عادات سے سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے فعل بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جادوگروں اور اہل طلسم سے ممکن الوقوع ہوتے ہیں۔ پس جس وقت کہ ایسے واقعات کے دیکھنے سے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ سحر و طلسم کی مہارت نہیں رکھتا تو پھر ایسے خوارق اس کے صدق کی شہادت دیتے ہیں اور اسی واسطے مائدہ کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ بہت سے جادوگر نفیس اشیاء از قسم میوہ جات و شیرینی وغیرہ شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے اور اپنے دوستوں اور ہمنشینوں میں فخر کرتے ہیں۔ مگر ان کو جادو ہی کہا جائے گا برخلاف اس کے حضرت عیسیٰؑ سے ایسا ہونا معجزہ سمجھا گیا۔

جب خرق عادت کے معنی ظاہر ہو گئے تو یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ معجزات کا ظہور کیوں ہوتا ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ خرقِ عادات کا ظہور بالذات اسبابِ ہدایت سے نہیں ہے خواہ وہ بعض نیک بختوں کے لئے اتفاقاً ہدایت کا سبب ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ظہور بالذات ہونا اتمام حجّت اور برائے خاموش گردانیدن مخالفین و الزام مجادلین ہے اور گستاخ و شوخ چشموں کی تادیب ہے اور پُرخشم دشمنوں کی تخویف کے لئے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ (بنی اسرائیل)

اور ہم نشانیاں اور کسی غرض کے لئے نہیں بلکہ ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

کیونکہ ظاہر ہے کہ ہدایت کے معنی وہ نور ہیں جو رحمت الٰہی سے ازلی نیک دلوں میں مینہ کی طرح برستا ہے۔ اور اس کو محبوب حقیقی کی محبت اور معبود تحقیقی کی اطاعت کے لئے

Marfat.com

برانگیختہ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی محبت میں جان و مال کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی اطاعت میں بہت تیز دوڑتا ہے۔ یہ بات معجزات کے ظہور کے مشاہدہ سے بہت کم حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص مناظرہ و مجادلہ میں ملزم و لاجواب ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں محبت اور اخلاص بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ ہاں حیران و سرگردان اور دست و پا گم کردہ راہ سالکت ہو جاتا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ معجزات کا ظہور کبھی کبھی اچھا ہے ہر دفعہ اس کا ظاہر ہونا لوازم ہدایت سے نہیں۔ اور نیز واضح ہوا کہ اگر کسی سے معجزات ظہور ہوئے اور مشاہدہ کرنے والوں سے کسی کو ہدایت نہ ہوئی تو اس کے منصب کے نقصان کا باعث نہ ہوگا۔ اور یہ بات کہ یہ معجزات کیونکر حادث ہوتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ حق جل و علیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے مقبولوں سے کسی مقبول کی تصدیق کے لئے عالم تکوین میں عجیب و غریب تصرّف کرتا ہے نہ یہ کہ خرق عادات کی طاقت کو اس مقبول میں ایجاد کر دیتا ہے یا اس کو اس کے اظہار کے لئے مامور کر دیتا ہے۔ حاشا و کلّا عالم تکوین میں تصرّف کی قدرت صرف خاصہ قدرت ربّانی ہے نہ کہ قدرتِ انسانی۔

(۵) اظہار دعوت کا بیان یہ ہے کہ حق جل و علیٰ اپنی حکمت کاملہ سے ان مقبولان بارگاہ کو مختلف مزاج لوگوں کی تربیت کا سلیقہ اور فصیح کلام اور بیان بلیغ کی قوت مقدمہ ہدایت، ایضاحِ تقریر اظہار ما فی الضمیر کے باب میں عطا فرما دیتا ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا وَاٰتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص) ہم نے اس کو حکمت اور فصل خطاب عطا فرمایا۔

حکمت سے مراد یہی تربیت کا سلیقہ ہے۔ اور فصل خطاب کے معنی بیانِ بلیغ ہے۔ اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے۔

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ (النساء) | ان کے نفسوں سے بلاغت سے بات کرو۔

لیکن غور کرنا چاہئے کہ ہادیانِ مبعوث کی دعوت اور طرح ہوتی ہے اور دانشمندان فنون کی تعلیم اور طرح۔ ان کے درمیان تمیز کرنا دو طرح پر ہے۔ اوّل یہ کہ ان کی دعوت کا

59829

Marfat.com

کلام محاورات اہلِ عرف پر جاری ہوتا ہے جو کہ اپنے معاملات و مکالمات میں اس کو استعمال کرتے ہیں اور دانایانِ علمِ کلام و مصنفانِ کتب کی اصطلاحات پر جاری نہیں ہوتا کہ اپنی تحریر و تقریر کو اس کی بنا پر کریں۔ بہت سے مجازات ہیں جو حقیقت اور اصلیت کی نسبت مشہور محاورات میں زیادہ تر رائج ہوتے ہیں اور بہت سی قیود اتفاقی ہیں نہ کہ احترازی۔ اور بہت سے تکرار ہیں جو محض تقریر و تاکید کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ مضمون جدیدہ کے فائدہ کے لئے اور بہت سے مضمون ہیں کہ ان کے جزو سے بھی معانی نکل آتے ہیں اور ان سے کسی قدر قرائن حالیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور بہت سے کلمات ہیں جو اپنی اصلیت سے نکل کر اور غلط العوام ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر رائج ہو جاتے ہیں اور انہی کے رائج طریقہ سے کلام کرنا فصیح معلوم ہوتا ہے اور اصلی قانون غیر فصیح ہو جاتے ہیں۔ الحاصل ان کی کلامِ دعوت کو تقریر و خطاب سے جاننا چاہیئے نہ کہ اسے تصنیفِ کتاب کا قانون سمجھا جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تربیتِ قوم کے باب میں ان کا حال مہربان باپ کی طرح یا دانش مند استاد کی طرح ہوتا ہے۔ کہ اپنی تربیت کی نظر کو بیٹے کے حال کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ جب کوئی غیر مناسب بات اس سے ظاہر ہو جائے۔ تو اسے محبت یا انس کے طریقہ سے یا ادب و سختی سے یا مشورہ و صلاح کے ڈھنگ سے یا طبیعت و مزاج کے رنگ سے یا کنایہ و اشارہ کے طریقہ سے یا مناسب حال اشعار کی شعر خوانی سے یا بیان مثالی سے مثال دے کر یا گزشتہ انسانوں کے ضمن میں یا سخت وعید سے (غرض جس طرح سے ممکن ہو) اس نامناسب بات سے آگاہ کر دیتے ہیں اور اسی طرح سے جب اسے عمل مستحسن کرتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے طریقہ سے اسے ناواقف پاتے ہیں۔ تو اس کو اس کی ادائگی کے طریقوں سے خبردار کر دیتے ہیں۔ یا اس طرح بتاتے ہیں کہ اس کے روبرو فعل کو احسن طور پر ادا کرتے ہیں تاکہ اسے دیکھ کر اس کے اصول سے آگاہ ہو جائے۔ ان کی کلام کے اقسام، فضیلت کا ایک جزو ہوتے ہیں پس ان سے دعوت تو اسی طریقہ سے ظاہر ہوتی ہے لیکن درسگاہوں کے معلموں کی طرح نہیں ہوتی جو تدریس علم

Marfat.com

کے لئے ایک وقت مقرر کر دیتے ہیں اور اسی خاص وقت پر بیٹھ کر ابواب احکام کی تعلیم کے باب میں طہارت یا صلوٰۃ و زکوٰۃ کے مسائل کا دورہ کرتے ہیں اور اسی قسم کے مسائل کو اس مجلس میں خواہ فرضی ہو یا واقعی مسلسل طور پر شمار کرتے ہیں۔ یہ طریقہ دانش مندوں کا ہے، تربیت کنندوں کی روش نہیں ہے۔ ان کی دعوت کا فائدہ ان کے فیضِ صحبت سے مربوط اور ان کے کلام کا کامل نفع ان کی بہت سی ملازمت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کتاب کے نکات اور تکلفات کے خطاب ان سے بہت کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اُمّی ہونے کی شان ان پر غالب ہوتی ہے اور تصنّع و تکلف کا نشان ناپید۔ ان کی نظروں میں سادگی پسندیدہ ہوتی ہے اور بے تکلفی سے رغبت رکھتے ہیں۔

نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ ان سے دعوت دو طرح سے ظاہر ہوتی ہے۔ اوّل بیان حکمت۔ دوم کلام موعظت۔ بیان حکمت کے یہ معنی ہیں کہ اللہ رب العزت اپنی خاص رحمت سے قوت بیان ان میں اس طرح عنایت فرما دیتا ہے کہ مافی الضمیر کے مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں اور دلائل و براہین سے اس طرح ظاہر کرتے اور مقاصد کی تہ کو تمثیلات و تشبیہات کے طریقہ سے اس طرح روشن کرتے ہیں کہ ان کا مدّعا سامعین کی نظر میں یہاں تک ظاہر ہو جاتا ہے کہ معقول معانی محسوس صورت کی طرح ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس کی صورت ہُو بہُو سامعین کے صفحۂ خیال پر منقش ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہر سامع کے تہِ دل سے ان کی حقیقت کی گواہی ظاہر ہوتی ہے اور ہر سلیم الوجود کے دل کو ان کے صدق سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ہر صاحب عقل کی عقل انہیں پسند کرتی اور ہر صاحب خیال کا خیال ان کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اگرچہ بہت سے سامعین اپنی ہٹ دھرمی سے انہیں منظور نہیں کرتے اور تعصّب کے سبب سے اپنی زبان سے ان کا اقرار نہیں کرتے لیکن دل سے وہ بھی جانتے ہیں کہ حق انہی کی طرف ہے اور تکبّر و تنجّر خود ان میں اپنے میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ (النمل)	انہوں نے اس کا انکار کیا مگر ان کے دلوں کو یقین تھا کہ ظلم اور تکبر سے انکار کیا ہے۔

Marfat.com

کلامِ موعظت کا بیان یہ ہے کہ اکثر اوقات غافلوں کی بیداری اور جاہلوں کی آگاہی اور پست ہمتوں کی چالاکی کے لئے شوق آمیز اور وجد انگیز کلام، محبت الٰہی کا بیان، وسعتِ رحمت اور شدّتِ غضب کا ذکر یا اُن معاملاتِ راز و نیاز کا بیان جو اللہ عزوجل اور اس کے بندوں کے درمیان ہوں، سلف و خلفِ زمانہ کی گردش، سکھ اور دُکھ کے معاملات کی تفصیل اور برزخ و قیامت اور دوزخ و بہشت کے احوال اور ان کی مانند حالات سناتے ہیں تاکہ سامعین کے دل میں اُمنگ اور جوش پیدا ہو کر اس سے قسوتِ قلبی زائل اور رقّتِ قلبی حاصل ہو۔ اگرچہ ایسے کلمات ہر زمانہ میں واعظوں کی زبان سے صادر ہوتے ہیں لیکن واعظوں کا مقصد اسی حد تک ہوتا ہے کہ گریۂ جاں سوز و نعرہ ہائے جگر گداز، وجد و اضطراب اور پیچ و تاب کی حالت حاضرینِ مجلس سے ظاہر ہو اور انبیاء علیہم السلام کا مقصد یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بندگانِ خدا کو احکام رب العزّت میں مقام الطاعت و فرمانبرداری کے وسیلہ کا رسوخ پیدا ہو۔ تاکہ ان کے تہذیب و اخلاق اور اصلاح اعمال کا باعث ہو۔ اسے موعظت حسنہ کہتے ہیں۔

کبھی کبھی یہ لوگ مقامِ دعوت میں ایک تیسرے طریقہ کو بھی استعمال میں لاتے ہیں اور وہ جہاد ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ کبھی جنگِ دشمن کو عام فہم لطیفہ اور ظریفانہ نکات سے ساکت کرتے اور مورد الزام گردانتے ہیں۔ گو اس سے اصل حقیقت آشکارا نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (النجم)	کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ بیٹیاں۔ یہ بانٹ تو بہت بُری ہے۔

اگرچہ باری تعالیٰ سے اولاد کی نسبت کرنا سراسر باطل اور محال ہے لیکن بہت سے مخالفین اس ذات سبحانہٗ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے بیٹوں کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس لئے اس لطیفہ سے انہیں خطاب کیا گیا۔ اگرچہ اکثر ظریف لوگ ایسے لطیفوں کو اپنے درمیان بکثرت استعمال کرتے ہیں لیکن اس میں ایک قسم کی مضرت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظریف کو لطیفہ گوئی اور نکتہ سنجی کے وقت دین و ایمان اور رعایتِ ادب

Marfat.com

کے طریق کا خیال تک نہیں رہتا۔ بلکہ ہر لطیفہ جو مناسب حال دیکھتا ہے بلا تکلف اسے زبان پر لاتا ہے اور اسے اپنا عین کمال جانتا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حفاظتِ دین و رعایت ادب کے ساتھ ہی دشمنانِ دین کا اسکات کرتے ہیں اور بس۔ اس کو جدال حسنہ کہتے ہیں۔

انبیا علیہم السلام انہی تینوں طریق کے استعمال کے لئے مامور ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ (النحل)	اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے انہیں بلاؤ۔ اور ان سے احسن طریقہ سے جھگڑا کرو۔

اور بہت سا جدل فی الحقیقت دعوت الی الحق سے نہیں ہے لیکن اس کے لواحق اور توابع سے ہے۔ اسی لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا اور دعوت کے تحت میں نہیں کیا۔ اور ان ہر سہ طرق دعوت کو ایک رشتہ میں نہ پرویا۔ ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة والجدال الحسن۔ پس اس طریقہ اور گزشتہ دونوں طریقوں کی امتیاز بخوبی واضح ہوگئی۔

پنجم سیاست

واضح ہو کہ یہاں سیاست سے مراد اصلاح معاش و معادِ بندگان کے قوانین اور امامت و حکومت کے آئین ہیں۔ پس سیاست کا مقصود اپنی حکمرانی اور ان کے لئے معاش اور معاد میں نفع رسانی سے لوگوں کی اصلاح ہے نہ کہ اپنے لئے ان کے خدّام سے نفع حاصل کرنا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سیاست دو وجہ سے ہے۔ اوّل سیاستِ مربّیانہ۔ دوم سیاست امیرانہ۔ مثلاً کسی شخص کی خواہش ہے کہ ایک لڑکے کو ہنر اور ادب سکھائے اور اسے ایسا مہذّب و مؤدب بنائے کہ اس میں ایسے سپاہیوں کے زمرہ میں داخل ہونے

Marfat.com

کی استعداد پیدا ہو جائے جو سخت معاش اور جفاکش ہوتے ہیں اور دشت پیمائی اور کوہ نوردی ان کا کام ہوتا ہے اور دُور و دراز منازل طے کرنے اور بلند و پست منازل بے نان و آب قطع کر جاتے ہیں اور آفتاب کی گرمی کی شدّت میں بغیر آرام اور نیند کے بسر کر سکتے ہیں۔ ملازمت بادشاہی کی لیاقت رکھتے اور آداب و تعظیم کی بجا آوری کے طریقے جانتے ہیں اور ہیئت تعظیم (یعنی ایک مدت تک سرنگوں اور خاموش و دست بستہ کھڑے ہونا) کو خوب سمجھ لے۔ پھر اسے اس کام پر مامور کرتا ہے کہ میرے گھوڑے کی خدمت کر اور اس کے لئے چارہ لا اور بوقتِ حاجت اسے دانہ پانی دے، اسے مالش کر، اس طریقہ پر اس پر زین رکھ اور یوں لگام دے اور رکاب اتنی دراز کر وغیرہ۔ اور اسی طرح حکم دیتا ہے کہ میرے روبرو تعظیم و تسلیم اس طرح ادا کر اور ایک مدّت تک دست بستہ کھڑا رہ اور سر کو اونچا نہ کر اور تیز نظر سے مجھے نہ دیکھ اور میرے روبرو سخت کلامی اور بیہودہ بات مت کہہ پس جبکہ وہ لڑکا اپنے مربّی کے حکم کے مطابق چلیگا تو مربّی اُسے تحسین و آفرین کریگا۔ ورنہ بصورت دیگر عتاب و نفرین کرے گا اور ہاتھ اور زبان سے تکلیف دے گا اسے ان تمام اُمور سے اس کی تربیت مقصود ہے نہ کہ اپنی ذاتی خدمت لینا۔ لہٰذا دیگر حاجات کا سرانجام جو اس لڑکے کی تربیت سے متعلق نہیں اس کے سپرد نہ کی جائیں گی مثلاً روٹی پکانا، کپڑا سینا، مویشیوں کو چرانا، کُتّے کی حفاظت وغیرہ ہرگز یہ خدمات اس کے سپرد نہ کی جائینگی اور نہ ان کے سرانجام کی تکلیف دی جائے گی پس میں اس تربّیت کو سیاستِ مربّیانہ کہتا ہوں۔

اگر کوئی شخص کسی کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکھے اور مذکورہ امور یا کسی اور خدمت پر اُسے مامور کر دے۔ اگر اس نوکر سے کوئی قصور ہو جائے تو اس کو سزا دیتا ہے پس جیسا کہ لڑکے کی تادیب صورت اوّل میں اس قصور و آوارگی کے لئے سدِّباب ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسری صورت میں اسے سزا دینا اس کے سابقہ ضرر کے انتقام کی بنا پر ہے بسبب اس کے کہ وہ خدمات میں کوتاہی کرتا ہے۔ اسی طرح رعایا کا بندوبست اور انتظام اور مخلوق کی تادیب کی بناء ان کی تربیت پر ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے

Marfat.com

معاملات کا انتظام درہم برہم ہوجائے۔اور وہ بسبب بے انتظامی کے سرگردان و بے سرو سامان ہوجائیں۔

پس جو چیز کہ معاملات معاش کے انتظام یا نجاتِ آخرت کے حصول میں دخل رکھتی ہوگی، امر و نواہی کے خیال سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی مداہنت میں اس کو سزا دیتے ہیں اور جو چیز کہ ان ہر دو سے تعلق نہ رکھتی ہو اس کی طرف خیال نہیں کرتے۔اور اپنے حکم کے اظہار کی بنا پر بے فائدہ امور میں لوگوں کو تنگ نہیں کرتے۔اسی طرح محض اپنی امتیاز کے لئے لوگوں کو لباس اور طعام و کلام میں اپنے ساتھ مشابہ ہونے سے مانع نہیں ہوتے اور اپنی طرح بیٹھنے اُٹھنے اور کہنے سننے اور دیگر عادات و معاملات میں بشرطیکہ ان کے حق میں معاش و معاد میں مضر نہ ہو باز نہیں رکھتے۔ اور حتی المقدور تربیت کے اُن امور کو جو ہدایت کے طریقہ میں بیان ہو چکے ہیں ہاتھ سے نہیں دیتے۔اگر حصول تربیت ہدایت کے طریقہ سے ناکام ہو تو فوراً سیاست کی نوبت پہنچاتے ہیں۔ان کی سیاست میں ان کی ترغیب زجر و لطف سے ظاہر ہوتی ہے۔اوّل آئینِ سیاست کی تکالیف کو اپنی جان پر گوارا کرتے ہیں۔بعد ازاں ان کو بجبر و اکراہ اس کی طرف لے جاتے ہیں۔ہم اسے سیاست ایمانی کہتے ہیں۔

کبھی لوگوں کو محکوم کرنے سے اپنی ذات کے لئے کوئی نفع حاصل کرنے کی غرض سے سیاست ہوتی ہے۔مثلاً بہت بڑے خزانہ کا جمع کرنا جس سے طعام، لباس اور عمارات اور ہتھیار وغیرہ میں تکلف ظاہر ہو۔یا اُن کی ذات کے لئے شہنشاہی فرمانروائی اور کشور کشائی کا حصول مدِّ نظر ہو یا دشمنِ ناہنجار کو زیر و زبر کرنے کے واسطے لشکر جرار و خونخوار جمع کرنا مقصود ہو یا عزت اور دبدبہ کی زیادتی کے لئے اپنے بنی نوع میں محض حصول امتیاز کا خیال ہو۔وغیرہ۔پس سیاستِ افرادِ انسان سے ان کا مقصود صرف ان کے حال کی اصلاح ہی بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ اطاعت اور رفاقت اختیار کریں تاکہ ان کی مدد سے اسے اپنے ذاتی اغراض نفسانی حاصل ہوں۔ سو مذکورۃ الصدر امور میں اس سیاست کا حال سیاستِ اوّل کے برعکس ہے۔

Marfat.com

اور ہم اسے سیاست سلطانی کہتے ہیں۔

پس یہاں مقامِ ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام میں وہی سیاست ایمانی مقصود ہے نہ کہ سیاست سلطانی۔ پس میں کہتا ہوں کہ سیاست ایمانی کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل بنی آدم کے معاملات معیشت کی اصلاح کا انتظام اور ان کی اجمالی صورتوں کا اہتمام اس کے متعلق ہے۔ اس کو سیاستِ مدنی کہتا ہوں مثلاً بیع و شراء و شراکتی معاملات اور قضاء و دعویٰ و شہادت وغیرہ کے احکام۔ دوم بناء دین کی پاسداری اور ملّت کی خدمت گذاری۔ مثلاً قتال کفار، اہانتِ مُبتدعین، الزامِ جزیہ و خراج بذمہ ذمّیین وغیرہ میں اسے سیاست ملّی کہتا ہوں۔ یہ دونوں قسمیں خود دو دو قسموں پر منقسم ہیں۔ اوّل یہ کہ بعض افعال میں سیاست جاری ہو کہ فلاں فعل ان سے مطلوب ہے اور فلاں ممنوع۔ اسے میں سیاست افعالی کہتا ہوں۔ دوسری یہ کہ خرچ اموال میں سیاست جاری ہو یعنی اس قدر مال بیت المال میں پہنچانا چاہیئے تاکہ بنی آدم کی حاجات اس سے پوری کی جائیں یا دین و ملّت کی خدمت گذاری میں صرف ہو۔ اس کو میں سیاست اموالی کہتا ہوں۔

پس گویا سیاست ایمانی کی چار قسمیں ہوئیں: اوّل سیاستِ مدنی افعالی۔ دوم سیاست مدنی اموالی۔ سوم سیاست ملّی افعالی۔ چہارم سیاست ملّی اموالی۔

پس یہاں انہی چار قسموں سے نمونۃً ذکر کیا جاتا ہے:

قسم اوّل ان معاملات کے تعیّن کے واسطے ہے جو بنی آدم کے مابین جاری ہیں۔ مثلاً نکاح کا تعیّن مع بیان ارکان و شروط و لوازم مثلاً ایجاب و قبول و حضور شہود اور وجوب مہر وغیرہ۔ اور ایسے ہی طلاق و عتاق، نسب و ولادت، حضانت و وراثت، نفقات ذوی الحقوق اور بیع و شریٰ، سود و تجارت و شراکت و اجارہ، عاریت و مضاربت و مضارعت، قضا و شہادت و دعویٰ اور انکار و اقرار اور قسم اور انکار، شفعہ، جنایات اور غصب و حدود و تعزیرات، بغاوت و فساد وغیرہ کے احکام۔

قسم دوم یہ ہے کہ بیت المال میں مال کے حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کا

Marfat.com

انفاق کیونکر؟ مثلاً زکوٰۃ نقود و مالِ تجارت اور سوائم کا لینا اور عشر اراضی کا تعیّن، اس کی مقدار اور اس کے نصاب کا تعیّن اور مصارف کے بیان پر مشتمل ہے۔

قسم سوم۔ ملّت حقہ کی اغیار سے حفاظت کا طریقہ اور اس کی حمایت اور ملّتِ باطلہ کی اہانت کے طریق اور اس کی بیخ کنی کے بیان میں مثلاً جہاد کرنا، ابطالِ کفر، رسوم جاہلیت، اقسام بدعت و منہیات و فواحشات اور ظہورِ فسق اور لہو و لعب وغیرہ کا سدِّ باب کرنا، تعمیرِ مساجد کی تاکید اور معابد کی ترمیم اور جمعہ و عیدین کی اقامت اور امامانِ مساجد و مؤذن، قاضیوں اور محتسبوں وغیرہ کے مقرر کرنے پر مشتمل ہے۔

قسم چہارم۔ غنیمتوں کے احکام و تعیین خمس و وضع جزیہ و خراج وغیرہ پر مشتمل ہے۔

جبکہ سیاست ایمانی کے اقسام مذکور ہو چکے تو اب سمجھ لینا چاہیئے کہ مطلق سیاست ایمانی خواہ اعمال ہوں۔ خواہ سیاست اموالی ہو یا مدنی ہو خواہ ملّی۔ یہ چند سلیقوں کے بغیر تکمیل نہیں پا سکتی۔ یا تو صاحبِ سیاست ان تمام سلیقوں سے موصوف ہو یا ان تدابیر کے ذرائع کو اپنے حضور میں جمع رکھے اور ان کو اپنے تابع بنائے۔ ہر چند یہ سلیقے بہت سے ہیں لیکن ان کے اصول پانچ ہیں: اوّل فراست۔ دوم امارت۔ سوم عدالت۔ چہارم حفاظت پنجم نظامت۔

(۱) فراست سے مقصود مردم شناسی ہے کہ قرائنِ حالیہ و مقالیہ اور رفتار و گفتار میں صادق و منافق میں تمیز کر سکے۔ خیر خواہ و بدخواہ، طماع و مخلص، خائن و امین، پست ہمت اور تنگ حوصلہ و بلند ہمت و فراخ حوصلہ میں امتیاز کر سکے اور ہر ایک کی عقل و دانائی کو اپنے فراست کے ترازو میں وزن کر لے کہ کون آدمی کس خدمت کے لائق اور کون کس منصب کے موافق ہے۔

(۲) امارت سے مقصود لشکر کشی اور دشمن کشی کا سلیقہ، صلح و جنگ کی تدابیر، معرکہ آرائی اور عربدہ پیرائی و مخالف کی شان کو توڑنا ہے خواہ وہ مخالف بہیئت اجتماعی مسلمان ہی ہو۔ مثلاً باغی، فسادی اور رہزن۔ خواہ اس کی ملّت کے مخالف ہو مثلاً کفار و لشکر کفار۔ پس بالضرور امیر کو صاحب شجاعت و قدر دانِ شجاعت ہونا چاہیئے اور خود صاحبِ صولت

Marfat.com

وسطوت ہو اور جرأت و استقامت رکھتا ہو تاکہ اپنے ہمراہی بزدل کو دلاور بنائے اور مخالف دلاور کو بزدل بنا سکے۔

(۳) عدالت سے مقصود خصومات کے فیصلہ کا سلیقہ ہے جو بنی آدم کے درمیان وقوع پذیر ہوں۔ پس لازم ہے کہ امیر کو خدا شناس اور قانونِ عدل و انصاف کے تابع ہونا چاہیئے۔ غنی و فقیر، رذیل و شریف، قریب و بعید اور دوست و دشمن کی پاسداری نہ کرے بلکہ ان تمام کو انصاف و عدالت کی رُو سے ایک نظر سے دیکھے اور اس معاملہ میں ان سب سے پہلوتہی کرے۔ نیز ایسے صاحب عقل و فراست ہونا چاہیئے کہ نظر سے ہی حق گو اور باطل گو کے کلام میں امتیاز کرے۔ راست باز کو سخن ساز سے اور سادہ لوح کو حیلہ باز سے شناخت کر سکے۔ نیز ایسے محنت کش اور فراخ حوصلہ ہونا چاہیئے نہ کہ نازک طبع و سہل انگار کہ بسبب تکاسل کے حق جوئی سے رہ جائے اور اہل خصومت کی قیل و قال سے دل تنگ ہو جائے۔

(۴) حفاظت سے مراد فسق و فجور، تعدّی و جور اور مفسدین کے فساد و ملحدین اور مبتدعین کی رخنہ اندازی کے سدِّ باب کا سلیقہ ہے۔ پس محافظ کو دانشور اور دلیر، صاحب حمیتِ اسلامی و غیرتِ ایمانی و خیر خواہ صالحین اور بدخواہ مفسدین ہونا چاہیئے تاکہ زنا و شراب خواری، قمار بازی، ندامیر نوازی کا مانع اور ان کے رواج کو توڑنے والا ہو۔ اور محافلِ طرب و نشاط اور مجالسِ مزاح و انبساط کو منہدم کرے۔ طلائی و نقرئی عمارات کی ممانعت کرے۔ اور مردوں کو عورتوں و امرؤں کے اختلاط سے باز رکھے۔ طعام و لباس اور رسومات شادی و ماتم کے تکلف و اسراف سے محفوظ رکھے۔ ضعیف مسلمانوں کو متعدیانِ جفاکیش کی ایذا مثلاً تہمت، سب و شتم، قتل و ضرب، چوری، غارت، خیانت اور غصب وغیرہ سے محفوظ رکھے اور بدعات مثلاً قبر پرستی، رسوماتِ جاہلیت، اعمالِ سحر و طلسم اور نجوم غیر شرعیہ کی تعلیم اور اہل سنت والجماعۃ سے غیر مذاہب کے شیوع و مشتبہ تقاریر سے جیسے ملحد و زندیق لوگ کرتے ہیں تشبّہ بکفار کے اظہار سے مخالفت کرے۔

حفاظت کا منصب فی الحقیقت دو طرح پر ہے۔ اوّل ظلم و تعدّی کا سدِّ باب۔

Marfat.com

اس کے صاحب کو کوتوال کہتے ہیں۔ دوم فسق وفجور اور بدعات ومنکرات کا سدِّ باب۔ اس کے عامل کو محتسب کہتے ہیں۔

(۵) نظامت سے بیت المال کے مداخل ومخارج کے بندوبست کا سلیقہ مراد ہے۔ پس ضروری ہے کہ منتظم صاحبِ عقل اور امین ہو تاکہ تحصیلِ مال اور اس کے صرف میں مسلمانوں کے حال کی اصلاح اور دین کی خدمت گذاری کو مدِّ نظر رکھے نہ کہ صرف اپنی ذات، خویش و اقارب اور دوستوں کی منفعت کا ہی خیال رکھے اور مضرتِ مخالفان ودشمنان کا خیال نہ رکھے۔

ہر چند سیاستِ ایمانی کی بحث ایک بے انتہا جنگل اور بے کنارہ دریا ہے۔ لیکن یہاں جو کچھ ذکر ہوا وہ اس صحرا کا ایک ذرّہ اور اس دریا کا ایک قطرہ ہے جس کسی کا ذہن روشن اور فکر رسا ہے اسے ان چند کلمات سے اصل مضمون کی طرف راہنمائی ہو سکتی ہے۔

یہ چند کلمات انبیاء علیہم السلام کے کمال کا ذکر ہے جو تحقیقِ امامت اور حقیقتِ امامت کی تحقیق میں کام آسکتا ہے۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مذکورہ کمالات کے نام شمار کر دئے جائیں تاکہ تحقیق حقیقتِ امامت میں اگر ان کمالات کا ذکر کیا جائے تو ناظرین کو اس کے سمجھنے میں کلامِ طویل سے پریشانی نہ ہو۔ وہ نام یہ ہیں:

کمال اول وجاہت ہے۔ اس کے تین شعبے ہیں: محبوبیت بہ نسبت رب العالمین۔ عزت در ملائکہ مقربین۔ سیادت بہ نسبت عباد الصالحین۔

کمال ثانی ولایت ہے۔ اس کے بھی تین شعبے ہیں: معاملات ربانی۔ مقاماتِ روحانی۔ اخلاق نفسانی۔

معاملات جو یہاں مذکور ہیں یہ ہیں: کلام۔ الہام۔ تعلیم۔ تفہیم۔ حکمت۔

مقامات جو ذکر کئے گئے وہ یہ ہیں: عبودیت۔ عصمت۔ محبت۔ توکل۔ رضا۔ تسلیم۔ خوف و رجا۔ محو۔ فنا۔ صبر۔ شکر۔ تجرید۔ تفرید۔

اخلاق میں یہ ذکر ہیں: سخاوت۔ شجاعت۔ علوہمتی۔ وسعت حوصلہ۔ استقامت۔ وفور رحمت وشفقت۔ خیر خواہی دشمناں۔ قدر شناسی دوستاں۔

تیسرا کمال بعثت ہے۔ اس کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی۔ ظاہری

Marfat.com

صورت تربیتِ خلق اللہ اور باطنی صورت انسانوں کے ساتھ شفقتِ کاملہ ہے۔

چوتھا کمال ہدایت ہے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ نزولِ برکت۔ عقدِ ہمت۔ فیضِ صحبت۔ خرقِ عادت۔ اظہارِ دعوت۔

فیض صحبت کا ایک ظاہر ہے اور ایک حقیقت۔ ظاہریت یہ ہے کہ دل میں اتباع کی رغبت ہو جو متبوع کا حال دیکھنے سے ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نورِ غیبی کا انعکاس ہو جو اُن کے دل سے ہمنشینوں پر ہوتا ہے۔

اظہار دعوت محاورات عُرفیہ کے طریقہ پر ہے نہ کہ اصطلاحاتِ کتابی پر۔ دو تو اصل ہیں یعنی حکمت۔ کلامِ موعظت اور تیسرا طریقہ ان کے تابع ہے اور وہ فنِ ظرافت اور جدل ہے۔ اور جو امور اس کی طرف ہدایت کرتے ہیں وہ تین ہیں :

عقاید۔ احکام۔ اخلاق۔

پانچواں کمال سیاستِ ایمانی ہے۔ اس کی چار قسمیں :

سیاستِ مدنیہ اعمالی۔ سیاستِ مدنیہ اموالی۔ سیاستِ ملّی اعمالی۔ سیاستِ ملّی اموالی۔ اس کے لئے پانچ طرح کا ملکہ ہونا چاہیئے :

فراست۔ امارت۔ عدالت۔ حفاظت۔ نظامت۔

پس کمال اول۔ دوم و سوم اور ان کے شعبے اور لوازمات تو کمالات کے نام سے موسوم ہیں۔ چہارم و پنجم اور ان کی اقسام اور طرق کو تکمیل کہا جائے گا۔

اس توضیح کو شجرات کی صورت میں ذیل میں واضح کیا جاتا ہے۔ (از مترجم)

Marfat.com

کمال ثانی۔ ولایت

- **معاملاتِ ربّانی**
  - کلام
  - الہام
  - تعلیم
  - تفہیم
  - حکمت
- **مقاماتِ روحانی**
  - عبودیت
  - عصمت
  - محبت
  - توکل
  - رضا
  - تسلیم
  - خوف
  - رجا
  - تفرید
  - تجرید
  - شکر
  - صبر
  - فنا
  - محو
- **اخلاقِ نفسانی**
  - سخاوت
  - شجاعت
  - علوہمتی
  - وسعتِ حوصلہ
  - استقامت
  - وفورِ رحمت
  - وفورِ شفقت
  - خیرخواہیِ دشمنان
  - قدرشناسیِ دوستان

کمال سوم۔ بعثت

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ظاہر و باطن

- **ظاہر**: تربیتِ خلق اللہ
- **باطن**: حدوثِ شفقتِ کاملہ

نوٹ۔ مذکورہ ہر سہ کمالات اور ان کے شعبے و لوازمات کمالات کے نام سے موسوم ہیں۔

کمال چہارم۔ ہدایت

- نزولِ برکت
- عقدِ ہمت
- فیضِ صحبت
  - حدوثِ رغبتِ اتباع در قلب بہ سبب ملاحظۂ حال
  - انعکاسِ نورِ غیبی از دلِ ایشاں بر دلِ ہمنشیناں
- خرقِ عادت
- اظہارِ دعوت
  - اصل[۱]
    - بیانِ حکمت
    - کلامِ موعظت
      - عقاید
      - احکام
      - اخلاق

[۱] یہ دو اصل ہیں۔ اور فنِ طریقت و جدل ان کے تابع ہیں

کمال پنجم سیاست ایمانی

سیاستِ مدینہ اعمالی | سیاستِ مدنیہ اموالی | سیاست ملیہ اعمالی | سیاست ملیہ اموالی

اس کے لئے پانچ ملکے ہونے چاہئیں

فراست | امارت | عدالت | حفاظت | نظامت

نوٹ۔ کمال چہارم و پنجم، کمال یکم دوم اور سوم کی گویا تکمیل یا تتمہ تصوّر کر لیجئے۔

فصل ۲

انبیاءؑ کے کمالات سے اولیاء اللہ کی مشابہت

اس بیان میں کہ بعض اکابر اولیاء اللہ مذکورہ ہر پنج کمال میں انبیاء علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ دو صورتوں پر ہے :

صورتِ اوّل

اس میں یہ بیان ہے کہ اگرچہ بعض مقبول بندوں کو منصب نبوّت حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن مذکورہ بالا کمالات میں سے اپنی استعداد کے موافق بہرہ ور ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ کتاب وسنت کے براہین اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مذکور بالا کمالات سے انبیاء کے علاوہ دیگر مقبولانِ خدا کو بھی حصّہ مل سکتا ہے۔ سب آیات واحادیث جو مقبول بندوں کے اوصاف کی وضاحت پر دال ہیں۔ اگر سب کا مفصلاً ذکر کیا جائے اور ہر ایک کمال پر آیت واحادیث سے علیحدہ علیحدہ دلائل پیش کئے جائیں تو ایک کلام طویل ہو جائے۔ اسی بناء پر اجمالاً اُن چند کمالات پر اکتفا کیا جاتا ہے جو اُن میں سے

Marfat.com

بہتر ہیں۔ اور دیگر کمالات کا حال انہی سے سمجھ لیا جاسکتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وجاہتِ اجتبائی کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی اس آیت سے ثابت ہے:۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران)

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بیشک اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور تمام جہان کی عورتوں سے تجھے برگزیدہ کیا۔

اور فرمایا:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ (آل عمران)

اس کے پروردگار نے اسے اچھی صورت میں قبول فرمایا اور اچھی طرح بڑھایا۔

دوسری آیت میں عنایت الٰہی و توجّہ کا ذکر ہے جو حضرت مریم کی طرف سنِ طفولیت میں ہوئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا: ان اللّٰہ اطلع اھل الارض فاختارا باك وبعلك۔ (اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا تو تیرے باپ اور خاوند کو پسند فرمایا) اور اس کے شعبوں کا ذکر مثلاً ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین تفصیلاً ان آیات و احادیث میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔

اے مسلمانو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پس لے آئے گا اللہ ایک قوم کو جو اسے دوست رکھے گی اور وہ اسے دوست رکھے گا۔

اس آیت میں حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے متبعین سے مراد ہے جنہوں نے مرتدین سے مقابلہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللّٰھم ائتنی باحبّ خلقك الیك یاکل معی ھذا الطیر فجاءہٗ علیؓ فاکل معہ۔ (اے اللہ میرے پاس اسے لا جو تجھے اپنی خلقت سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ میرے ساتھ یہ جانور کھائے۔ پس آئے آپ کے پاس حضرت علیؓ اور مل کر کھایا)

اور فرمایا: ان اللّٰہ تبارك وتعالیٰ امرنی بحب الاربعۃ واخبرنی انہ

Marfat.com

محبھم قیل یا رسول اللہ سَمِّھُم لنا قال علی منھم یقول ذٰلك ثلثا وابوذر ومقداد
وسلمان امرنی بحبھم واخبرنی انہ یحبھم ۔(اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کی
محبت کا حکم فرمایا اور خبر دی اس نے کہ میں بھی انہیں دوست رکھتا ہوں ۔عرض کیا یا رسول اللہ
ہم کو ان کے نام بتائیے ۔ فرمایا: علی ان میں سے ہے" یہ تین مرتبہ کہا ۔اور ابوذر، مقداد اور سلمان ۔
حکم کیا مجھے ان کی دوستی کا اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ میں بھی انہیں دوست رکھتا ہوں)

اور "ملائکہ مقربین میں عزت" کا ذکر یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۔ (حم سجدہ)

جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اور اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) نہ خوف رکھو اور نہ غم کھاؤ بلکہ خوش ہو ساتھ اس جنت کے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ہم دُنیا و آخرت میں تمہارے دوست ہیں ۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی معلّم الناس الخیر (نیک بات سکھانے والے
پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں) (ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ
سے فرمایا: اذ رأھم جالسین لذکر اللہ اتانی جبریل اخبرنی ان اللہ یتباھی
بکم الملائکۃ ۔(جس وقت دیکھا ان کو کہ بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں ۔مجھ کو جبرئیل نے خبر دی ہے
کہ اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے فرشتوں میں تمہارے سبب سے) اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
من سلك طریقًا یطلب فیہ علما سلك اللہ بہ طریقا من طرق الجنۃ وان الملائکۃ
لتضع اجنحتھا رضی لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السمٰوات
ومن فی الارض حتی الحیتان فی جوف الماء وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان
احبّ الناس الی اللہ یوم القیامۃ واقربھم مجلسًا امام عادل ۔(جس نے
علم کی طلب میں سفر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا

Marfat.com

کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کے رہنے والے علم دوست کے لئے بخشش مانگتے ہیں یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ اور فرمایا رسول خدا نے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں سے محبوب اور درجہ میں قریب تر امام منصف ہوگا)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان عبدی اذا ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ۔ (جب میرا بندہ جماعت میں میری یاد کرتا ہے تو میں اُس جماعت سے بہتر جماعت میں اُسے یاد کرتا ہوں)

اور فرمایا: ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ (جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست بناتا ہے تو جبریل کو فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ اُس سے جبریل بھی محبت کرنے لگتا ہے اور پھر جبرئیلؑ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو تو سب آسمان والے اُسے دوست رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت ہوتی ہے)

اور فرمایا: اھتز العرش بموت سعد بن معاذ (سعد بن معاذؓ کی موت سے عرش ہل گیا)

اور فرمایا: العالم یدعی فی السماء عظیما۔ (عالم آسمان میں بڑا پکارا جاتا ہے) یعنی یاد کیا جاتا ہے۔

سیادت یعنی اللہ رب العزت اور عبادِ مقبولین کے درمیان وساطت اور فیض غیبی کے حصول اور مقبولیتِ محبت کے انحصار اور ان کے اتباع کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ (النساء)

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھی ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں اور نیک بندوں کے ساتھ ہوں گے۔

Marfat.com

اور فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔ (طور)	جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی پیروی کی ہم ان سے ان کی اولاد ملا دینگے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا:

لایحبہ الا مؤمن ولا یبغضہ الا منافق۔ (اس سے مومن محبت کرتا ہے اور منافق بغض رکھتا ہے)

اور دعا کی: اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ (اے اللہ جو اس سے دوستی رکھتا ہے اس سے تو بھی دوستی کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن جان)

آں حضرت صلعم نے اور فرمایا: مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا ھلک۔ (میرے اہل بیت تمہارے درمیان اس طرح ہیں جیسے نوح کی کشتی جو سوار ہوا بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا ہلاک ہوا)

اور فرمایا: انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ (میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک میرے بعد انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ایک تو کتاب اللہ ہے دوسرے میرے اہل بیت)

ولایت کا ذکر اجمالاً یوں ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔ (یونس)	آگاہ رہو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انہیں نہ غم ہے نہ خوف، اور وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرے۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔

اور فرمایا اللہ عزوجل نے:

اِنْ اَوْلِیَاؤُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (انفال)	اس کے دوست وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

اس کے شعبوں کا ذکر تفصیلاً یہ ہے کہ ان تمام امور میں سے ایک تو الہام ہے اور الہام وہی ہے جو انبیاءؑ سے ثابت ہے اور اس کو وحی کہتے ہیں۔ اور اگر ان کے بغیر کسی اور سے ثابت ہو تو اسے تحدیث کہتے ہیں اور کہیں کتاب اللہ میں مطلق الہام کو وحی کہا گیا ہے۔

Marfat.com

خواہ انبیاء سے ثابت ہو خواہ اولیاء سے۔ یہ الہام مطلق کبھی پردۂ غیب سے کلام کی صورت میں نازل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ۔ (مائدہ)	جب ہم نے حواریین پر وحی کی کہ میرے اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

اور فرمایا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (قصص)	ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں پر وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور جب تجھے کوئی خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ رنجیدہ ہو کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دینگے اور اسے رسول بنائیں گے

اور فرمایا:

قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا۔ (کہف)	ہم نے ذوالقرنین سے کہا کہ تو چاہے سختی کر یا انہیں بہتر طریقہ سے پکڑ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون وان یک فی اُمتی احد فانہ عمر

(پہلی اُمتوں میں محدث ہوتے تھے۔ اور میری اُمت میں اگر ہوتا تو عمرؓ ہوتا)

اور کبھی یہی الہام بذریعہ فرشتہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا، فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا، فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا، قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا، قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا۔ قَالَتْ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ	مریمؑ کا قصہ یاد کر جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر شرقی مکان میں گئی تو درمیان پردہ ڈال دیا۔ پھر ہم نے اس کی طرف اپنی روح بھیجی جو اسے آدمی کی مانند نظر آئی تو مریمؑ نے کہا کہ میں تو اللہ سے پناہ مانگتی ہوں خواہ تو پرہیزگار ہی ہو تو اس نے کہا کہ مجھے تیرے پروردگار نے بھیجا ہے کہ میں تجھے ایک پاک لڑکا دوں تو مریمؑ نے

Marfat.com

يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۔ قَالَ كَذٰلِكِ ، قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۔

(مریم)

کہا کہ میرے ہاں کیونکر لڑکا ہو سکتا ہے مجھے تو کسی نے چھوا بھی نہیں اور میں ناپاک دامن بھی نہیں، تو فرشتہ نے کہا کہ یونہی ہوگا کیونکہ یہ تیرے پروردگار کے آگے آسان ہے اور ہم اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں گے اور ہماری طرف سے ایک رحمت ہے اور یہ بات پختہ ہے۔

اور فرمایا :

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ، يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۔ (آل عمران)

جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسند کیا اور تمام جہان کی عورتوں سے پاک کیا۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

اور فرمایا :

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۔ (آل عمران)

جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ تجھے ایک کلمہ کے ساتھ خوش خبری دیتا ہے کہ اس کا نام مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہے۔ دنیا و آخرت میں وہ وجیہہ ہے اور مقربین سے ہے۔

کبھی یہی الہام اس طریقہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے کہ خود بخود صاحبِ الہام کے دل سے کوئی بات جوش مارتی ہے اور وہ اسے زبان پر لاتا ہے۔ اور فی الحقیقت وہ کلام رحمانی کلام ہوتی ہے جو اس کی زبان پر جاری ہوئی انسانی کلام نہیں۔ یہ الہام کی قسم جب انبیاء سے ظاہر ہوتی ہے اس کو نفث الروح کہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا : الا ان روح القدس نفث فی روعی۔ (آگاہ ہو کہ روح پاک نے میرے دل میں پھونک دیا)۔

اگر اس کی نسبت اولیاء اللہ سے ہو۔ اسے نطق سکینہ کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہم ذکر فرماتے ہیں: ماکنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر وقلبہ۔ (ہمیں یہ بات بعید نہیں دکھائی دیتی تھی کہ عمر رضی اللہ کی زبان اور دل پر سکینہ جاری ہو) اس طرح کی اور بہت سی مثالی باتیں فاروق اعظم رضؓ سے مروی ہیں۔

الہام کی اقسام سے ایک خواب بھی ہے کہ مقبول عالی مقام کو حالتِ خواب میں کسی غیبی امر سے مطلع کیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یریھا المؤمن او تری لہ۔ (نبوت سے باقی کوئی بات نہیں رہی مگر خوشخبریاں صحابہؓ نے عرض کیا کہ خوشخبریاں کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب جو مومن دیکھتا ہے)

اور عمدہ کمالات سے تعلیم غیبی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (البقر)

ان سے ان کے نبی نے کہا کہ تمہارے واسطے اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے انہوں نے کہا کہ وہ ہمارا بادشاہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم بادشاہی کے اس سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ مالدار بھی نہیں ہے۔ کہا اللہ نے اس کو تم میں سے پسند کیا اور اسے علم اور جسم میں زیادتی دی ہے۔

اور یہ ظاہر ہے طالوت نبی نہ تھے۔ اور فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (کہف)

وہ دونوں میرے ایک بندہ سے ملے کہ ہم نے اسے رحمت اور علم اپنے پاس سے دیا تھا۔

اس مقام میں عبد سے مراد حضرت خضرؑ ہیں اور وہ صحیح قول کے مطابق منجملہ انبیاء نہ تھے۔

کمالات مذکورہ سے ایک غیبی تفہیم ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ فکر و نظر میں القائے برکت ہو جو قوتِ نظر کو کشاں کشاں راہِ راست پر لائے اور حقِ مشخص کو پہنچائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا | پھر ہم نے سلیمان اور دوسرے سب کو سمجھا دیا

Marfat.com

وعلماً۔ (انبیاء) | اور اسے علم اور بادشاہی دی۔

اور ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان سات برس کے تھے۔ منصب نبوّت پر نہ پہنچے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: والذی خلق الجنۃ وبرء النعمۃ ما عندنا الا ھذا القرآن۔ (اس ذات کی قسم جس نے جنت اور جان کو پیدا کیا سوائے قرآن شریف کے ہمارے پاس کچھ اور نہیں ہے)

حضرت علی نے اور فرمایا: بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیا فقلت یا رسول اللہ ترسلنی وانا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال ان اللہ سیھدی قلبك ویثبت لسانك قال علی فما شککت فی قضاء بعد۔ (مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے بھیجتے تو ہیں مگر میں کم عمر ہوں اور مجھے فیصلہ جات کا علم نہیں ہے۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلدی تیرا دل کھول دیگا اور تیری زبان کو ثابت رکھے گا۔ کہا حضرت علیؓ نے کہا کہ اس کے بعد فیصلہ کرنے میں میں نے شک بھی نہ پایا)

توراۃ مقدس میں ہے: انہ لیس قاض یقضی بالحق الا کان عن یمینہ ملك و عن شمالہ ملك یسدد انہ ویوفقانہ للحق مادام علی الحق فاذا ترك الحق عرجا ومرکاہ۔ (کوئی قاضی جب حق فیصلہ کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے دائیں اور ایک بائیں طرف ہوتا ہے جو حق کی مدد کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قاضی حق پر رہتا ہے۔ مگر جب وہ قاضی حق کو ترک کر دیتا ہے تو وہ فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔)

ان کمالات میں سے ایک حکمت ہے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ | ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ اللہ کا شکر کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا دار العلم وعلیّ بابھا ودعی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس اللھم علمہ الحکمۃ۔ (میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لئے دعا کی کہ اے اللہ اس کو حکمت سکھا)

ولایت کے عمدہ ترین مقامات سے عبودیت ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنٰهُ | وہ ہمارے ایک بندے سے ملے جسے ہم نے اپنے

Marfat.com

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ (کہف)

پاس سے رحمت دی تھی۔

اور فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۔ (الدھر)

نیک لوگ جام پئیں گے کہ اس کا مزاج کافوری ہوگا۔ ایک چشمہ ہے کہ جس سے اللہ کے بندے پیتے ہیں اور اس سے نالیاں چلتی ہیں۔

یہاں عباد اللہ سے مراد حضرت مرتضیٰؑ اور حضرت زہراؑ اور امامین شہیدینؑ ہیں۔ اور فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا، وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا، وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا، وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا، وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا۔ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا، اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا، وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل جھگڑا کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ السلام علیکم۔ اور اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور قیام کرتے ہوئے رات گزار دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر کیونکہ اس کا عذاب بھاری ہے اور وہ بری جگہ ہے اور جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ ہی دل تنگ ہوتے ہیں بلکہ میانہ روی سے کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں بناتے اور جس جان کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ساتھ حق کے۔ اور زنا نہیں کرتے اور جس نے ایسا گناہ کیا قیامت کے دن انہیں عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رسوا رہے گا مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے ان لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیگا کیونکہ وہ غفور

Marfat.com

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا، وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا، اُولٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا، خَالِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔

(فرقان)

رحیم ہے جس نے توبہ کی اور نیک عمل کئے بس وہ اللہ کی طرف پھر جائیگا رجوع کے ساتھ۔ اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اور جب کسی بیہودہ جگہ سے گذرتے ہیں تو بزرگوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ اور جب ان کو اللہ کی آیات سنائی جائیں تو اندھے اور بہرے نہیں ہو جاتے اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارے بیوی بچوں سے آنکھوں میں ٹھنڈک دے اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ ان کو بدلہ دیا جائیگا مکانوں کے جھروکے بہ سبب ان کے صبر کے اور ملیں گے وہاں ان سے دعا و سلام کہتے ہوئے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھیرنے اور استقامت کی اچھی جگہ ہے۔

مقاماتِ ولایت میں سے ایک مقامِ عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عصمت کی حقیقت حفاظت غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال و افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ یہی حفاظت جب انبیاؑ سے متعلق ہو اس کو عصمت کہتے ہیں اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔

حاصل یہ کہ اس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق ہے ایسا ہی ان کے بعض اکابر متبعین کے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ، وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

میرے بندوں پر تو غلبہ نہ پا سکے گا ان کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ حفاظت غیبہ کا تعلق کمالِ عبودیت کا ثمرہ ہے۔ خواہ انبیاءؑ میں

Marfat.com

پایا جائے خواہ ان کے پیروؤں میں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ۔ (حج)

ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جس وقت تمنا کی گئی۔ پھر شیطان نے ان کی تمناؤں میں وسوسہ ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطان کی القا شدہ باتوں کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے

ابن عباسؓ کی قرأت میں یہ آیت اس طرح مروی ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدّث الّا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیّته فینسخ الله وما یلقی الشیطان ثم یحکم الله اٰیاته۔

تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نبی اور محدث نہیں بھیجا گیا مگر جبکہ تمنا کی گئی شیطان نے ان کی خواہش میں وسوسہ ڈالا پھر اللہ نے شیطان کی بات کو مٹا دیا اور پھر اپنی آیتوں کو محکم کیا۔

پس عصمت کے جو معنی اس آیت سے نکلتے ہیں جیسا کہ رسولوں اور نبیوں سے ثابت ہوا اسی طرح محدثین سے بھی ثابت ہوا۔ اگرچہ ابن عباسؓ کی روایت متواترہ سے نہیں ہے لیکن غیر متواترہ قرأت اثبات حکم میں بمنزلہ مشہور خبر کے ہے پس غیر متواترہ اور متواترہ میں امتیاز تلاوت میں ہے نہ کہ اثبات حکم میں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے حق میں دعا کی: اللّٰهم ادر الحق معه حیث دار۔ (اے اللہ جس جگہ علیؓ جائے اس کے ساتھ حق جاری رکھ)

اور فرمایا: القرآن مع علیؓ وعلیؓ مع القرآن۔ (قرآن علیؓ کے ساتھ ہے اور علیؓ قرآن کے ساتھ)

اور فرمایا: انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله وعترتی اهل بیتی ولن یتفرّقا حتی ترد اعلی الحوض۔ (میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری میرے اہل بیت اور یہ دونوں تم سے جدا نہ ہونگے حتیٰ کہ حوض کوثر پر آئیں گے)

اور فرمایا: الحق ینطق علی لسان عمر وقلبه۔ (عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری رہتا ہے)

Marfat.com

اور فرمایا: نعم المرء صهیب لو لم یخف اللّٰہ لم یعصہ۔ (صہیبؓ اچھا آدمی ہے اگر اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور اس سے ڈرے)

جملہ مقاماتِ ولایت کے زہد بھی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تؤمروا ابا بکر تجدوہ امیناً زاھداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ۔ (ابو بکرؓ کو حکم بناؤ گے تو اسے دنیا میں امین اور زاہد اور آخرت کا راغب پاؤ گے)

اور فرمایا: من احب ان ینظر عیسیٰ بن مریم فی زھدہ فلینظر الی ابی الدرداء۔ (جو اس بات کی خواہش کرے کہ عیسیٰ بن مریم کو اس کے زہد میں دیکھے تو وہ ابو درداؓ کو دیکھ لے)

ان مقامات میں سے ایک تفرید ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیروا سبق المفردون قالوا وما المفردون یا رسول قال الذین وضع الذکر عنہم اثقالھم۔ (پھرو اور دیکھو کہ مفردون سبقت لے گئے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ مفرد کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن سے اللہ کے ذکر نے (دنیا کے) بوجھ دور کر دئے)

مذکورہ کمالات میں سے ایک مقام توکل ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے: یدخل من امتی الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب وجوھھم کالقمر لیلۃ البدر ھم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلیٰ ربھم یتوکلون۔ فقام عکاشۃ فقال یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال انت منھم۔ (میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ان کے منہ چودھویں رات کے چاند جیسے ہونگے۔ وہ لوگ وہ ہیں جو جھاڑ پھونک نہ کرائیں گے اور نہ جانوروں سے فال لیں گے اور نہ داغ لگائیں گے بلکہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ رکھیں گے۔ اس پر حضرت عکاشہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے واسطے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے لوگوں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے)

ایک مقام محو وفنا ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عن ربہ تبارک وتعالیٰ لا یزال یتقرب الیّ عبدی بالنوافل حتی احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع

Marfat.com

بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بھا ورجلہ الذی یمشی بھا ولئن سالنی لاعطیتہ ولئن استعاذنی لاعیذتہ۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ تو پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ چھوتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے کچھ مانگے تو میں دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں)

ایک کمال تہذیب اخلاق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ بن ابی طالب کو فرمایا: اشبھت خلقی وخُلقی۔ (تو میری صورت وسیرت میں مشابہت رکھتا ہے) اور آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی نسبت خبر دی کہ: انہ یشبہ فی خُلقی ولا یشبہ فی خَلقی۔ (بے شک وہ میری سیرت میں میرے مشابہ ہوگا مگر صورت میں مشابہ نہ ہوگا)

ان کمالات میں سے ایک مقامِ بعثت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ نَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا۔	ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں سے بارہ نقیب مقرر کر دئے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ نقیب نبی نہ تھے۔ اور فرمایا:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ۔ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ، وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ (یٰسٓ)	جب ان کے پاس دو پیغمبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے تیسرے سے قوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تو وہ بولے کہ تم تو ہماری طرح انسان ہی ہو، رحمٰن نے کچھ نہیں اُتارا، تم جھوٹ کہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہم کو صرف پہنچانے کا حکم ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے تھے نہ کہ نبی۔ اور فرمایا:

Marfat.com

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ (البقرہ)	ان کے نبی نے ان کو کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔

اور فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ (السجدہ)	ہم نے ان سے امام بنائے جو ہمارے حکم کی ہدایت دیتے ہیں۔ جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (بیشک اللہ تعالیٰ اس اُمت پر ہر صدی کے شروع میں ایک ایسا شخص پیدا کرے گا جو دین میں درستی کرے)

ایسا ہی کمالات مذکورہ سے ایک مقامِ ہدایت ہے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔ ان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الصراط المستقیم۔ (اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ میں نہیں دیکھتا کہ تم بناؤ گے، (اگر بناؤ گے) تو ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہارے ساتھ سیدھی راہ پکڑے گا)

اقسامِ ہدایت سے ایک نزولِ برکت ہے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے: فی الشام ان فیھا الابدال بھم یمطر اھل الارض وبھم یرزقون وبھم ینصرون من اعدائھم۔ (ملک شام میں ابدال ہیں۔ انہی کی برکت سے زمین والوں پر بارش ہوتی ہے اور انہی کے سبب سے رزق دئے جاتے ہیں اور انہیں کے سبب دشمنوں پر فتح پاتے ہیں۔)

عقدِ ہمت کا بیان۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔ (فرقان)	جو لوگ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہمیں اپنے بیوی بچوں سے آنکھوں میں ٹھنڈک دے اور ہمیں نیکوں کا پیشرو بنا۔

اور فرمایا:

حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ	جب جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر ہوئی

Marfat.com

سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(احقاف)

تو کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کیں اور کہ میں نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اور میری اولاد کی اصلاح کر میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمان ہوں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارحم امتی بامتی ابوبکر۔ (میری اُمّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے) یعنی دوسروں کی نسبت بہت زیادہ شفقت کرتا ہے اور ان کی اصلاح کے لئے تہِ دل سے کوشش کرتا ہے۔

فیضِ صحبت کا بیان۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (توبہ)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ملحق رہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فی الذین یجلسون لذکر اللہ، هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم۔ (جو لوگ اللہ کے ذکر میں بیٹھتے ہیں وہ لوگ وہ ہیں کہ ان کے ہم صحبت بے بہرہ نہیں رہتے)

اور فرمایا: ان خیار عباد اللہ الذین اذا رؤا ذکر اللہ۔ (اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے)

اور فرمایا:

مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد ریحًا طیبةً ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحًا خبیثةً۔ (اچھے ہم صحبت اور بُرے ہم صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری والا اور لوہار کستوری والا یا تو تجھے خود اس کا تحفہ دیگا یا تو خود خریدیگا۔ اگر ایسا بھی نہ ہو تو تجھے خوشبو تو ضرور آئے گی اور بھٹی والا لوہار اوّل تو تیرے کپڑے جلائے گا، اگر کپڑے تو نے بچا لئے تو بدبو تو ضرور آئے گی)

Marfat.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: لمجلس من عمر خیر من عبادۃ سنۃ۔ (حضرت عمرؓ کی ایک صحبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے)

خرقِ عادت بیان کی محتاج نہیں کیونکہ ہادیانِ راہِ حق جو انبیاء علیہم السلام کے تبع ہیں ان سے خوارقِ عادت کا ظہور اکثر مشہور ہے اور متواتر ہوتا ہے۔ لہذا بیان کی حاجت نہیں۔

اظہار دعوت۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ۔ (آل عمران)	تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران)	تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی معلم الناس الخیر۔ (اللہ اور اس کے فرشتے بھلائی کے بتانے والے پر رحمت بھیجتے ہیں)

اور فرمایا: من دعی الی الھدیٰ کان لہ اجرہ واجر من عمل علیہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئاً۔ (جو لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور جو کوئی اس پر عمل کرے تو اس کے برابر ثواب ہادی کو بھی ملتا ہے اور اس کے عمل کرنے والے کے ثواب سے کچھ گھٹتا نہیں)

اور فرمایا: انما العلماء ورثۃ الانبیاء۔ (علماء نبیوںؑ کے وارث ہیں)

مذکورہ کمالات میں سے ایک **سیاست ایمانی** ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ	ہم نے توراۃ نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے اور اس میں سے انبیاءؑ حکم کرتے ہیں ان لوگوں

Marfat.com

ھادوا والربّانیون والاحبار۔ (مائدہ)	جو مسلمان ہوئے یا یہودی ہوئے اور اللہ کے بندوں اور عالموں کو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکون النبوّۃ فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم یکون ملکاً عاضاً فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ ثم یکون ملکاً جبریّۃً فیکون ماشاء ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج نبوّۃ ثم سکت۔ (تم میں نبوّت رہیگی جب تک اللہ چاہے گا پھر اُٹھا لیگا اس کو اللہ۔ پھر خلافت ہوگی نبوّت کے طریقہ پر جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اُسے اُٹھا لیگا۔ پھر مضبوط بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہیگی پھر اُٹھالے گا اس کو بھی اللہ۔ پھر زبردست شہنشاہیت ہوگی۔ جب تک اللہ چاہے گا رہیگی۔ پھر اُسے بھی اُٹھالے گا۔ پھر خلافت ہوگی نبوّت کے طریقہ پر۔ پھر آپ چُپ ہوگئے)

مناصب سیاست ایمانی سے ایک کمال فراست ہے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے: اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ۔ (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے)

اور ایک کمال امارت ہے۔ اسامہ بن زیدؓ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کنتم تطعنون فی امارتہ، فقد کنتم تطعنون فی امارت ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ۔ (اگر تم اس کے امیر ہونے پر طعن کرتے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کرتے تھے۔ واللہ! وہ امارت کے لائق تھا۔

ایک منصب عدالت بھی ہے جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اقضیٰھم علی (الحدیث) (اچھا فیصلہ کرنے والا علیؓ ہے)

ایک منصب حفاظت ہے۔ اس کے دو شعبے ہیں۔ پہلا انتظام اُمت کہ اس کے صاحب کو کوتوال کہتے ہیں۔ دوسرا مفاسد دین کا سدِّ باب ہے۔ اس خدمت کے صاحب کو محتسب کہتے ہیں۔

اوّل کا بیان ہے۔ فقد روی کان قیس ابن سعد عن النبی صلعم بمنزلۃ

Marfat.com

صاحب الشرط من الامیر (روایت کیا گیا ہے کہ قیس بن سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمنزلہ صاحب شرطہ امیر کے تھے اور صاحب شرطہ عسس (کوتوال) کو کہتے ہیں۔

دوسرے کا بیان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: رضیت لامتی ما رضی بھا ابن ام عبد۔ (میں اُمت سے راضی ہوں جس طرح ابن اُم عبدؓ راضی ہوا) اس ام عبد سے مراد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

ایک منصب نظامت ہے کہ اسے امانت بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: لکل اُمۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ ابن الجرّاح۔ (ہر اُمت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کا امین ابوعبیدہؓ بن جراح ہے)

اس بیان میں جو ذکر کیا گیا ہے اس سے واضح ہو گیا۔ کہ مذکورۃ الصدر کمالات جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات میں پائے جاتے ہیں اسی طرح ان کے متبعین کو بھی ان سے بہرہ حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ مذکورہ کمالات کا بیان یہاں تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکا اور جو ہوا اس کے دلائل پورے طور پر کتاب وسنّت سے بیان نہیں ہوئے بلکہ جو کمالات کہ عمدہ ترین تھے انہیں یہاں بیان کر دیا گیا ہے اور شواہد ودلائل قلیلہ کتاب وسنت پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ طالبانِ حق کے افادہ کے لئے نمونۃً کام آسکیں۔ ہاں جو کوئی ذہن رسا اور فکر صائب رکھتا ہے وہ انہی سے اُن کمالات کو سمجھ لے گا جن کا ذکر یہاں نہیں ہو سکا۔ اور انہی تھوڑے دلائل سے پورے دلائل پر عبور پا سکتا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

صورت دوم

یہاں انبیاء علیہم السلام کے مذکورۃ الصدر کمالات ودرجات میں اولیاء اللہ کی مشابہت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اگرچہ مذکورہ مراتب عالیہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے مخصوص ہیں۔ لیکن ہر ایک کمال کا اصل اور تخم ہر صحیح الاعتقاد مومن اور قوی الانقیاد مسلم میں پایا جاتا

Marfat.com

ہے۔ مثلاً ہر مومن صادق کو رب العالمین کے حضور اور ملائکہ مقربین کے مجمع میں ایک قسم کی وجاہت حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (مومن)

جو کہ عرش کو اور اُسکے گرد کی اشیاء کو اُٹھائے ہوئے ہیں وہ اللہ کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں اور مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

اس طرح مومن مخلص کے لئے ولایت سے بھی ایک قسم ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔ (یونس)

بے شک اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ خوف ہے نہ غم۔ وہ لوگ وہ ہیں جو کہ اللہ پر ایمان لائے اور وہ متقی تھے۔

جیسا کہ اصل ولایت کی ایک قسم کا ثبوت ہر مومن کے لئے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی اس کے شعب و فروع کے اقسام بھی ہر مومن کے لئے آیات و احادیث سے ظاہر ہوتے ہیں مثلاً ان میں ایک الہام ہے اور ایک فرشتہ ملہم خیر ہر مومن کے ساتھ رہتا ہے اور وہ مومن اکثر اقوال میں اس فرشتہ کے الہامات کے تابع ہے اور اسی طرح نیند میں بھی رؤیا کے طریقہ سے تعلیم و تفہیم حاصل ہوتی ہے۔

اور کسی قدر توکل بھی لوازم ایمان سے ہے جس سے انسان اسباب شرک و محرمات شرعیہ کی طرف راغب نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (مائدہ)

مومنین کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل رکھنا چاہئے

اسی طرح زہد بھی ارکانِ اسلام سے ہے جس سے متلذذاتِ ممنوعہ شرعیہ ترک ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے حفاظت غیبی بھی ہر مومن کے لئے متحقق ہے جو بذریعہ فرشتۂ ملہم خیر یا بذریعہ وعظ اور ہادیانِ راہِ حق کے اذکار سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ہی ایک منصب بعثت اور ہدایت ہے جس کا ادنیٰ درجہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے

Marfat.com

فرائض ہیں۔ یہ بھی ہر مومن کو حاصل ہے۔ اسی طرح سیاست ایمانی میں شریک ہونا مثلاً جہاد جو بصورت اذنِ عام ہو، کی اقامت میں شرکت یا غلبۂ کفار کے وقت ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔

فی الحقیقت یہ تمام کمالات انہی کمالات کے لوازمات سے ہیں جس قدر کہ ایمان کامل تر ہوگا اسی قدر یہ کمالات قوی تر ہونگے۔ گویا ہر کمال کا انہی کمالات سے ایک سلسلہ منسلک ہے جس کی ابتدا نفسِ ایمان سے ظاہر ہوتی ہے اور تفاوتِ ایمان کے اعتبار سے ان کمالات کے مراتب میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ نبوت تک ان کی انتہا ہے۔ کیونکہ ہر کمال مقامِ نبوّت میں اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے پس لا محالہ اگر مراتب کے سلسلہ میں ہر کمال کے ادنیٰ درجہ کا انبیاء کے اعلیٰ درجہ کے کمال سے مقابلہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ بھی ایک مرتبہ ہے جو کمالِ انبیاؑ کے متصل واقع اور اس سے ضعیف ہے مگر دیگر تمام مراتب سے قوی ہے۔ میں ہرگز انبیاءؑ کے کمال کے مراتب کو دوسروں کے مراتب کے سلسلہ میں شمار نہیں کرتا۔ کیونکہ انبیاء کرام اَور ہیں اور دوسرے عوام اَور۔ لہٰذا اِس مرتبۂ کمال کو جو انبیاء کے مرتبۂ کمال کے متصل ہے مذکورہ کمالات کے سلسلہ کا انتہائی نچلا درجہ تصور کریں۔ یعنی انبیاء کے کمال کو درجۂ اوّل میں رکھیں اور اِس مرتبہ کو دوسرے درجہ پر۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ہر کمال کے مراتب میں قوۃً وضعفاً جو تفاوت ہے اس کو ان اشیاء کے اختلاف کے مشابہ جاننا چاہئے جو ایک سلک میں منسلک ہوں۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ دو چیزوں میں دو طرح سے اختلاف واقع ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اُن ہر دو سے ایک چیز ذات، آثار اور احکام میں دوسری کی نسبت امتیاز ظاہری رکھے۔ جیسا کہ لکڑی اور پتھر۔ انسان اور حیوان، اسپ اور گائے، شیر اور بکری وغیرہ میں اختلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک چیز دوسری سے امتیاز کلّی نہ رکھے اور نہ ان کے درمیان ذاتی اختلاف ہو۔ بلکہ ہر دو ایک ہی رشتہ میں پیوند ہوں اور ایک ہی محدود جنس سے ہوں۔ اختلاف فقط کمال یا نقص کے اعتبار سے ہو اور بس۔ مثلاً حرارت کے مراتب کا اختلاف۔

Marfat.com

کہ حرارت قوی یا ضعیف، ہر دو از قسمِ حرارت ہی ہیں اور جنسِ واحد ہیں اگرچہ شدّت یا ضعف کے اعتبار سے فرق رکھتی ہوں۔ اسی طرح برودت، نور، ظلمت اور رنگ کے مراتب میں ضعف یا قوت کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ نیز شیرینی و نمکینی، و تلخی اور شوریت وغیرہ میں بھی اسی طرح اختلاف ہے۔

پس اوّل الذکر اختلاف میں لازم ہے کہ اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ مثلاً لکڑی اور پتھر میں کسی طرح کی مشابہت نہیں ہے اور اسپ و خر میں بھی ہرگز اشتباہ نہیں ہے۔ برخلاف مؤخر الذکر کے اختلاف کے۔ اگرچہ اس قسم کے بعض مقامات میں اشتباہ کی گنجائش نہیں ہوتی لیکن بعض مقامات میں شدید اشتباہ ہوتا ہے۔ کہ اس کا امتیاز دقیق نظر سے بھی مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً اگرچہ قند سیاہ و سفید کی حلاوت میں ہرگز اشتباہ نہیں لیکن شکر سفید مصفی اور قند سفید کی حلاوت میں ایک حد تک التباس واقع ہے خصوصاً جبکہ کاریگر باورچی باریک مصفّٰی چاولوں کو اس میں پکائے تو اس کا امتیاز دقّتِ نظر سے بھی نہیں ہو سکتا۔

یہاں اصل مطلب یہ ہے کہ جب مختلف مراتب کے سلسلہ سے ایک چیز کو دیکھیں اور اس کے ادنیٰ درجہ کو اعلیٰ سے قیاس کریں تو ان کے درمیان امتیاز ظاہر ہوگا اور اگر ایک مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے جو اس کے قریب واقع ہے مقابلہ کریں تو ان کے درمیان تمیز کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہوگا۔ اور یہ معنی ہر عقلِ سلیم پر خوب ظاہر ہیں۔ پس یاد رکھو کہ کمالات مذکورہ کے مراتب کا اختلاف اختلافِ ثانوی سے ہے نہ کہ اختلافِ اوّل کی جنس سے۔ کیونکہ محبّین کی محبت کے مراتب کا اختلاف اور متوکلین کے توکل، اہل سخاوت کی سخاوت، مشفقین کی شفقت، متبرّکین کی برکت اور متفرّسین کی فراست کے مراتب کا اختلاف، اختلافِ مراتب اور اقسامِ بو و رنگ کی جنس سے ہے نہ کہ چوب و سنگ کے اختلاف کی مانند۔ پس اگر ادنیٰ درجہ کے مومن کے توکل کا انبیاءؑ کے توکّل سے مقابلہ کریں تو ان ہر دو میں کسی قسم کی مماثلت نہ پائی جائے گی۔ اور اگر زید کے توکّل کا عمرو کے توکل سے مقابلہ کریں جو کہ باہم توکل کے معنوں میں متقارب ہیں تو اگرچہ ایک دوسرے کی

Marfat.com

نسبت نفس الامر میں ایک قسم کی قوت ہے لیکن ظاہر نظر میں امتیاز نہ ہوسکیگا۔

پس واضح ہؤا کہ ہر کمال کا مرتبہ جو انبیاء اللہ سے ثابت ہے اگر اسی کمال کے مرتبہ کا جو ادنیٰ مومن میں واقع ہؤ مقابلہ کریں تو کوئی مشابہت ان ہر دو کے مراتب کے درمیان نہ پائی جائے گی لیکن اگر ان کے مرتبہ کا اس مرتبہ کے ساتھ قیاس کریں جو ان کے مرتبہ کے متصل واقع ہے تو ایک قسم کی معنوی مماثلت ظاہر ہوگی جس کی حقیقت کو سوائے علام الغیوب کے کوئی نہیں پہنچ سکتا جو کہ نفس الامر میں باہم متحقق ہے اور اسی مماثلت کو مشابہت کہتے ہیں۔ پس جو کوئی مذکورہ کمالات کے مرتبہ میں مرتبۂ ثانیہ سے متصف ہو تو وہی ان کمالات میں انبیاء کے کمال سے مشابہ ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔	میری اُمت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کیطرح ہیں

نیز آپ نے جعفرؓ بن ابی طالب کی نسبت فرمایا: اشبھت خلقی وخلقی۔ (تو میری سیرت اور صورت میں مشابہ ہے)۔

اور مہدی علیہ السلام کی نسبت فرمایا: انہ یشبہ خُلقی ولا یشبہ خَلقی۔ (وہ میری سیرت میں مشابہ ہوگا مگر صورت میں مشابہ نہ ہوگا)

حضرت علیؓ کو فرمایا: انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ وقال من احبّ ان ینظر الی عیسیٰ ابن مریم فی زھدہٖ فلینظر الی ابی درداء۔ وقال حذیفہؓ ابن الیمان ان اشبہ الناس دلاًّ وسمتاً وھدیاً برسول اللہ صلعم لابنِ اُم عبدٍ۔ (علی دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے) اور فرمایا: جو کوئی عیسیٰ بن مریمؑ کو اس کے زہد میں دیکھنا چاہے وہ ابی الدرداء کو دیکھ لے) اور حذیفہ بن یمان نے کہا کہ لوگوں میں سے دلالت، عادت اور ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ابنِ اُم عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ ہیں)

اس بیان کے بعد میں کہتا ہوں کہ امامت سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام کے کمالات میں مشابہت تامہ حاصل ہو۔ مثلاً علمِ احکام شرعیہ جو دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تقلیداً دوم تحقیقاً اور تحقیق کے دو طریقے ہیں: پہلا اجتہاد بشرطیکہ معقول طور

Marfat.com

سے ذوی العقول کو ہو۔ دوسرا الہام بشرطیکہ مداخلتِ نفسانی سے محفوظ ہو۔ پس علمِ احکام میں انبیاءؑ کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہونگے یا ملہمین محفوظین۔ چونکہ احکام کی نسبت اوائل اُمت میں کشف والہام کی طرف عرف نہ تھا۔ پس اس فن میں انبیاء کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہیں۔ سو اُن کو ائمہ فن سے جاننا چاہئے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ۔ اگرچہ مجتہد بہت سے گزرے ہیں۔ لیکن جمہور اُمت کے درمیان یہی چند بزرگ مقبول ہیں۔ پس گویا کہ مشابہت تامہ اس فن میں ان کے نصیب ہوئی۔ اس بناء پر تمام اہل اسلام میں بہت سے خواص وعوام امام کے لقب سے مشہور اور قوتِ اجتہاد سے موصوف ہوئے۔ اور عقاید میں بھی تقلید کو علم انبیاء میں کچھ مداخلت نہیں ہے۔ پس ان کا طریق فن استدلال ہے یا الہام۔ استدلال کا طریقہ ظاہر ہے اور الہام کا مخفی۔ پس مستدلین کو اس فن میں ان کے ساتھ مشابہت ظاہرہ ثابت ہے۔ اسی بناء پر مستدلین استدلالات قویہ کو متکلمین لفظ امام سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً امام غزالیؒ و امام رازیؒ۔

اسی طرح سیاست ایمانی کا قیام دو طرح پر ہے۔ یا بطریق متابعت مثلاً خلفاء اور ان کے نائبوں کے مددگاروں کی طرح۔ دوسرے متبوعیت کا طریقہ۔ مثلاً خود خلفاء۔ اور بیشک سیاستِ انبیاء طریق ثانیہ سے ہے نہ کہ طریق اولیٰ سے۔ پس خود خلیفہ سیاستِ ایمانی میں نبی کے مشابہ ہے۔ اسی واسطے اسے امام کہتے ہیں۔ اسی طرح نماز کی ادائگی ہے یہ بھی دو طرح سے متصور ہوتی ہے۔ فرداً یا اجتماعاً۔ اجتماع میں آدمی یا تابع ہوگا یا متبوع۔ اور انبیاء کا طریقہ یہی ہے کہ نماز کو جماعت سے ادا کرتے ہیں نہ کہ تنہا۔ اور جماعت میں وہ متبوع ہوتے ہیں نہ کہ تابع۔ پس نمازیوں کی جماعت کا متبوع ادائے نماز میں نبی کے مشابہ ہے اور وہی نماز کا امام ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جو کوئی مذکورہ کمالات میں سے کسی کمال میں انبیاء اللہ سے مشابہت رکھتا ہو وہی امام ہے۔ وہ کمال لوگوں کے درمیان خواہ اس لقب سے مشہور ہو یا نہ۔ پس بالضرور کوئی اکابرِ امّت امام المحبوبین ہوگا اور کوئی امام المعظمین

Marfat.com

فی الملائکۃ المقربین، کوئی امام السادات، کوئی امام الملہمین، کوئی امام المتوکلین، کوئی امام الاسخیا، کوئی امام المبعوثین، کوئی امام الرحما، کوئی امام المبارکین، کوئی امام الداعین، کوئی امام الفاضلین، کوئی امام الحکما، کوئی امام الوعاظ، کوئی امام المجادلین، کوئی امام المتفرسین، کوئی امام الامرا، کوئی امام القضاۃ اور کوئی امام المجتہدین ہوگا۔ وغیرہ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض کاملین کو انبیاء کے ساتھ ایک کمال میں مشابہت ہوتی ہے اور بعض کو دو کمال میں اور بعض کو تین میں۔ اسی طرح بعض کو تمام کمالات میں مشابہت ہوتی ہے پس امامت بھی مختلف مراتب پر ہوگی۔ کیونکہ بعض کے مراتبِ امامت میں دوسرے سے اکمل ہونگے یہ ہے مطلق امامت کی حقیقت کا بیان۔ پس جو کوئی مذکورہ تمام کمالات میں انبیاء اللہ سے مشابہت رکھتا ہوگا اس کی امامت تمام کاملین سے اکمل ہوگی۔ پس یہ ضرور ہوگا کہ اس امام اکمل اور انبیاء اللہ کے درمیان سوائے نبوّت کے امتیاز ظاہر نہ ہوگا پس ایسے شخص کے حق میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص مرتبۂ نبوّت سے سرفراز ہوتا تو بے شک یہی اکمل الکاملین سرفراز ہوتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ لوکان بعدی نبیاً لکان عمر۔ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا) اور اُس جلیل القدر کے حق میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبی اور اس کے درمیان سوائے منصبِ نبوّت اور کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے حق میں فرمایا۔ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبیّ بعدی۔ (تمہاری اور میری نسبت موسیٰ اور ہارون کی ہے۔ لیکن میرے بعد نبی نہیں) یہ ہے مطلق امامت کی حقیقت کا بیان اور اس کی قسمیں باب دوم میں مذکور ہونگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

Marfat.com

باب دوم

ذکر اقسام امامت

اس میں ایک مقدمہ، دو فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

مقدمہ

در بیانِ امامتِ حقیقیہ و امامتِ حُکمیہ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

صورتِ اوّل

یاد رکھو کہ اکثر احکامِ شرعیہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک ظاہریت۔ حقیقت تو وہ حکمت ہے جو اس حکم کا باعث ہو اور ظاہریت ایک صورت ہے جو اس حکم کی شکل ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرائع سے اصل مقصود نفوسِ بنی آدم کے اعتقاد، اخلاق، عبادات، عادات اور معاملات کی تہذیب ہے۔ پس جو چیز بذاتہ تہذیب نفوسِ انسانی کا باعث ہے وہی چیز شرائع میں مقصود بالذّات ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل مقصود ایک نہایت نازک اور باریک نکتہ ہوتا ہے کہ اکثر آدمیوں کے ذہن اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور اگر کبھی پہنچ بھی جائیں تو وہ لطیف نکتہ دوسرے امور کے ساتھ جو اس کی جنس سے نہیں ان کے ذہن پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اور غیر مقصود سے مقصود کی تمیز اُن سے مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے بعض ظاہرا امور کو اس سرِّ مخفی کی جگہ رکھ دیتے ہیں اور صورت کو معنی کا حکم دے دیتے ہیں اور اسی ظاہر حکم کا اجرا کرتے ہیں اور اسی ظل کو قائم مقام اصل بنا دیتے ہیں۔

Marfat.com

مثلاً ایمان لانے میں مقصود تصدیق قلبی ہے جو توجّہ الی اللہ کا باعث ہے اور جلال خداوندی کے تذکّر اور تولّدِ حکمت کا باعث ہے، خشیّت الٰہی کا جالب اور عظمتِ الوہیت کی معرفت کو برانگیختہ کرنے والا، اور شجر عبودیت کا تخم ہے۔ اگرچہ یہ امر مخفی ہے کہ کسی کا ادراک دوسرے کے حالاتِ قلبی تک نہیں پہنچ سکتا اور اس حالت کے حصول کی آرزو بھی ایک دوسرا امر اور ایک علٰیحدہ حالت ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ان کا دُوسرے سے مُلتبس ہو جاتا ہے۔ حالانکہ منفعت مذکور کا تعلق تصدیق کے ساتھ ہے۔ نہ کہ حصولِ تصدیق کی آرزو کے ساتھ۔ جیسا کہ آثار شجاعت، نفسِ شجاعت سے متعلق ہیں نہ کہ حصولِ شجاعت کے متعلق۔ اس لئے امورِ ظاہرہ کو (جو کہ اقرار زبان کے معنی ہیں) اسی سرِّ خفی (جس کے معنی تصدیق قلبی ہیں) کے قائم مقام فرمایا ہے۔ اسی اقرار کو احکامِ شرعیہ کا مدار بتایا گیا ہے اور احکام اسلام اسی شخص پر جاری ہوتے ہیں جس سے اقرار زبان صادر ہو۔ اسی طرح حضورِ قلب اور احکام ظاہرہ کو نماز کے بارہ میں سخاوت اور مقدارِ مقررہ مال کے خرچ کو زکوٰۃ کے بارہ میں حصول ملکۂ صبر، ترک اکل و شرب وجماع کو روزہ کے بارہ میں جوشِ عشق و محبت وطواف وسعی میں حج کے بارہ میں، غیرتِ ایمانی کے جوش، جمعیت اسلامی وخواہشِ غنائم وکارزار کو درباره جہاد، رضائے جانبین اور ایجاب وقبول کو نکاح میں اور بیع اور تمام عقدوں، مشقتِ سفر کا اُٹھانا احکام سفر کے بارہ میں تصوّر کرنا چاہئے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

الغرض تمام شریعت کو ایک مجسم آدمی کی مانند تصوّر کر لو کہ اس کا ایک تو ظاہر ہے اور وہ گوشت چربی، ہڈیاں، اخلاط اور ارکان سے مرکب جسم ہے۔ اور ایک اس کی حقیقت ہے اور وہ روح لطیف ہے جو عالمِ امر سے ہے جو قوائے لطیفہ کے تتبع ہے۔ اس میں باصرہ، سامعہ، ذائقہ، شامعہ، خیالیہ، وہمیہ اور فکریہ قویٰ وغیرہ ہیں۔ جب یہ نکتہ واضح ہو گیا پھر باریک تر نکتہ پر غور کرنا چاہئے کہ ہر چند تہذیب نفس انسان کے بارہ میں مقصود اس سے شریعت کی حقیقت ہے جو دار الجزا میں مخفی امور ظاہر ہو جائینگے اور انہی امورِ خفیہ کی مقدار پر عذاب ونعم کے مدارج پر پہنچیں گے۔ چنانچہ ارشاد باری

Marfat.com

تعالیٰ عزّ اسمہٗ ہے:۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ (الطارق)

جس وقت بھیدوں کی جانچ کی جائیگی تو اس وقت کوئی قوت کام نہ آئیگی اور نہ کوئی ۔۔ ہوگا۔

لیکن شرعیہ دنیویہ احکام کا مدار اسی ظاہر پر ہے اور بس۔ پس جب حقیقت مفقود اور ظاہر موجود ہو اگرچہ وہ امر عنداللہ بے اعتبار رہے لیکن ہم بندوں کو اجرائے احکام کے بارہ میں صاحب صورت ظاہرہ سے اسی طرح پیش آنا چاہئے جیسا کہ صاحب حقیقت سے۔ مثلاً منافق اگرچہ اللہ کے ہاں اہلِ دوزخ کے گروہ سے اور کفار کی قسموں سے بدتر ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس سے وہی معاملہ برتنا چاہئے جیسا کہ حقیقی مومن سے کرتا ہے۔ پس گویا کہ منافق مومن حکمی ہے اور دوسرا مصدّق مومن حقیقی۔ یعنی جن منافع و فوائد کی مومن کو اپنے ایمان سے دارالجزا میں اُمید ہے وہ مومن حقیقی کو حاصل ہونگے نہ مؤمن حکمی منافق کو بھی۔ ہاں اجرائے احکام میں منافق بھی مومن کا حکم رکھتا ہے اسی واسطے اس کو مومن حکمی کہتے ہیں۔

ایسا ہی اگر کسی نے کسی عورت کے ساتھ جبر واکراہ سے نکاح کیا اور کرہاً اس سے ایجاب یا قبول کا لفظ صادر ہوا۔ پس اگرچہ وہ نکاح کرنے والا زانی کی مانند دارالجزا میں اپنے عمل کے بدلہ میں گرفتار ہوگا۔ لیکن احکام ظاہرا مثلاً ثبوتِ نسب، تعلق رشتہ وپیوند اور احکام وراثت میں ناکح بجبر کو مانند ناکح برضا کے شمار کیا جائیگا۔ اسی طرح مخلص اور ریاکار عابد کا خیال کرلینا چاہئے۔ مثلاً مخلص نمازی حقیقی نمازی ہے کہ قرب خدا اور مراتب عقلی اور نزول رحمت و برکت دنیا میں اور حصول درجات جنت میں جو نمازیوں کے لئے وعدہ کیا گیا ہے بے شک اس نمازی کو حاصل ہوں گے۔ مگر ریاکار نمازی حکمی نمازی ہے کہ تارکینِ نماز کی حد و تعزیر دنیا میں تو اس سے ساقط ہوگی مگر عنداللہ وہ تارکینِ نماز کی مانند مردود اور اس درگاہ سے سراسر مطرود ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ (ماعون)	خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ وہ وہ ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو۔

صورت دوم

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ احکام شرعیہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعتبار حقیقت سے وابستہ ہے اور اجرائے احکام کی بنا ظواہر پر ہے۔ ایسا ہی مناصب شرعیہ کو خیال کرنا چاہیئے مثلاً امامت کی حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروں کے ہر ایک کمال میں امام تشبہ اختیار کرے جن کا ظاہر اعمل شریعت کے نزدیک دُنیا میں اسے امامت کا حقدار قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمالات مذکورہ میں مشابہت کا ان کے حقیقی معنوں پر اعتبار ہوگا۔ احکام ظاہری اس کے وجود کی علامت سے متعلق ہیں۔ پس صاحب حقیقت اس کمال کا حقیقی امام ہوگا اور صاحب علامت حکمی امام متصوّر ہوگا۔ مثلاً امامت فقاہت کی ایک حقیقت ہے اور وہ اجتہاد کا صحیح ملکہ ہے اور ایک صورت ہے اور وہ احکام غیر منصوص کا بیان ہے پس اللہ کے نزدیک بلند درجہ ملکۂ اجتہاد کے ساتھ مربوط ہے اور تفویضِ منصب قضاو فتویٰ وغیرہ بیانِ احکام کے ساتھ وابستہ ہیں اگرچہ بروئے تقلید ہو۔ پس مجتہد قاضی حقیقی قاضی ہے اور مقلد قاضی حکمی قاضی ہوگا۔ اگرچہ مجتہد قاضی اللہ کے نزدیک مقلد قاضی سے نہایت افضل و اکمل ہے لیکن مسلمانوں کو مقلّد قاضی کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرنا چاہیئے جیسا کہ مجتہد قاضی سے کرنا چاہیئے۔ مثلاً جب وہ حکم کرے تو اس کے حکم کو مختلف فیہ مسائل میں تسلیم کریں اور جب محکمہ میں بلائے تو اس کی حاضری کو واجب سمجھیں اور جب حدود تعزیرات کو قائم کرے تو تسلیم کریں۔

اسی طرح سیاست ایمانی کی بھی ایک حقیقت ہے اور وہ پیغمبروں کی شفقتِ وافرہ ہے جو وہ بندگانِ خدا کے ساتھ ان کی دینی و دنیوی اصلاح میں کمال رغبت

Marfat.com

سے کرتے ہیں خواہ جبراً ہو یا حکومتاً۔ اس کے ساتھ فراست وامارت کا سلیقہ بھی ضروری ہے صورت اس کی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے اجرا کا ظہور ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ اور قرب منزلت فی جوار اللہ اسی شفقت ورغبت سے وابستہ ہے۔ اطاعتِ تسلّط کے وجوب اور اجرائے احکام شرعیہ پر موقوف ہے اگرچہ احکام مذکورہ کا اجرا سیاستِ سلطانی کی بنا پر ہو یعنی طمع مال اور حصولِ سلطنت کی آرزو اور مسلمانوں کے لشکر کا اجتماع اپنے مخالف کے دفعیہ کے لئے ہو۔ پس صاحب سیاستِ ایمانی فنِ سیاست میں امام حقیقی ہے اور صاحب سیاستِ سلطانی امامِ حکمی ہوگا۔ ہاں اگر شرع کو تبدیل کیا اور مخالفِ شرع کام کا اجرا کیا۔ پس وہ اس صورت میں سیاستِ ایمانی کی صورت کو مسخ کرنے والا ہوگا۔ پس ایسے احکام میں اس کی اطاعت کسی مسلمان پر واجب نہیں بلکہ ممنوع اور حرام ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی شاہد ہے۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ (کسی مخلوق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی درست نہیں)

امامتِ حکمیہ یہ ہے کہ اس مشابہت کی علامات ظاہری اس شخص میں ہوں جسے مشابہتِ حقیقی حاصل نہیں۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ امامتِ حقیقیہ اور امامتِ حکمیہ کو علیحدہ علیحدہ دو فصلوں میں بیان کیا جائے۔

فصلِ اوّل

اقسامِ امامتِ حقیقیہ

واضح رہے کہ امامت حقیقی اوصافِ مذکورہ میں سے کسی وصف میں پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ مشابہت تامہ کے معنی ہیں۔ اور وہ اوصاف بے شمار ہیں۔ پس اقسامِ امامت بھی بے شمار ہیں۔ اگر اقسامِ امامت کی ہر قسم کے بیان کی حقیقت اور تفصیل کی طرف پوری توجہ دی جائے تو بیان بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے یہاں صرف چند اعلیٰ

Marfat.com

قسم کے مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور دوسری اقسام کو انہی سے سمجھ لینا چاہیئے۔

پس یاد رکھو کہ اگر فقط کمال وجاہت اور اس کے شعبے اور کمالات، ولایت اور اس کی قسموں میں مشابہت حاصل ہو اور بعثت، ہدایت اور سیاست میں مشابہت حاصل نہ ہو تو اس کو بھی اقسامِ امامت سے ایک قسم سمجھنا چاہیئے۔ اور اسے خفیہ امامت سے تعبیر کرنا چاہیئے اور اگر بعثت اور ہدایت بھی اس کے ساتھ شامل ہوں تو اسے ایک دوسری قسم سے شمار کرنا چاہیئے اور اسے امامتِ باطنہ سے موسوم کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے ساتھ سیاست بھی ہوگی تو وہ ایک تیسری قسم ہوگی اور اسے سیاستِ تامہ سے ملقّب کیا جائیگا۔ یہاں بظاہر ایک اور قسم بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ فقط بعثت اور ہدایت میں مشابہت حاصل ہو۔ نہ وجاہت اور ولایت میں اور نہ سیاست میں۔ اور یہ قسم اگرچہ ظاہر سے معلوم ہوتی ہے لیکن فکرِ دقیق اور نظرِ عمیق کے اعتبار سے یہ قسم باطل ہے۔ کیونکہ اس مقام میں امامتِ حقیقیہ کی اقسام پر بحث ہے نہ کہ امامتِ حکمیہ کی اقسام سے۔ پس یہاں فقط بعثت و ہدایت کے وجود کے آثار کافی نہیں۔ بلکہ انبیاء اللہ کے ان ہر دو کمال کے اقسام و شعب کی مشابہتِ تامہ ضروری ہے۔

گویا کہ امامت کی حقیقت، بعثت اور ہدایت کے بارہ میں اس طرف راجع ہے کہ حکیمِ مطلق اپنے بندوں کی تربیت کے لئے اپنے مقربانِ بارگاہ سے کسی بندے کو چُن کر انبیاء اللہ کی نیابت کا منصب عطا فرما دیتا ہے۔ پس ایک جلیل القدر کی نیابت کا منصب ایک ایسے شخص کو دینا بعید از حکمت ہے جو عزّت و آبرو کے بارہ میں حاضرینِ دربار کی مجلس میں رفعت اور کمالاتِ نفسانی کے معاملہ میں اپنے منیب کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔ پس واضح ہو گیا کہ انبیاء اللہ کی نیابت کا منصب ان سے مشابہت کے بغیر نفسِ کمال میں متصوّر نہیں ہے۔

پس فی الحقیقت امامتِ خفیہ امامتِ باطنیہ کا بیج ہے۔ اور منصبِ نیابت و حصولِ ثمر سوائے تخم کے ہرگز حاصل نہیں ہے۔ ہاں یہ بات ممکن ہے کہ کسی چیز کی ظاہری صورت کو ثمرات سے کسی ثمر کے مشابہ بنائیں۔ مثلاً لکڑی اور پتھر پر انگور کے سے

Marfat.com

لطیف و نازک دانے تراش کر رکھیں پس وہ دانہائے انگور حکمی ہونگے نہ کہ حقیقی۔

پس امامتِ باطنہ کے دو جز ہیں۔ پہلا لباسِ ظاہر اور وہ بعثت و ہدایت میں منصب نیابت ہے اور حقیقت پوشیدہ اور وہ مقام وجاہت و ولایت ہے۔ اور دوسری قسم جو امامت کے ساتھ کمالِ سیاست میں حاصل ہوتی ہے نہ کہ کمالات اربعہ سابقہ سے۔ یہ قسم بھی قسمِ اوّل کی طرح اذہانِ ثاقبہ و افکار صائبہ کے نزدیک از قسم محالات ہے کیونکہ سیاست میں امامت سے مراد یہاں انبیاء اللہ سے سیاستِ ایمانی کے قیام کی مشابہت تامہ کا حصول ہے نہ کہ سیاستِ سلطانی کا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سیاستِ ایمانی کسی شخص سے بتمام و کمال سیادتِ انبیاء کی مانند صادر نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ شخص مقرب بارگاہِ ربّانی اور مخزن کمالاتِ انسانی نہ ہو سا و تکمیل بندگان کے لئے مامور اور طریق ہدایت وارشاد سے ماہر نہ ہو اور یہ امر عقل سے بعید ہے (کیونکہ انبیاء سے مناسبت محال ہے) اس شخص کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی جلیل القدر بادشاہ کا خلیفہ ہو۔ اور سیادتِ سلطانی کے معاملات اس کے ہاتھ سے بخوبی سرانجام پاتے ہوں۔ پھر بھی اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ معاملاتِ سیاست اس سے بخوبی سرانجام ہوتے ہیں۔ لیکن ذاتی کمالات یعنی عقل و سیاست، فہم و ادراک، بخت ارجمند اور بلند ہمتی میں وہ بادشاہِ مذکور سے مشابہت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ امر سراسر باطل اور محال ہے۔

دوسری مثال یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں آدمی اگرچہ لطیف شعر کہتا ہے لیکن نزاکت طبعی اور شعر کا ملکہ نہیں رکھتا۔ اور اگرچہ دقیق مضامین لکھتا ہے لیکن ذہن رسا اور ملکۂ تحریر و تقریر نہیں رکھتا۔ ایسا ہی امامتِ ظاہرہ کو جسے خلافت کہتے ہیں امامتِ باطنہ سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خلافت بمنزلہ سامانِ ظاہر بادشاہی کے ہے۔ مثلاً اجتماع عساکر اور نفاذ حکم و تسلّط بلدان و تعمیر قلعہ ہا و سامانِ حرب وغیرہ۔

اور امامتِ باطنہ بمنزلہ حقیقت سلطنت کے ہے جیسا کہ اقبال و عقل و تدبیر و خزائن و دفائن وغیرہ۔ پس جس طرح سامانِ سلطنت کی رونق اور انتظام کا بعض حکومتی امور خزائن و قوت و عقل اور تدبیر و ترقی اقبال پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی سیاستِ ایمانی

کا اجرا صحیح قانونِ سیاحتِ انبیاء تحقیق امامتِ باطنہ پر دلالت کرتے ہیں پس فی التحقیق ایجابِ امامتِ تامہ کی ایک اصل ہے اور وہ امامتِ باطنہ ہے اس کا ایک ظاہر ہے اور وہ خلافتِ ظاہرہ ہے پس واضح ہوا کہ یہ جو خاص وعام کی زبان پر ہے کہ بعض اوقات ایک شخص کو منصبِ امامتِ ظاہرہ اتفاقاً حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ وہ امامتِ باطنہ سے معطل ہوتا ہے پس یہ بات بعید از عقل ہے۔ احتمال یہ ہے کہ امامتِ ظاہرہ سے ان کی مراد امامتِ حکمیہ ہو۔ پس ان کا ماحصل یہ ہوگا کہ بعض اشخاص کو منصب سلطنت حاصل ہوتا ہے اور سیاستِ سلطانی ان سے بخوبی سرانجام ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ معاملاتِ ربانی، کمالاتِ نفسانی اور اصلاحِ عالم و تربیتِ بنی آدم میں کسی طرح بھی انبیاء اللہ سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور مقربانِ بارگاہِ حضرتِ حق تعالیٰ ان کو بزرگانِ امت و ملت سے نہیں جانتے۔ یہ بات صحیح ہے۔ لیکن یہاں معانیِ سلطنت کی تحقیق پر بحث نہیں بلکہ خلافتِ نبوت کے معانی کی تصدیق ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ امامتِ حقیقیہ کی عمدہ اقسام تین ہیں: (۱) امامتِ خفیہ (۲) امامتِ باطنہ اور (۳) امامتِ تامہ۔ پس ان کو تین صورتوں کے ضمن میں لکھا جاتا ہے۔

صورتِ اوّل امامتِ خفیہ

واضح ہو کہ امامتِ خفیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منازلِ وجاہت و مقاماتِ ولایت کے ساتھ مشابہت کا حصول ہے اور عموماً سیادت جسے وساطت کہا جاتا ہے رب العزت اور بندوں کے درمیان حصولِ فیوضِ غیبی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوتے پس ضروری ہے کہ یہ وساطت حصولِ فیضِ تکوینی کے لئے متحقق ہوتی ہے نہ کہ فیضِ تشریعی کے لئے پس حکیمِ مطلق ان کو تصرفاتِ کونیہ میں واسطہ بناتا ہے مثلاً نزولِ بارش و پرورشِ اشجار، سرسبزیِ نباتات، مقابلۂ افلاک، حیوانات کا بادی قریب و امصار، تقلبِ احوال و دادوفلد، و

تحویل افعال وادبار سلاطین وانقلابِ حالات اغنیاء ومساکین اور ترقی وتنزل صغار وکبار، اجتماع وتفرق جنود وعساکر ورفع بلا ودفع وبا وغیرہ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلاً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہٗ رجلاً یُسقیٰ بھم الغیث وینصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ (ملک شام میں چالیس شخص ابدال ہونگے جب اُن میں سے کوئی شخص وفات پاجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کو اس کی جگہ پر مقرر کردیتا ہے۔ ان کی برکت سے مینہ برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے۔ اور انہیں کی برکت سے شام والوں پر عذاب نہیں آتا)

ان کی وساطت امور مذکورہ میں تین طرح سے ثابت ہوتی ہے: اوّل نزولِ برکت۔ دوم عقدِ ہمّت۔ سوم ورود الہام۔

نزولِ برکت کا بیان یہ ہے کہ جس طرح حق جل وعلیٰ نے آفتاب کے جسم کو باعثِ تنورِ عالم اور رافع تاریکی بنایا ہے پس اگرچہ اطرافِ عالم میں نور کا پھیلنا اور روئے زمین سے سیاہی کا دور ہونا محض خدائے عزوجل کی قدرتِ کاملہ سے ہے۔ اگر کوئی آفتاب کو خالق نور سمجھے گا تو وہ کافر ہوجائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جس وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے تو تمام جہان روشن ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مقربانِ بارگاہ ملائکہ ہیں کہ ان کا وجود بمنزلہ آفتاب کے ہے جو چرخِ ملکوت کے اوج پر چمکتا ہے۔ اور ایک چاند ہے عالم جبروت میں جو شبِ تاریک میں درخشاں ہے۔ بیشک ان کے ساتھ غیب سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے جو اصلاحِ عالم، انتظامِ بنی آدم، گردشِ ایّام اور تغیّرِ حالاتِ زمانہ کا سبب ہوتا ہے۔ پس جو کچھ تغیّرات و تقلبات مذکورہ اطرافِ عالم یا اطوار بنی آدم میں پیدا ہوتے ہیں تمام تر ان کی قدرت سے نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کی طاقت امکانی کے نتائج سے ہوتے ہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت نے ان کو تصرفِ عالم کے آثار کی قدرت عطا فرما کر بنی آدم کے کاروبار ان کے سپرد کردیئے

Marfat.com

ہیں پس یہ بامر اللہ اپنی طاقت صرف کرتے اور گوناگوں تصرفات اور رنگارنگ تغیرات عالم کون میں ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ اعتقاد محض شرک اور کفر ہے۔ اگر کوئی ان کی نسبت یہ عقیدہ رکھے تو بے شک وہ مشرک مردود اور کافر مطرود ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تقدیر الٰہی کا نزول کسی مقبولِ بارگاہ کی وجاہت یا دعا کی بنا پر ہو تو یہ دوسری بات ہے اور تصرفاتِ کونی کا صدور اسی مقبول بارگاہ سے اگرچہ بامر اللہ ہو علیحدہ بات ہے۔ پہلا عین اسلام ہے اور دوسرا محض کفر ہے

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

عقدِ ہمت کے بیان کی تحقیق دو طرح پر ہے: اوّل وفورِ شفقت۔ دوم ظہور اثر تقدیر پس اوّل کا بیان یہ ہے کہ بندگانِ خدا سے شفقت کا زیادہ ہونا مقاماتِ ولایت میں سے ہے جو بالضرور انہیں بسبب کاملیت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ وہ حضرات ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوئے اس لئے ان کی شفقت عباد اللہ کے حق میں ان کے معاشی حالات ہی میں مصروف ہوتی ہے مثلاً دفع بلا حصول عطیات، ترقی حال و عروج اقبال وغیرہ۔

پس جس طرح عباد اللہ کے لئے مبعوثین کی شفقت امور آخرت کی اصلاح میں مصروف ہوتی ہے ایسا ہی ان بزرگوں کی شفقت عباد اللہ کے لئے معاش میں ان کے حال کے انتظام پر لگی رہتی ہے۔ پس مبعوثین کی شفقت عباد اللہ کے حق میں ایسی ہوتی ہے جیسے باپ کو اولاد کے حق میں۔ اور ان بزرگوں کی شفقت ایسی ہوتی ہے جیسے ماں کی اولاد کے ساتھ۔ پس جیسا کہ پدری شفقت اصلاح حال کو مدّنظر رکھتی ہے اگرچہ اس حال میں اس کو کسی قسم کی تکلیف بھی ہو اور شفقت مادری کا حال اس کے برعکس ہے۔ ایسا ہی مبعوثین کی شفقت اور ان بزرگوں کی شفقت کے درمیان فرق ہے۔ اسے غور سے سمجھنا چاہئے۔ حاصل کلام یہ کہ ان کا وجود مبارک وفورِ شفقت کے سبب سراسر دعائے حالی ہے اور کبھی دعائے مقالی کی طرف بھی کھنچا جاتا ہے۔ اور مجیب الدعوات واہب العطیات ان کی اکثر اضطراریہ دعائیں جو شدّتِ شفقت سے

Marfat.com

نکلتی ہیں اپنی حکمتِ بالغہ سے قبول فرمالیتا ہے۔

ظہورِ اثر کی تفصیل یوں ہے جس طرح ان کا سینہ صفا گنجینہ صاف اور بے رنگ شیشہ کی مانند ہے کہ انعکاسِ نورِ غیبی سے سراسر درخشاں اور فیضِ لاریبی سے تمام عالم پر نور افشاں ہے۔ جو کچھ عالمِ تقدیر میں مقدّر ہوتا ہے اور ارادۂ ربانی اس کے صادر ہونے کے متعلق ہوتا ہے تو ضرور اس چیز کے وجود کی خواہش ان کے دل میں جوش مارتی ہے اور اس کے ظہور کے لئے دعا ان کے سینہ میں خروش کرتی ہے۔ اور وہ دعا بلاشک حضور رب العزّت میں قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ اس دعا کا ظہور تقدیرِ ربّانی کی تمہید ہے نہ کہ تدبیرِ انسانی کے خیالات۔

ورود الہام کا بیان یہ ہے کہ یہ بزرگ ارشاداتِ غیبی کے طریقہ یا تفہیم و تعلیم اور مقامات و معاملات کے طریقہ پر افعالِ عامہ بشریہ میں سے کسی فعل کے ساتھ مامور ہوتے ہیں جیسے کسی کو مار ڈالنا یا کسی چیز کا دینا یا لینا وغیرہ۔ اور یہی بہت سے امور ہیں جن کا افرادِ بنی آدم میں رات دن شیوع و اجرا ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے افراد ان امور کو اپنی خواہشاتِ نفسانی کی بنا پر عمل میں لاتے ہیں مگر یہ بزرگانِ دین الہامِ ربّانی کی بناء پر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ (کہف) (میں نے اسے خود بخود نہیں کیا) پس وہ اقوال و افعال جو عام بنی آدم سے صادر ہوتے ہیں یہ ان کے حق میں از قبیلِ عادات شمار ہوتے ہیں مگر ان بزرگوں سے از قسم عبادات۔ الغرض ان بزرگوں کے اعمال اصلاحِ حالِ عالم کی طرف راجع ہوتے ہیں اور عوام کے اعمال کا ثمرہ لذّاتِ نفسانی کی بناء پر ہے ؎

موسیٰ اندر درخت آتش دید　　سبز شد آں درخت اندر نار

شہوت و حرصِ مردِ صاحبدل　　ایں چنیں واں و ایں چنیں انگار

ان کے حال کو ملائکہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیئے۔ ہزاروں انبیاء اور اولیاء کا قتل جو عزرائیل علیہ السلام سے صادر ہوتا ہے چونکہ الہامِ ربّانی کی بنا پر ہے اس واسطے سرمایۂ سعادت ہے اور حضرت زکریا کا قتل جو ایک ظالم شقی سے ہوا چونکہ وہ ہوائے

Marfat.com

سے تھا اس لئے سراسر باعثِ شقاوت ہوا۔ پس اکثر ان کا حال ملائکہ کے حال کی مانند ہے۔ جیسا کہ ملائکۃ اللہ دو قسم ہیں۔ ایک ملاءِ اعلیٰ۔ دوسرے مدبّرات الامر۔ ملاءِ اعلیٰ کی شان اطلاقی ہے جو کسی خاص قوم یا شہر کی اصلاح کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کی نظر تمام عالم کی اصلاح اور تمام بنی آدم کی خدمت پر ہے لیکن مدبّرات الامر میں سے ہر ایک ایک معیّن کارخانہ پر موکل ہے اور ان کی ہمت اس کام کی اصلاح کے لئے صرف ہوتی ہے۔ کوئی ان سے کارخانۂ ابر و باد پر موکل ہے، کوئی ارحام کے اندر صورت و شکل بنانے پر اور کوئی بنی آدم کی حفاظت وغیرہ پر مامور ہے۔ ایسا ہی ان بزرگوں سے بعض تو بنی آدم کے متعلق حال کی اصلاح پر مامور ہیں کسی شہر یا قوم کے لئے مخصوص نہیں ہیں جیسا کہ خضر علیہ السلام اور ابدال و اوتاد و افراد ہیں۔ مگر بعض دوسرے کسی خاص قوم یا کسی خاص شہر یا لشکر سے خصوصیت رکھتے ہیں جیسا کہ قطب، نجباء اور رقباء۔ ان کو اہل خدمات سے کہتے ہیں پس اوّل قوم تو ملاءِ اعلیٰ کی نائب ہے اور دوسری مدبّرات الامر کی۔ پس جیسا کہ ملائکہ مقربین کی حالیہ و مقالیہ دعاؤں میں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ ایک تو کسی قوم کا عروج چاہتا ہے اور دوسرا دوسری قوم کا۔ اور ایک ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کو۔ اس کو اختصام ملاءِ اعلیٰ کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکایت کے طور پر اپنے رسول صلعم کو فرمایا:

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ۔ (ص)

مجھے ملاءِ اعلیٰ کے متعلق علم نہیں ہے جب کہ وہ جھگڑتے تھے۔

پھر حق جل و علیٰ اپنی حکمتِ بالغہ سے کسی امر کو جو مناسب مصلحت ہو جاری فرماتا ہے کبھی ایک کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور کبھی دوسرے کی دعا کو جیسا کہ خود فرمایا:

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (زمر)

تو نے فرشتوں کو دیکھا کہ صفیں کئے ہوئے عرش کے گرد تسبیحیں کرتے ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور ان میں فیصلہ کیا گیا اور کہا کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔

Marfat.com

ایسے ہی اہل خدمات کی دعاؤں اور ہمتوں میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے کہ ایک تو ایک لشکر کی فتح مندی چاہتا ہے اور دوسرا دوسرے کی کامیابی حکیم علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق کبھی کسی کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور کبھی دوسرے کی دعا کو۔ ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ (انعام) | یہ اندازہ غالب اور جاننے والے کا ہے۔

یاد رکھو اگرچہ بزرگ لوگ انبیاءؑ کی اوصافِ وجاہت اور مقاماتِ ولایت سے مشابہتِ تامہ رکھتے ہیں لیکن چونکہ ان کی نیابت کا منصب ہدایت کے بارہ میں اور ان کی خلافت کا مرتبہ سیاست کے بارہ میں نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ائمہ کے لقب سے ملقب نہیں ہوئے۔

صورتِ ثانی۔ امامت باطنہ

واضح ہو کہ صاحبانِ امامتِ خفیہ اکثر ملائکہ مقربین کاظل ہیں، انبیاء مرسلین کی مانند انتظامِ عالم کے لئے مامور نہیں۔ اور نہ ہی بنی آدم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہیں۔ صرف خدمتِ مخلوق کے لئے منصوب و قائم ہوتے ہیں۔ احکام شرع متین میں متبوع نہیں۔ اسی لئے لقبِ امام سے ملقب نہیں ہو سکتے اور نہ منصبِ بعثت تک پہنچتے۔ اربابِ امامتِ تامہ یعنی خلیفۂ راشد سے ملقب ہوئے پس مطلق لفظ امام سے صاحبِ امامتِ باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس۔ بلکہ کلام رب العالمین میں لفظ امام اکثر اسی منصب والے پر مستعمل ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (البقر)

جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور اس نے ان کو پورا کر دیا تو فرمایا میں تجھے لوگوں کا پیشوا (امام) بناؤں گا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت خلیلؑ سے سیاست وقوع میں نہ آئی بلکہ آں جناب سے عوام الناس کی نسبت جو کچھ ثابت ہے یہی تبوعیت اقسام ہدایت ہے اور فرمایا

Marfat.com

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ۔ (سجدہ)

ہم نے ان میں سے امام بنائے ہیں جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں جب اُنہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیا۔

اور فرمایا:

وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ۔ (انبیاء)

ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے راہ بتاتے ہیں اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا الہام کیا اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

پس غور کرنا چاہئے کہ یہ حضرات مثالِ انبیاء ہیں اور انبیاء کا حال انتشارِ ہدایت میں مختلف ہے۔ بعض سے ہدایت مکمل طور پر ہوئی۔ جیسا کہ خاتم الانبیاء وکلیم اللہ علیہم السلام اور بعض سے ان سے کم اور بعض سے ان سے بھی کم جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور بعض تو بنی آدم میں سے ایک کے لئے بھی باعثِ ہدایت نہ ہو سکے۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام۔ پس جس طرح ان میں سے ہر ایک منازلِ وجاہت و مقامات میں فائق اور ارسال و بعثت میں لائق تھا، رحمت و شفقتِ وافرہ میں یگانۂ عصر اور بابِ ہدایت میں یکتائے روزگار تھا اور ہدایت کی قلّت و کثرت کا ظہور کسی طرح سے ان کے منصب کا مسقط نہ ہوا اور کسی وجہ سے نقص کا غبار ان کے دامنِ پاک تک نہ پہنچا۔ اور بتمامہ وہ منصبِ نبوت میں یکرنگ اور میزانِ رسالت میں ہم سنگ ہیں۔ اسی طرح قیاس کر لیں کہ آئمہ کی شان بھی انتشارِ ہدایت کی قلّت و کثرت کے بارے میں مختلف ہے حالانکہ منصبِ امامت میں تمثال رکھتے ہیں کسی امام سے ظہورِ ہدایت کی قلّت ان کے درجۂ علو و کمال کے سقوط یا کمی کا باعث نہیں ہو سکتی۔ یہی آئمہ اہلِ بیت ہیں کہ ان میں سے ایک امام جعفر صادقؓ جو پیشوائے عالم اور رہنمائے بنی آدم ہیں۔ ایک ان میں سے ان کے جد امجد حضرت سجادؒ ہیں جو سوائے چند اکابر اہلِ بیت کے بہت کم لوگ ان سے مستفید ہوئے۔ پس اس تفاوت کے لحاظ سے ایک کے لئے منصبِ امامت ثابت کرنا اور دوسرے

Marfat.com

سے ساقط کرنا ایسا ہے جیسا کہ جناب حبیبؐ اور حضرت کلیمؑ کے واسطے نبوت ثابت کرنا اور حضرت لوط علیہ السلام سے ساقط کرنا۔ العیاذ باللہ۔

پس یہاں امامت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ امامت مشہورہ۔ امامت غیر مشہورہ۔ فی الحقیقت امامت عطیۂ ربّانی ہے نہ کہ اصطلاحاتِ انسانی۔ ہاں اگر سعادت مندانِ زمانہ اس سے فیض یاب ہوں تو وہ امامت مشہورہ ہو گی ورنہ غیر مشہورہ۔ اس مقام میں چند لطیفے ہیں جو چند نکات کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں:

نکتۂ اوّل | امامت ظلِ رسالت ہے۔ بناء اس کی اظہار پر ہے نہ کہ اخفا پر برخلاف ولایت کے۔ پس جیسا کہ منازل و وجاہت اور مقامات کا دعویٰ اور معاملاتِ ربانی وکشف و اسرار روحانی کا بیان ارباب ولایت کے حق میں مظنۂ سلب و زوال ہے اسی طرح اِن کے حق میں ترقی و کمال کا باعث ہے۔ وہ کلمات جو فخر کی اقسام سے آئمۂ ہدیٰ سے ظاہر ہوئے جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: انا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کذاب و انا القرآن الناطق۔ (میں صدیقِ اکبر ہوں میرے بعد یہ لفظ سوائے کذّاب کے کوئی نہ کہیگا اور میں قرآنِ ناطق ہوں) اور جو سید الشہداء سے معرکۂ کربلا میں فخریہ اشعار مروی ہیں اور ایسا ہی تمام ائمہ اہلِ بیت اور سید عبد القادر جیلانیؒ اور دیگر ائمہ ہدیٰ سے بھی ایسے کلمات صادر ہوئے ہیں۔ ان کلمات کو نعمۃ اللہ اور تشبث رحمۃ اللہ کی قبیل سے شمار کرنا چاہئے نہ کہ ہرزہ سرائی اور خود ستائی کی جنس سے ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

نکتۂ ثانی | امام نائبِ رسولؐ ہے اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اپنے بندوں میں انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ جاری فرمایا وہی طریقہ ائمہ کے ذریعہ بھی جاری فرماتا ہے اور ائمہ کے ذریعہ انبیاء کی بعثت کے لئے اتمام حجت ہے یعنی جب تک کہ رسولؐ کی بعثت متحقق نہیں ہوتی اور ان کا وجود و انکار بدبختوں سے ظاہر نہیں ہوتا اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ملک العلام کا انتقام اہل معاصی و آثام کے حق میں متحقق نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل)	ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک اپنا رسول بھیج کر اتمام حجت نہ کرلیں۔

اور یہ اتمام حجت بعثتِ ائمہ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ الخ (یٰسین)	ان کو اہل قریہ کی مثال سناؤ جب آئے ان کے پاس رسول آئے۔ (آخر قصہ تک)

مراد اس قریہ سے قریہ انطاکیہ ہے کہ حوارین حضرت عیسیٰؑ روح اللہ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور اہل انطاکیہ ان سے جحود و انکار سے پیش آئے اور ملک العلام کے انتقام میں گرفتار ہوئے۔ اس بارہ میں ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ۔ (یٰسین)	ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے نہیں تھی وہ مگر ایک آواز پس اس وقت وہ بجھ کر رہ گئے۔

پس یہ بات دل سے سمجھنی چاہیئے کہ جب جملہ اوقات میں کسی وقت بھی ایک امام کھڑا ہوا اور دعوت اس کی ظاہر ہو تو بیشک تمام اہل معصیت و فساد پر حجۃ اللہ کا اتمام ہوگیا۔ اور انتقام الٰہی کا وقت ان پر آپہنچا۔ پس گویا معاصی اور گناہ امام کے معارضہ اور مقابلہ کی وجہ سے کامل ہوتے ہیں اور بیشک سرحد انتقام کی طرف لے جاتے ہیں۔

از انجملہ ان کی تلاش اور معرفت میں بندگانِ خدا مامور ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ (مائدہ)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو۔

اور وسیلہ سے مراد وہ شخص جسے منزلت میں تقربِ خدا حاصل ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

Marfat.com

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ۔ (بنی اسرائیل)

وہ لوگ جو پکارتے اور اپنے پروردگار کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کون ان میں سب سے زیادہ مقربِ بارگاہ ہے۔

اور باعتبار منزلت کے اقرب الی اللہ اوّل رسول ہے بعد ازاں امام جو اس کا نائب ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انّ احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ واقربہم مجلسًا امام عادل۔ (لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اس کا مقرّب قیامت کے دن امام عادل ہوگا)

اور فرمایا: من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ (جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا)

ازانجملہ بعض مواعید کا ایفا ہے کہ حق جل وعلیٰ نے اپنے رسولؐ کو ان سے موعود فرمایا۔ پس ان میں سے بعض کا ایفا پیغمبرؐ کے ہاتھ سے ہوا اور بعض کی آپ کے نائبوں کے ہاتھ سے تکمیل ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ (توبہ وغیرہ)

وہ ذات پاک وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب ادیان سے ممتاز کردے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ظہور دین کی ابتدا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوگی۔ اور ایسا ہی قیصر وکسریٰ اور ان کے خزائن کی ہلاکت وتباہی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ظہور اس کا خلفائے راشدین سے واقع ہوا۔

منجملہ مذکورہ امور کے ایک اتمام امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مامور ہوئے تھے اور اس کی ادائگی امام سے بھی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (اعراف)

کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ تبلیغ رسالت تمام انسانوں کی نسبت آں جناب سے ثابت نہیں بلکہ امر دعوت حضور سے شروع ہو کر یوماً فیوماً خلفائے راشدین اور آئمہ مہدیین کے واسطہ سے ترقی کو پہنچا۔ یہاں تک کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطہ سے تکمیل پائے گا۔ اسی نیابت کو مذکورہ امور میں وصایا کہا گیا ہے یعنی جس طرح وصی ادائے حقوق اور طلب میں منیب کا قائم مقام ہوتا ہے اسی طرح امام بھی ان معاملات میں جو خدا اور اس کے رسول کے درمیان منعقد ہوئے پیغمبر کا قائم مقام ہے۔

ان میں ایک ثبوتِ ریاست ہے یعنی جس طرح انبیاء اللہ کے لئے اپنی اُمت میں ایک قسم کی ریاست ثابت ہے کہ ان کی اس ریاست کے ملاحظہ سے لوگوں کو رسول کی اُمت اور رسول کو اس اُمت کا رسول کہتے ہیں اور بہت سے دنیوی امور میں بھی ان پر تصرّفِ رسول کا اجرا ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

النّبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم۔ (احزاب)

ایمان والوں کے لئے نبی ان کی جانوں سے بہتر ہے۔

اور آخرت کے مقدمات میں بھی اس کی ولایت ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء)

پس کیا ہوگا جب ہر ایک اُمت سے ایک گواہ لایا جائے گا اور آپ کو ان پر گواہ بنایا جائیگا۔

اسی طرح امام کو بھی دنیا و آخرت میں اس ریاست کی مانند مبعوث الیہم سے نسبت ثابت ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم قالوا بلیٰ، فقال اللھم من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ (کیا تم کو معلوم نہیں کہ مومنین کے لئے میں ان کی جانوں سے بہتر ہوں صحابہ نے عرض کیا ہاں! پھر فرمایا: اے اللہ میں جس کا دوست ہوں، علیؓ بھی اس کا دوست ہے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ۔ (بنی اسرائیل)

جس دن ہم سب لوگوں کو بلائینگے مع انکے اماموں کے اور انہیں سامنے لا کر کے ان سے سوال کیا جائیگا

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انھم مسئولون عن ولایۃ علیؓ "وہ حضرت علیؓ کی ولایت کے متعلق سوال کئے جائیں گے)

نکتہ سوم | امام، رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے اور تمام اکابرِ امت و بزرگان ملت ملازموں اور خدمت گاروں اور جان نثار غلاموں کے مانند ہیں پس جس طرح تمام اکابرِ سلطنت وارکانِ مملکت کے لئے شہزادۂ والاقدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسّل واجب ہے اور اس سے مقابلہ کرنا نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بد انجامی پر دلالت کرتا ہے۔ ایسا ہی ہر صاحبِ کمال کے حضور میں تواضع اور تذلّل سعادتِ دارین کا باعث ہے۔ اور اس کے حضور میں اپنے علم وکمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ بیگانگی رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے خصوصًا اس وقت جبکہ نیابتِ پیغمبر بھی اللہ رب العزت کی طرف سے اسے تفویض ہو چکی ہو۔ اس بات کو ذیل کی مثال سے سمجھ لیجئے کہ ایک بادشاہ کے مقرّبوں میں سے ایک امیر جلیل القدر تمام اہلِ دربار میں خاص خدمت پر مامور اور ایک بلند منصب پر فائز ہے۔ اس کے ہاں ایک نیک بخت بیٹا ہے جو کہ اپنے باپ کے برابر لیاقت و ہنر رکھتا ہے اور باپ کے منصب کے لائق ہے اور باپ کے ہمراہ دربارِ شاہی میں آمد و رفت رکھتا ہے اور بادشاہ اور اراکینِ دربار کی نظروں میں یہاں تک عزّت و اعتبار رکھتا ہے کہ اپنے باپ کی نیابت کا منصب اسے تفویض ہؤا۔ پس اگر وہیں کے باپ کے رفقاء میں سے کوئی اس کے ساتھ شرکت کرے اور اس کے مقابلہ میں اپنے منصب پر تفاخر کرے تو بادشاہ کی طرف سے اس پر نمک حرامی عاید ہوگی اور مستوجب عتاب ہوگا۔ اسی طرح امامِ وقت سے سرکشی اور روگردانی اس کے ساتھ گستاخی ہے اور اس کے ساتھ بلکہ خود رسول کے ساتھ ہمسری ہے۔ اور خفیہ طور پر خود ربّ العزّت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا ہؤا۔ الغرض اس کے توسّل کے بغیر تقرّبِ الٰہی محض عقل و وہم اور ایک خیال ہے جو سراسر باطل اور محال ہے ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُبّ علی حسنة لا تضر معها سیئةٌ و بغض علی سیئةٌ لا تنفع معها حسنة۔ (علیؓ کی دوستی نیکی ہے جس کے ساتھ گناہ نقصان نہیں کرتا اور علیؓ کی دشمنی ایک گناہ ہے جس کے سامنے کوئی نیکی فائدہ مند نہیں)

اور فرمایا: الا انّ مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك۔ (خبردار میرے اہل بیت تمہارے لئے کشتیٔ نوحؑ کی مانند ہیں جو سوار ہوا بچ گیا اور جو رہ گیا ہلاک ہوا) رزقنا الله و سائر المسلمین حب اهل البیت و اتباعهم بل حب جمیع ائمة الهدی و اتباعهم۔ امین یا رب العالمین۔

صورتِ سوم۔ امامتِ تامّہ

امامتِ تامہ کو خلافتِ راشدہ، خلافت علیٰ منہاج النبوّة اور خلافت رحمت بھی کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمتِ ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمال روحانی اسی رحمتِ رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور آفتاب کی مانند چمکا۔ اگرچہ خلافتِ راشدہ کے قیام کے لئے نعمت و رحمت حق وجل وعلیٰ کی طرف سے تمام اور کامل ہوئی لیکن کبھی اہل زمانہ کی سعادت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جمہور اہلِ اسلام خلافتِ راشدہ کے قبول پر اتفاق کریں اور جان و دل سے خلیفۂ راشد کی حکومت تسلیم کریں۔ تو خلافتِ ربّانی منتظم ہو جاتی ہے اور سیاست ایمانی کا مقدمہ بخوبی انجام پاتا ہے۔ اس کو خلافتِ منتظم کہتے ہیں بعض وقت تقدیرِ ربّانی اور قضائے آسمانی کے بموجب خلیفہ راشدہ ظہور فرماتا ہے اور اقامتِ خلافت کے لئے بہت کوشش کرتا ہے۔ لیکن جمہور مسلمین کا اتفاق صورت پذیر نہیں ہوتا اور اُمت کا انتظام ظہور میں نہیں آتا۔ اسے خلافتِ غیر منتظمہ کہتے ہیں۔

پس خلافتِ راشدہ کی دو قسمیں ہوئیں۔ ایک خلافتِ منتظمہ جیسا کہ خلافتِ خلفائے ثلاثہ دوسری خلافت غیر منتظمہ جیسا کہ خلافت علی المرتضیٰؓ۔ پس خلافتِ غیر منتظمہ میں

امیر خلافت کا انتشار باوجود خلیفہ راشد ہونے کے ہدایتِ رسول کے اظہار کی قلّت کے سبب سے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام پس جس طرح ظہور ہدایت کی تقلیل حضرت نوح علیہ السلام کے دامن پاک کو غبار آلود نہیں کر سکتی اسی طرح انتظامِ خلافت کا انجام نہ پانا کسی وجہ سے خلیفہ راشد (حضرت علیؓ) کے نقص کا باعث نہیں ہو سکتا۔ پس خلافت غیر منتظم کو اگر خلیفہ راشد کی موجودگی میں دیکھ لیں تو ہمیں کہنا پڑیگا کہ خلافتِ راشدہ ثابت ہے۔ اور اگر عدم انتظام و تفرقۂ اہل اسلام کے اعتبار سے دیکھیں تو کہیں گے کہ متحقق نہیں ہے پس جو کہ حدیث شریف "الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ" (میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی) آیا ہے وہ اوّل الذکر خلافت کے بارہ میں ہے۔ اور بعض وہ احادیث جو ذوالنورینؓ کی خلافت کے اختتام پر دلالت کرتی ہیں وہ مؤخر الذکر کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر ثقفی نے روایت کیا ہے کہ "ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت کان میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر و عمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ صلعم یعنی فساء ذالک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ الملک لمن یشاء۔ (آنحضرت صلعم سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں آسمان سے ایک ترازو اترا دیکھا ہے جس میں آپ کو اور ابوبکر کو تولا تو آپؐ بھاری ہوئے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو تولا تو ابوبکرؓ وزنی ہوئے پھر عمرؓ اور عثمانؓ تُلے تو عمرؓ بھاری ہوئے۔ پھر ترازو اُٹھائی گئی اس سے رسولِ خدا کو ناخوشی ہوئی۔ پھر فرمایا: یہ خلافتِ نبوت ہے پھر دے گا اللہ تعالیٰ ملک جسے چاہے گا)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اری اللیلۃ رجل صالح کان ابا بکر نیط برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما نوط بعضھم

Marfat.com

ببعض فھم ولاۃ الامر الّذی بعث اللہ بہ نبیہ صلعم۔ (خواب دیکھا ایک بار ایک نیک بخت آدمی نے کہ ابوبکرؓ وارث ہوئے رسول اللہ کے اور عمرؓ ابوبکر کے اور عثمانؓ عمرؓ کے۔ کہا جابرؓ نے جب ہم رسول اللہ کے پاس کھڑے ہوئے تو ہم نے کہا کہ نیک آدمی رسول اللہ ہیں اور ایک کا دوسرے کا والی ہونا، کام کی ولایت (وراثت) ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا)

خلافت منتظمہ کا انتظام کبھی کمال تک پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ خلیفہ راشد کا اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں میں مسلّم ہونا اور خاص و عام میں اس کی عزت ہونا ہے۔ کسی کو اس کے تسلّط سے رنج و ملال نہیں پہنچتا اور نہ کسی کو اس کی لیاقت میں کلام ہوتا ہے۔ ہم اسے خلافت محفوظ کہیں گے۔ اور کبھی اہل زمانہ خلیفۂ راشد کے تسلّط سے رنج اٹھاتے اور اس پر طعن و ملامت کی زبان دراز کر دیتے ہیں لیکن حفاظتِ ربانی اور تائیدِ آسمانی کے باعث ان کی ردّو قدح بغاوت اور خروج تک نہیں پہنچتی۔ اور ان کا ملال قلبی خلع بیعت کی نوبت نہیں لاتا۔ اور خلافت کا انتظام بظاہر خلیفہ راشد کے حسب مرضی چلتا ہے اگرچہ اس کے احکام بعض اہل زمانہ کے دلوں پر شاق گزریں۔ اسے ہم خلافتِ مفتونہ کہتے ہیں۔

پس خلافت منتظمہ بھی دو قسم پر منقسم ہوئی۔ محفوظہ مثلِ خلافتِ شیخین اور مفتونہ مثل خلافتِ ذوالنورینؓ۔

پس خلافتِ محفوظہ تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام جہان کے حق میں ایک نعمتِ عظمیٰ اور غنیمتِ کبریٰ ہے۔ پس خلافتِ راشدہ اس صورت میں وجود خلیفۂ راشد کے اعتبار سے بھی، ظاہرا انتظام اہل اُمت و ملّت کے اعتبار سے بھی اور تمام اہل زمانہ کی رضامندی، یقین اور اطمینان کے باعث بھی ہر طرح محقق ہے۔ لیکن خلافتِ مفتونہ اگرچہ خلیفہ راشد کے وجود کے اعتبار سے انتظامِ ظاہری کے لحاظ سے موجود ہے لیکن باعتبار عدم اطمینان قلبی حکماً مفقود ہے۔ اسی بنا پر بعض احادیث میں اتمام خلافت کے بارہ میں ایک اشارہ حضرت فاروقؓ کی طرف ہے۔ چنانچہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بینا انا نائم رأیتنی فی قلیب علیها دلو فنزعت منها ما شاء اللہ ثم اخذها ابن ابی قحافة فنزع منها دلوًا او دلوتین وفی نزعه ضعف واللہ یغفر له ضعفه ثم اخذها ابن الخطاب من ید ابی بکر فاستحالت فی یده غربًا فلم ار عبقریًا یفری فریّه حتی روی الناس وضربوا بعطن" (سوتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک کنوئیں میں ڈول پڑا ہے اسے میں نے کھینچا۔ جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر مجھ سے ابوبکرؓ نے لے لیا۔ پس اس نے ایک یا دو ڈول کھینچے اور اس کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ اس کے حال پر رحم کرے۔ پھر اس سے عمرؓ نے لیا اور اس کے ہاتھ میں بھلا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اس سے اچھا کھینچ سکے۔ سیر کر دیا اس نے لوگوں کو اور وہ خوب خوش ہوئے)

خلفائے راشدین کے درمیان انتظام اور امورِ خلافت کے سرانجام کے اعتبار سے جو تفاضل ہے وہ ایک عارضی امر ہے اصل کمالِ خلافت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ جیسے کہ انبیاء و مرسلین کی فضیلت قلّت و کثرتِ ہدایت کے باعث ہے اور وہ تفاضل بھی عارضی ہے نہ کہ اصل منصب رسالت کی وجہ سے ہے۔ اس بیان میں چند امور ہیں جو کہ مطلق خلیفہ راشد کے احکام کے متعلق ہیں۔ ہم انہیں چند نکات کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔

نکتہ اوّل | خلیفۂ راشد وہ شخص ہے جو صاحبِ منصب امامت ہو اور سیاستِ ایمانی کے معاملات اس سے ظاہر ہوں۔ جو اس منصب تک پہنچا وہی خلیفہ راشد ہے۔ خواہ زمانۂ سابق میں ظاہر ہوا خواہ موجودہ زمانہ میں ہو خواہ اوائل امت میں ہو خواہ اس کے آخر میں۔ خواہ فاطمی نسل سے ہو یا ہاشمی سے۔ خواہ نسل قصّی سے ہو خواہ نسل قریش سے۔ اس لفظ خلیفہ کو بمنزلہ لفظ خلیل اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ، حبیب اللہ یا صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذوالنورین، مرتضیٰ، مجتبیٰ اور سید الشہداء یا ان کی مانند شمار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک لقب بزرگان دین میں سے ایک

Marfat.com

خاص بزرگ کی ذات سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس لقب کے اطلاق سے اسی بزرگ کی ذات تصوّر کی جاتی ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ لفظ "خلفائے راشدین" خلفائے اربعہ کی ذات سے خصوصیت رکھتا ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے انہی بزرگوں کی ذات تصوّر ہوتی ہے۔ حاشا وکلّا بلکہ اس لقب کو بمنزلہ ولی اللہ، مجتہد، عالم، عابد، زاہد، فقیہ، محدّث، متکلم، حافظ، بادشاہ، امیر یا وزیر کے تصور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک خاص منصب پر دلالت نہیں رکھتا۔ جو کوئی بھی اس صفت سے متصف اور اس منصب پر قائم ہو وہی اس لقب سے ملقب ہو سکتا ہے۔

پس جیسا کہ کبھی کبھی دریائے رحمت سے کوئی موج سر بلند ہوتی ہے اور آئمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کو ظاہر کرتی ہے ایسا ہی اللہ کی نعمت کمال تک پہنچتی ہے تو کسی کو تخت خلافت پر جلوہ افروز کر دیتی ہے۔ اور وہی امام اس زمانہ کا خلیفہ راشد ہے۔ اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ "خلافتِ راشدہ کا زمانہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تیس سال تک ہے اس کے بعد سلطنت ہو گی"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ متصل اور تواتر طریق پر تیس سال تک رہیگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قیامِ قیامت تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ وہی تیس سال ہے اور بس۔ بلکہ حدیث مذکورہ کا مفہوم یہی ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال گزرنے کے بعد منقطع ہو گی نہ یہ کہ اس کے بعد پھر خلافت راشدہ کبھی عود ہی نہیں کر سکتی۔ بلکہ ایک دوسری حدیث خلافتِ راشدہ کے انقطاع کے بعد پھر عود کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تکون النبوّۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوّۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ ثم تکون ملکاً جبریۃ فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ ثم سکت۔ (نبوت تم میں رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا اور بعدہٗ نبوت کے طریقہ پر خلافت ہو گی جو اللہ کے منشا تک رہے گی پھر اسے بھی اللہ اٹھا لیگا

Marfat.com

اور بعدہٗ نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی جو اللہ کے منشا تک رہیگی پھر اسے بھی اللہ اٹھا لیگا پھر بادشاہی ہوگی اور اسے بھی اللہ جب تک چاہے گا رکھے گا پھر اسے بھی اٹھا لے گا پھر سلطنت جابرانہ ہوگی جو منشاء باری تعالیٰ تک رہیگی پھر اسے بھی اٹھا لے گا اور اس کے بعد پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی۔ پھر آپ چپ ہو گئے)

اور یہ بھی امر ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خلافت، خلافت راشدہ سے افضل انواع میں سے ہوگی یعنی وہ خلافت "منتظمہ محفوظہ" ہوگی۔ کیونکہ ان کی تعریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتیٰ یبعث اللہ فیہ رجلا من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ (اگر دنیا میں کچھ باقی نہ رہے مگر ایک دن کہ لمبا کر دے اسے اللہ تعالیٰ یہاں تک کہ اٹھا دے اللہ تعالیٰ ایک آدمی میرے اہل بیت سے میرے ہمنام اور اس کے باپ کا نام بھی میرے باپ کے ہمنام ہوگا بھر جائے زمین خوبی اور انصاف سے جیسا کہ بھری ہو ظلم اور جور سے)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتاہ ابدال الشام و عصائب اھل العراق فیبایعونہ۔ (شام کے ابدال اور عراق کے بزرگ اس کے پاس آکر بیعت کریں گے)

نیز فرمایا: و یعمل فی الناس بسنۃ نبیھم و یلقی الاسلام بجرانہ فی الارض (لوگوں کے درمیان ان کے پیغمبر کے طریق پر حکم کرینگے اور زمین میں اسلام پھیلائیں گے)

اور فرمایا: یرضی عنہ ساکن السماء و ساکن الارض لا تدع السماء من قطرھا شیئا الا صبتہ مدرارا و لا تدع الارض من نباتھا شیئا الا اخرجتہ حتیٰ یتمنی الاحیاء الاموات۔ (ان سے آسمان اور زمین والے راضی ہونگے، آسمان بہت مینہ برسائیگا اور زمین بہت نباتات اگائے گی حتیٰ کہ زندے موت کی آرزو کرینگے)

نیز وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: المھدی علیہ السلام یشبھنی فی الخلق۔ (مہدی علیہ السلام خلق میں میرے مشابہ ہونگے)

Marfat.com

یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ خلافت کا زمانہ اوائل اُمت یعنی زمانہ خلفائے اربعہ کا تھا یا اواخر اُمت میں مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہوگا اور ان کے درمیان کا زمانہ معطل ہے کہ ہرگز اس میں خلافتِ راشدہ ظاہر ہونے کی نہیں۔ کیونکہ اکثر تابعین نے خلافتِ عمر بن عبدالعزیز کو بھی خلافتِ راشدہ میں سے شمار کیا ہے اور حدیثِ اوّل میں جو خلافتِ راشدہ کے عود کرنے کے متعلق مذکور ہوا اسے خلافتِ عمر بن عبدالعزیزؒ پر عاید کیا ہے۔ چنانچہ حضرت حبیب نے جو تابعین کے زمرہ سے ہیں یہی حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف منسوب کی ہے اور اس کے اخیر میں یہ بشارت لکھی ہے کہ ارجو ان تکون امیر المومنین بعد الملک العاض والجبریۃ فتسر بہ واعجبہ۔ (میں اُمید کرتا ہوں کہ تم عاض کی بادشاہی اور جبریہ سلطنت کے بعد امیر المؤمنین ہو۔ پس خوش ہوئے اور اچھا معلوم ہوا)۔ پس عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس بشارت کو قبول فرمایا اور اس وجہ سے رد نہ کیا کہ یہ حدیث تو خلافتِ مہدی کی طرف مبشّر ہے تو کیوں دوسروں کی خلافت پر محمول کرتا ہے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اذا رایتم الرّایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا ولو حبوا علی الثلج فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی۔ (جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے آتے دیکھو تو ان کے پاس چوتڑوں کے بل برف پر چلتے ہوئے آنا چاہئے کیونکہ مہدی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ان کے درمیان ہوگا)

اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس مہدی کا ذکر ہے وہ مہدی موعود سے علاوہ ہے۔ کیونکہ مہدی موعود کا ظہور مدینہ منورہ میں ہوگا نہ کہ خراسان سے۔ اور یہ بھی خلیفۃ اللہ ہے کہ جملہ اہل اسلام کو اس کی اعانت اور رفاقت کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حرّاث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یمکن لآل محمد کما مکنّت قریش لرسول اللہ، وجب علی کل مومن نصرہ۔ (ایک آدمی ماوراء النہر کی طرف سے پیدا ہوگا اسے حارث حرّاث کہا جائے گا۔ اس کے آگے ایک اور آدمی ہوگا جسے منصور کہیں گے۔ آل محمدؐ

Marfat.com

کو عزّت دیگا جیسا کہ قریش نے اللہ کے رسول کو عزّت دی۔ ہر مومن پر ان کی مدد واجب ہے) اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگ جس کا حارث مؤیّد ہے اہل بیت سے ہوگا اور مہدی موعود کے علاوہ ہے اس لئے کہ مہدیٔ موعود کو اوّلاً لشکر عرب کے اجتماع سے تائید ہوگی نہ کہ لشکر ماوراء النہر سے۔

پس خلافتِ راشدہ کے حال کو مملکتِ ظاہرہ کی طرح تصوّر کرنا چاہئے جو سلطنتِ عادلہ کے ساتھ ساتھ حکومتِ جابرہ بھی رکھے جیسا کہ کبھی سلطنتِ عادلہ ظہور کرتی ہے اور کبھی حکومتِ جابرہ اسی طرح کبھی خلافتِ راشدہ جلوہ گر ہوتی ہے اور کبھی مملکتِ ظاہرہ۔ قیامِ خلافت کے تغیّر کو لیل و نہار کے تغیّر کی مانند سمجھنا چاہئے۔ کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور وہ پھر ظلمت شب میں گم ہو جاتا ہے اور پھر اس کا نور جوش مارتا ہے۔ نزولِ نعمت الٰہی یعنی ظہورِ خلافتِ راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اور اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہئے اور اپنی دُعا کی قبولیت کی اُمید رکھنا اور خلیفہ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمّت صرف کرنا چاہئے۔ شاید کہ یہ نعمتِ کاملہ اسی زمانہ میں ظہور فرما دے اور خلافتِ راشدہ اسی وقت ہی جلوہ گر ہو جائے۔

نکتہ دوم | خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین، ہمسایۂ انبیاء مرسلین، سرمایۂ ترقیٔ دین اور ہم پایۂ ملائکہ مقرّبین ہے۔ دائرۂ امکان کا مرکز، تمام وجوہ سے باعثِ فخر اور اربابِ عرفان کا افسر ہے دفترِ افرادِ انسی کا سر ہے۔ اس کا دل تجلیٔ رحمان کا عرش اور اس کا سینہ رحمتِ وافرہ اور اقبالِ جلالتِ یزداں کا پرتو ہے۔ اس کی مقبولیت جمالِ ربانی کا عکس ہے اس کا قہر تیغ قضا۔ اور مہر عطیات کا منبع ہے اس سے اعراض معارضۂ تقدیر اور اس سے مخالفت، مخالفتِ ربِ قدیر ہے۔ جو کمال اس کی خدمتگذاری میں صرف نہ ہو، خیال ہے پُر از خلل اور جو علم اس کی تعظیم و تکریم کے بیان میں نہ لایا گیا سراسر وہم باطل و محال ہے۔ جو صاحب کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکتِ حق تعالیٰ پر مبنی ہے۔ اہل کمال کی علامت یہی ہے کہ اس کی خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں۔ اس کی ہمسری کے دعوے سے

Marfat.com

دستبردار رہیں اور اسے رسُول کی جگہ شمار کریں۔

نکتہ سوم | خلیفۂ راشد نبی حکمی ہے۔ گو وہ فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچا لیکن منصب خلافت احکامِ انبیاء اللہ کے ساتھ منسوب ہوُا۔

اگرچہ مذکورہ بالا احکام آیندہ صفحات میں انشاء اللہ بالاستیعاب ذکر کیئے جائینگے لیکن دو تین احکام یہاں بھی نمونتہً ذکر کر دیئے جاتے ہیں۔ ازانجملہ ایک تو نجاتِ اُخروی ہے جس کا مدار ان کی اطاعت پر ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص معرفتِ الٰہی اور تہذیب نفس میں ہزار جد و جہد اور سعی بلیغ کرے لیکن اگر ایمان بالانبیاء نہ رکھتا ہو تو ہرگز نجات اُخروی نہ پا سکے گا۔ اور غضبِ جبار و طبقاتِ نار سے ہرگز خلاصی نہ پائے گا۔ اسی طرح اگر چند عباداتِ اور طاعات دینیہ بجالائے اور احکام اسلام میں پوری کوشش کرتا رہے لیکن جب تک امامِ وقت کی اطاعت کے آگے گردن تسلیم خم نہ کرے اور اس کی اطاعت کا اقرار نہ کرے، عبادتِ مذکورہ آخرت میں اس کے کام نہ آئے گی اور ربِ قدیر کی داروگیر سے خلاصی نہ ہو سکے گی "من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ (جس نے امامِ وقت کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صَلّوا خمسکم و صوموا شھرکم و ادّوا زکوٰۃ اموالکم و اطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربّکم۔ (پنج وقتی نماز ادا کرو، ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو اولی الامر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کے جنّت میں داخل ہو جاؤ)

اور فرمایا: من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ الجاھلیۃ۔ (جو کوئی مرا اور اس کی گردن میں بیعت (کا طوق) نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا)۔

ان اُمور میں سے ایک عباداتِ شرعیہ ہیں جو اس کے حکم کے مطابق ہوں۔ یعنی اگر عبادتِ دینیہ و طاعاتِ شرعیہ اگر سنت کے مطابق ہوں تو مقبول ورنہ مردود ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ صحت نماز جمعہ وعیدین اور جہاد و حدود تعزیرات تمام امر امام پر موقوف ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ (امام ڈھال ہے اس کے پیچھے لڑو اور اس کے ساتھ بچو)

اور فرمایا: الغزو غزوان فاما من ابتغی وجہ اللہ واطاع الامام و انفق الکریمۃ ویاسر الشریک واجتنب الفساد فان نومہ ونبہہ اجر کلہ و اما من غزا فخرا وریاءً وسمعۃ وعصی الامام وافسد فی الارض فانہ لم یرجع بالکفاف۔ (لڑائی دو قسم کی ہوتی ہے۔ جس نے اللہ کی خوشنودی تلاش کی اور امام وقت کی اطاعت کی اور اچھا مال خرچ کیا اور شریک کو آسانی دی اور جھگڑا نہ کیا۔ پس اس کا سونا اور جاگنا سب موجب اجر ہے۔ لیکن اگر کوئی فخر اور ریا سے لڑا اور امام کے خلاف کیا اور فساد کیا تو وہ ماجور نہیں لوٹتا)

ان امور میں سے ایک معاملات بنی آدم اور وعدہ و اقرار ہیں جن میں امام کے حکم کا اجرا ہوتا ہے پس جیسا کہ اپنے وقت میں نبیؑ نے معاملات کے انعقاد میں دو شخصوں کے درمیان حکم فرمایا جیسے نکاح یا بیع و شری یا ان کی مانند کوئی اور معاملہ۔ پس وہ معاملہ حکم کے ساتھ خود بخود ہی منعقد ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ (احزاب)	کسی مومن مرد اور عورت کو شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو پھر اپنی دخل دہی کر دے

ایسے ہی مذکورہ معاملات کا انعقاد امام یا اس کے نائب کے حکم سے خود بخود منعقد ہو جاتے ہیں اور کسی کو انکار کی مجال نہیں رہتی۔ مثلاً مسئلہ قضاء یعنی قاضی کا فیصلہ ظاہر باطن میں جاری ہونا جیسا کہ شروح و متون میں صاف صاف مرقوم ہے۔

منجملہ ان کے امام کے حکم سے شرعی حکم کا ثبوت ہے یعنی اگر کسی فعل یا قول میں

Marfat.com

عقل وادراک سے ہزار منافع یا مضار ہوں اور ہزار وجہ عقلاً اس میں حسن وقبح پایا جائے۔ لیکن جب تک کہ منزّل کتاب وحکم نبی مرسل سے اس کا جواز یا نہی ثابت نہ ہو اور اس کا وجوب یا حرمت شرعاً ثابت نہ ہو سکے۔ ایسا ہی اگر کسی قول یا فعل میں ہزار وجہ سے ابوابِ سیاست میں منفعت معلوم ہو لیکن جب تک امام یا اس کے نائب کا حکم اس سے ملحق نہ ہو اسے شرعی واجبات سے شمار نہیں کیا جا سکتا ایسا ہی اگر صحت یا بطلانِ دعویٰ پر یا اس کے حدود و تعزیر پر ہزار دلائل موجود ہوں اور سو گواہ گواہی دیں لیکن جب تک امام یا اس کے نائب کا حکم اس پر عائد نہ ہوگا ہرگز پایۂ ثبوت تک نہ پہنچے گا۔ پس جیسا کہ احکامِ شرعیہ کا ثبوت نص نبوی ہے۔ اور حسن وقبح کے وجوہ کا عقلی بیان محض مخاطبین کی تسلیٔ خاطر اور مخالفین کے لیے الزام ہے اور بس۔ ایسے ہی احکام عقود و معاملات، حدود و تعزیرات کا ثبوت امام یا اس کے نائب کے حکم سے ہے اور گواہوں کی شہادت کا اظہار اور منافع و مضار کا بیان محض تسلّی خاطرِ حاکم ہے اور اس شخص کے الزام کی بنا پر ہے جو اس حاکم کو جور وستم کی طرف منسوب کرے۔

ایک ان میں سے یہ امر ہے کہ امام کا حکم نص حکمی ہے یعنی جس وقت مجتہدین کا اجتہاد اور قیاس آراؤں کا قیاس نص قطعی کے مقابل ہوتا ہے تو بے شک پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے یعنی مذکورہ امور پر مخالفتِ نص کی صورت میں ہرگز قابلِ عمل نہیں رہتا۔ ایسے ہی جب مذکورہ امور امام یا اس کے نائب کے حکم کے متعارض ہوں تو پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت مواضع اختلاف اور مسائلِ اجتہادیں امام کا حکم دو جانب میں سے ایک جانب متوجّہ ہو تو ہر مجتہد، متقلّد، عالم، عامی، عارف اور غیر عارف پر واجب العمل ہوگا۔ کسی کو اس کے ساتھ اپنے اجتہاد یا مجتہدین سابقین کے اجتہاد یا اپنے الہام یا شیوخ متقدّمین کے الہام سے تعرض نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی حکمِ امام کے مخالف کرے اور مذکورۃ الصدر امور کے خلاف متمسک کرے تو بے شک عند اللہ عاصی اور اس کا عند رب العالمین،

Marfat.com

انبیائے مرسلین اور مجتہدین اور علماء کے حضور میں قابلِ قبول نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اہلِ اسلام سے کسی کو اس کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔

ایک امر یہ ہے کہ قوانین ریاست اور آئینِ سیاست جو خلیفہ راشد سے ظاہر ہوتے ہیں، سنتِ نبویہؐ کا حکم رکھتے ہیں۔ پس خلفائے عظام کا طریقہ بمنزلہ سننِ انبیاء کرام کے ہے اور مناظرات میں استدلال اور معاملات و عادات میں ان سے تمسک کافی و شافی ہے۔ پس اس کے آئینِ استنباط قبیلِ سنت سے ہیں نہ کہ جنس بدعت سے۔

چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة خلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة" (تم میں سے جو میرے بعد جئے گا بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس چاہئے کہ میرا اور خلفائے راشدین المہدیین کا طریقہ مضبوط پکڑے اور نئی باتوں سے بچتا رہے کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی)

ایک امر یہ کہ امام مہتم کے احکام سنت ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے احکام شرعیہ کے اصول کو اپنی منزّل کتاب میں بیان فرمایا اور ان کے فروع و شروط کو نبی مرسلؐ کی زبان پر تفویض فرمایا۔ مثلاً اپنے بندوں کو اپنی کتاب میں اصل صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم فرمایا اور تعیین اوقات اور تعداد رکعات اور تمام ارکان و شرائط کو اور مالِ زکوٰۃ کے تعیّن و نصاب اور اس کی مقدار وغیرہ کو اپنے رسول مقبولؐ کے حوالے کیا۔ پس دین کے احکام کے اصول منزّل کتاب سے بدلیل ثابت ہوں اور ان کے فروع کا مفہوم مسلسل حدیث سے ہونا چاہئے۔ پس کتاب اللہ و سنتِ بیّن کا مجموعہ دین و شریعت ہوگا۔ ایسے ہی بہت سے احکام ہیں جو اختلافِ زمانہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً بعض اوقات لشکر کشی کرنا حکم الٰہی سے ہوتا ہے مگر بعض اوقات بغیر اس کی مرضی کے بھی ہوتا ہے۔ اور لشکر کا کسی شہر وغیرہ میں مقام کرنا کبھی نافع دین ہوتا ہے اور کبھی مضر دین۔ پس ایسے احکام میں کوئی خاص حکم مطلقاً تعیّن نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً یہ نہیں

Marfat.com

کہہ سکتے کہ مطلق لشکر کشی واجب ہے یا ممنوع اور مطلق کوچ ومقام حلال ہے یا حرام۔ اسی بناء پران احکام کا تعیّن رائے امام کے سپرد کیا گیا ہے۔اوران احکام کو بھی احکام شرع سمجھنا چاہئے نہ کہ رسوم عرفی سے۔پس شرع مجموعہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ اوراحکام خلیفۃ اللہ سے مستفاد شدہ امور سے مراد ہے پس جیساکہ کتاب وسنت اصولِ دینِ متین سے ہے،ایسا ہی حکم امام بھی ادلّۂ شرعِ مبین سے ہے۔اورجس طرح سنت کو کتاب اللہ سے دوسرا درجہ حاصل ہے ایسا ہی حکمِ امام،سنتِ رسول سے دوسرے درجہ پر ہے پس اصل کتاب اللہ ہے اوراسے واضح کرنے والی سنتِ نبویؐ اوراس کا مبیّن امام ہے۔کتاب اللہ پرایمان سب سے اوّل ہے اورایمان بالرسول بعدہٗ اورخلیفۃ اللہ پریقین تیسرے درجہ پر ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ۔ (النساء)

اے ایمان والو اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرو اورجو تم میں سے اولی الامر ہیں ان کی بھی تابعداری کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔(میرا اورمیرے خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑو)

اسی بناپر علمائے امت نے اطاعت امام کوغیر منصوصہ مقام میں صحتِ قیاس پرموقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کو باوجود اس کے ضعیف قیاس کے بھی واجب جانا ہے۔اوراس کے مخالف کو اگرچہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اورقوی ہو،جائز نہیں رکھا۔اوراس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہٖ اصولِ دینِ سے ایک اصل ہے اورادلّۂ شرعیہ سے ایک دلیل ہے جوصحیح قیاس سے قوی ہے۔اگرچہ فی الحقیقت کسی اورکے قیاس سے مستنبط ہو۔لیکن دوسرے کا قیاس اگرچہ صحیح ہو، ظنی ہے اوریہ حکم اگرچہ بنفس الامر قیاس سے مستند ہولیکن قطعی ہے۔مثال اس کی یہ ہے کہ اجماع صحت قطعیہ ہے اوراکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اوروہ بھی ظنی ہے۔

Marfat.com

ایک امر یہ ہے کہ حکمِ امام بھی نص حکمی ہے۔ جو نص حقیقی کے دوسرے مرتبہ پر ہے اور دیگر ادلّۂ شرعیہ سے قوی ہے۔ چنانچہ بہت چیزیں ہیں جن کے بیان سے کتاب اللہ ساکت ہے اور سنتِ نبویہ ان کو واجب اور حرام بتاتی ہے۔ ایسے ہی بہت باتیں ہیں کہ دلائل کتاب وسنّت کے ملاحظہ سے دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔ پھر امام کا حکم انہیں واجب یا حرام ٹھیراتا ہے۔

ایک ان میں سے تعیین احکام کا اجرا بذمۂ امام ہے۔ مثلاً اگر کسی وقت کوئی مقدمہ یا سیاست سے پیش آئے یا مہماتِ دین سے کوئی مہم ظاہر ہو تو اگر اُمت میں پیغمبر موجود ہو تو ان کو لائق نہیں کہ اس پر سبقت کریں یا قیل وقال شروع کردیں یا آپس میں مشورہ کرکے کسی حکم کی تعیین کرلیں اور اپنے عقل وتدبیر اور رائے و قیاس کو دوڑائیں۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ آپ اس مقدمہ میں سکوت اختیار کریں اور اس مقدمہ کو پیغمبر کے حضور میں پہنچائیں اور منتظر رہیں کہ اس مقدمہ میں پیغمبر کیا حکم صادر فرماتا ہے اور کس طریق سے بیان فرماتا ہے۔ الغرض حکومت پیغمبر کا منصب ہے اور اطاعت اُمت کا مرتبہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (حجرات)	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

اسی طرح لازم ہے کہ احکام کا اجرا اور مہمات کا انجام امام کے سپرد کیا جائے اور اس سے قیل وقال اور بحث وجدال نہ کیا جائے۔ اور کسی مہم میں خود بخود اقدام نہ کیا جائے۔ اس کے حضور میں زبان کو بند رکھیں اور اپنی رائے سے سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی طرح بھی اس کے سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى	اور جب ان کے پاس کوئی بات امن یا خوف کی آتی ہے تو اُسے مشہور کرتے ہیں۔ اگر اسے

Marfat.com

اَلرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطَانَ اِلَّا قَلِیْلًا۔

(النساء)

رسول یا اولی الامر کی طرف پھیر دیتے تو البتہ سمجھا جاتا کہ ان سے تحقیق کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے اور تھوڑے ہی بچ جاتے۔

الغرض خلافت کے کاروبار کو سیاستِ سلاطین کی طرح قیاس کرنا چاہیئے نہ کہ ریاستِ دہقاناں کی طرح۔

نکتہ چہارم خلیفہ راشد رسولؐ کے فرزند ولیعہد کی بجائے اور دوسرے آئمہ دین بمنزلہ دوسرے بیٹوں کے۔ پس جیسا کہ تمام فرزندوں کی سعادتمندی کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح وہ مراتبِ پاسداری و خدمت گزاری اپنے باپ کے حق میں ادا لاتے ہیں وہ بتمامہ اپنے باپ کے جانشین بھائی سے بجالائیں۔ اور اسے اپنے باپ کی جگہ شمار کریں اور اس کے ساتھ مشارکت کا دم نہ بھریں[1]۔ بلکہ وزارت کے منصب پر مصلحت کا خیال رکھیں۔ ایسے ہی آئمہ ہدیٰ کی امامت کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح پیغمبر کی اطاعت اور اعانت بجالانا ہے اسی طریق سے اپنے اختیار کی باگ خلیفۂ راشد کے ہاتھ میں دے دیں اور ہر طریقہ سے اس کی تابعداری میں گردنِ تسلیم خم رکھیں۔ گو ان میں سے ہر ایک منازلِ وجاہت میں مانندِ علم اور مقاماتِ ولایت میں راسخ القدم اور نزولِ کلام الہام میں اس کے ساتھ مشابہت اور توجیہ خطاب میں شریکِ منصبِ بعثت اور رسالت میں ایک دوسرے پر فخر رکھنا اور ابوابِ ہدایت

---

[1] اس عبارت سے تقویۃ الایمان کے اس فقرہ کا جواب بخوبی ملتا ہے جس میں لکھا ہے کہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرنی چاہیئے"۔ اور اس طرح کہ بڑے بھائی کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ کہاں تک اس کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ جس پر بدعتی فرقہ حضرت شہیدؒ کو مطعون گردانتا ہے۔

Marfat.com

کے فتح میں اس سے مساوات رکھتا ہو۔ لیکن سیاستِ کبریٰ وخلافتِ عظمیٰ کا مالک وہی خلیفۂ راشد ہے جو بمنزلہ انبیائے اولوالعزم کے ہے اور مناصبِ ہدایت کے مالک تمام ائمہ دین ہیں جو انبیاء مرسلین کا ظل ہیں جس مقام سے ان کو منصبِ امامت عطا ہؤا اسی مقام سے ان کو اطاعت واعانت کا حکم پہنچا۔ پس جس طرح ہر ایک انبیائے مرسلین میں سے منصبِ امامت میں سے اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مشارکت اور نزولِ وحی میں مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ بارگاہ کریم مطلق سے انبیاء مبعوث ہیں اسی بارگاہ سے انبیائے اولوالعزم کے اتباع کے لئے مامور ہیں۔ اسی طرح تمام ائمۂ ہدیٰ گویا بارگاہِ مالک علی الاطلاق و مالکِ بالاستحقاق سے منصبِ امامت کو پہنچے۔ اسی بارگاہ سے خلیفۂ راشد کی اطاعت واعانت پر مامور ہوئے۔

الغرض آئمہ ہدیٰ کے معاملہ کا خلیفۂ راشد کے ساتھ اس طرح خیال کرنا چاہئے جیسا کہ فاروق اعظم رضؓ کا ابوبکر رضؓ صدیق کے ساتھ اور علی المرتضیٰ رضؓ کا فاروق اعظم رضؓ کے ساتھ اور جناب حسن مجتبیٰ کا حضرتِ مرتضیٰ عؑ کے ساتھ۔ جنہوں نے باوجود کمالاتِ روحانی اور فضائل نفسانی سے موصوف ہونے کے اپنے اختیار کی باگ خلیفہ ارشد کے ہاتھ میں دے دی اور اس کی اطاعت کے لئے گردن جھکا دی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

فصل ۲

اقسام امامت حکمیہ

واضح ہو کہ کمالات مذکورۃ الصدر کے تحقیقی علامات و آثار ظواہر میں انبیاء اللہ کے ساتھ کوئی شخص مشابہت تو رکھتا ہو مگر ان میں کمی اور نقص پایا جاتا ہو۔ تو اس صورت میں امامت کے علامات و آثار موجود ہیں لیکن حقیقت مفقود امامت

Marfat.com

حقیقیہ کی اقسام کا ذکر قسم اوّل میں مذکور ہو چکا لیکن امامتِ حکمیہ کی اقسام کا ذکر بھی ضروری ہے۔ پس جس طرح امامتِ حقیقیہ کی بے شمار قسمیں ہیں اسی طرح امامتِ حکمیہ کی اقسام بھی لاتعداد ہیں۔ یہاں ان تمام قسموں کی تفصیل مقصود نہیں ہے بلکہ بابِ سیاست کے اندر امامتِ حکمیہ کا دخل بیان کا مقصود ہے اور بس۔

میں کہتا ہوں کہ باب سیاست میں امامتِ حقیقیہ کا فقدان اور امامتِ حکمیہ کا حدوث بہ سبب اختلاط سیاست سلطانی یا سیاستِ ایمانی کے ہے۔ پس جس قدر کہ سیاستِ سلطانی، سیاستِ ایمانی میں مخلوط ہو گی اسی قدر امامتِ حقیقیہ مغلوب نظر آئیگی اور امامت حکمیہ غالب اور خلافتِ راشدہ گم اور سلطنت ظاہرہ ترقی پر ہو گی۔ پس سیاستِ ایمانی اور سیاست سلطانی کو یوں سمجھنا چاہیئے جیسے میٹھا اور کھاری پانی۔ میٹھے پانی میں جس قدر کھاری پانی ملے گا اتنا ہی میٹھے پانی کی لذت مفقود ہو گی اور آب شور کی نمایاں۔ پس جس طرح شور پانی کا میٹھے پانی سے ملنے میں تفاوتِ مراتب ہے جو آب شیریں کے ذائقہ کے تغیّر سے ظاہر ہو گا۔ ایسا ہی سیاستِ سلطانی کے مراتب کا سیاستِ ایمانی سے اختلاط، متفاوت ہے اسی کے مانند خلافتِ راشدہ میں تغیّر پیدا ہو گا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اب شور کا شیریں پانی سے مخلوط ہونا چار مراتب پر تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ اگر بہت سے صاف اور سرد شیریں پانی کے ساتھ اگر تھوڑا سا کھاری پانی اس قدر مل جائے کہ آب شیریں کے ذائقہ میں اس کی تلخی و تیزی ظاہر نہ ہو لیکن اس کی لطافت اور نفاست معدوم ہو جائے پس لطیف طبع اور نازک مزاج لوگ اس پانی کو پسند نہ کرینگے اور ایسے ہی جو لوگ میٹھا خالص پانی پینے کے عادی ہیں مذکورہ متغیر شدہ پانی کو ان کی طبیعت گوارا نہ کریگی۔ لیکن پیاسے کو وہ پانی مطمئن اور نباتات کو شاداب کر سکے گا اور ہر ایک قسم کا کھانا اس سے پکایا جا سکیگا اور ہر طرح کے

Marfat.com

کپڑے دھوئے جاسکیں گے۔ پس یہ پانی اگرچہ فی الحقیقت پانی کی خالص جنس سے نہیں لیکن آثار میں اس کے ہمرنگ ہے اور منافع میں یکساں۔

دوم یہ کہ شور پانی اس قدر مل جائے کہ اس کی تلخی اور تیزی میٹھے پانی کے ذائقہ میں اس قدر نمایاں ہو کہ ہر کس و ناکس کو اس کا پینا ناگوار اور اس کے ذائقہ میں اس کی شوریت کا اثر آشکار ہو۔ لیکن شدت تشنگی اس سے زائل ہو سکتی ہے اور سوزش و تفتگی کو اس سے تسکین ہو سکتی ہے اور دوسرے منافع میں بھی ایک طرح کا تغیر آسکتا ہے اور طعام میں بھی اس کی تلخی پائی جاتی ہے اور کپڑوں کی کثافت اور میل بھی اس سے قطعی زائل نہیں ہو سکتی اور سبزی و نباتات میں بھی پوری رونق نہیں آسکتی۔

تیسرے یہ کہ کھاری پانی میٹھے پانی میں اس قدر مخلوط ہو جائے کہ اس کی تلخی و حدت اس قدر ظاہر ہو جائے اور حلاوت و لذت میں اس قدر تغیر ہو جائے کہ اسے عرف عام میں شور پانی کہا جائے گو عند الضرورت اپنی حاجات میں استعمال کریں مگر جہاں تک ممکن ہو اس سے گریز کریں اور اس کے استعمال سے پرہیز کریں اور صاف اور نفیس کپڑوں کو اس سے نہ دھوئیں اور لطیف و نازک پودوں کو اس سے سیراب نہ کریں۔ اگرچہ کثیف نباتات تمباکو وغیرہ کو اس سے پانی دیں اور اضطرار کے وقت کسی وجہ سے استعمال کرلیں۔

چہارم یہ کہ شور پانی میٹھے پانی میں اس قدر مل جائے کہ بالکل شور اور تلخ ہو جائے اور اس کی شیرینی بالکل زائل اور پانی کے منافع اس سے باطل ہو جائیں اگر بجبر و اکراہ کوئی اسے استعمال بھی کرلے تو اس کی حاجت پوری نہ ہو سکے اور اس کے فوائد سے کوئی فائدہ نہ حاصل ہو۔ مثلاً اگر کوئی اپنی پیاس بجھانے کو پیئے تو پیاس دگنی ہو جائے۔ اگر کسی درخت کو اس پانی سے سینچا جائے تو وہ درخت جل جائے۔ اگر کوئی کھانا پکایا جائے تو وہ کھانا خراب ہو جائے اور اگر اس کھانے کو کوئی کھالے تو ضرر پہنچائے۔ پس اس صورت میں وہ پانی اب شیریں کی جنس سے

Marfat.com

بالکل خارج ہوگا۔ جس جگہ ایسا پانی ہو وہاں کے طالبینِ آب کو کہنا پڑے گا کہ یہاں پانی مفقود ہے۔ اگر کوئی مسافر ایسے پانی کو اپنے ساتھ رکھے تو بے شک بے آب میدان میں شدّتِ پیاس سے جان دے دیگا۔

اب ان مثالوں کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور امامتِ حکمیہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس آزار کی اصل اور اس خار کا تخم عبودیت کے مقام میں سراسر نقصان دہ ہے چنانچہ امام حقیقی کی ذاتِ بابرکات میں نبوّتِ تامہ کی صفت رکھی گئی ہے جو اپنی ہوائے نفس کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے محض رضائے ربّانی کو اپنا قبلۂ ہمّت بناتا ہے اور اپنے لذائذ کے استفادہ سے بالکل پاک اور اپنے مولا کی رضا طلب کرنے میں چُست و چالاک ہے، مقتضیاتِ نفس سے بالکل دستبردار اور اتباعِ ہوا و ہوس سے بیزار ہے۔ ظاہر و باطن میں استقامت کے رنگ سے رنگین اور وزنِ مناسب میں سنگین ہوتا ہے اور ہر طرف سے اپنی آنکھیں بند کئے اور پاؤں کو باندھے ہوئے اپنے مولا کے روبرو بیٹھا رہتا ہے اور ماسوی اللہ کے علاقوں کو توڑے ہوئے، محبّتِ غیر سے مُنہ موڑے رکھتا ہے کہ: "من احبّ للّٰہ وابغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان" (جس نے اللہ کے لئے محبّت کی اور اللہ کے لئے دشمنی کی اور اللہ کے لئے ہی کچھ دیا اور اسی کے لئے منع کیا پس اس کا ایمان کامل ہوا) اس کی شان ہے "ومن کان اللّٰہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما۔ (جس کو اللہ اور رسول سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں) اس کے حال کی حقیقت ہے۔ بناءً علیہ جس وقت ایسا شخص منصبِ خلافت کو پہنچتا ہے تو بواپ سیاست میں محض خدا کے بندوں کی اصلاح اور نیابتِ رسول اللہؐ کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول رہتا ہے۔ اپنے نفع کے حصول کی آرزو اس کے دل میں نہیں گزرتی اور نہ کسی کے ضرر کا غبار اس کے دامن تک پہنچتا ہے اور اطاعتِ ربّانی میں ہوائے نفس کی مشارکت کو شرک جانتا ہے اور کسی مقصد کا حصول سوائے رضائے حق کے اپنے دل کی خالص منزل کے لئے جنسِ کثافت خیال کرتا ہے۔ اسے بندگانِ خدا کی تربیت کے سوا نہ کچھ ظاہر میں مطلوب ہے اور نہ باطن میں مرغوب ہے۔ اسی لئے

Marfat.com

جو بات قوانینِ سیاست ایمانی سے انحراف کا باعث اور آئینِ سیاست سلطانی کی طرف میلان کا سبب ہوگی اس سے ہرگز وقوع پذیر نہ ہوگی بلکہ اس امر قبیح کی آرزو کا اس کے دل میں گزرنے کا خطرہ بھی نہ ہوگا اور نہ امورِ نفسانی سے کوئی امر اسے راہِ حقانی سے کسی غیر جانب کو لے جا سکے گا۔

لیکن امام حکمی بہت سی مقتضیاتِ نفسانیہ سے بالکل پاک نہیں رہ سکتا اور نہ ہی علائق ماسوی اللہ سے بری ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر مال و منال اور جاہ و جلال کے حصول اور اخوان و اقران پر فوقیت، امصار و بلدان پر تسلّط کی آرزو اور دوستوں اور قرابتداروں کی پاسداری، مخالفین و اعداء کی بدخواہی اور لذّاتِ جسمانیہ اور مرغوباتِ نفسانیہ کے حصول کا خیال اس کے دل میں جاگزین ہوتا ہے۔ بلکہ امور مذکورہ کو طلب کرنا اور سیاست کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔ اور طریقِ حکومت کو حکمتِ عملی کے ذریعہ اپنی دلی آرزو تک پہنچاتا ہے۔ پس یہی سیاستِ سلطانی ہے جو ابوابِ سیاست کو اپنے جلبِ منافع و دفعِ مضار کے لئے جاری کرتی ہے۔ اور یہی مذکورہ لذّاتِ جسمانیہ کا حصول جس وقت سیاستِ ایمانی سے مخلوط ہو جاتا ہے اسی وقت خلافتِ راشدہ مخفی اور سیاستِ سلطانی برملا ہو جاتی ہے اور لذّاتِ نفسانیہ کی طلب بحسبِ اختلاف اشخاص متفاوت ہوتی ہے۔ یہی ہوا و ہوس بعض اشخاص پر اس قدر غالب ہو جاتی ہے کہ انہیں دین و ایمان کے دائرہ سے خارج کر دیتی ہے اور بعض پر اس قدر کہ فسق و فجور کی حد تک پہنچا دیتی ہے اور بعض کو یہاں تک نقصان دیتی ہے کہ بوالہوسانِ آرام طلب کی لڑی میں منسلک کر دیتی ہے۔

اس ہوا و ہوس کا اختلاط بھی سیاست ایمانی کے ساتھ چار مراتب پر خیال کرنا چاہیئے:

اوّل۔ باوجود ظواہرِ شریعت کی پاسداری کے طالب لذّاتِ نفسانی ہوتا ہے یعنی ظاہرِ شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور نہ ہی فسق و فجور اور جور و تعدی کی راہ لیتا ہے۔ لیکن اپنے نفس کی راحت رسانی میں اس قدر کوشاں رہتا ہے کہ ظاہرِ

Marfat.com

شریعت اسے مباحات سے شمار کرے۔ ہم اسے سلطنتِ عادلہ کہتے ہیں۔

دوسرا۔ نفسانی لذّات کی طلب اور جسمانی راحت کی خواہش اس قدر غلبہ کرتی ہے کہ کبھی کبھی لذّات کے حصول میں دائرہ شرع سے باہر ہو جاتا ہے اور ظالمانِ بے باک اور فاسقانِ سفّاک کی راہ تک جا پہنچتا ہے اور پھر اس پر پشیمان نہیں ہوتا اور نہ اس سے توبہ کرتا ہے۔ اسے سلطنتِ جابرہ کہا جائیگا۔

تیسرا۔ نفس کی پیروی اس قدر غالب آجاتی ہے کہ زمانہ بھر کا فاسق و عیّاش ہو جاتا ہے جبر و تکبّر کی داد دیتا، ظلم و تعدّی کی بنیاد ڈالتا اور عیش کے فکر میں ہمت صرف کرتا اور مراتبِ تفرج کو کمال تک پہنچاتا اور فسق و فجور، تعدی و جور کے طریقوں کو ملّت و سنّت کے شواہد کے مقابلہ میں فراہم کرتا ہے اور اسے اپنے ہنر و کمال سے سمجھتا ہے۔ ہم اسے سلطنتِ ضالّہ کہتے ہیں۔

چہارم۔ اپنے ساختہ و پرداختہ قوانین کو شرعِ متین پر ترجیح دے اور سُنّت و ملّت کے طریقہ کی اہانت کرے۔ اور ردّ و قدح اور اعتراض و استہزاء کے ساتھ اس سے پیش آئے اور اپنے آئین کے محاسن و منافع شمار کرتا رہے اور امورِ شریعت کو عوام فریب باتوں کی مانند محض ہرزہ گردی اور بیہودہ سرائی میں سے سمجھے۔ اور ملّت اسلام کے احکام اور سنّتِ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مزخرفاتِ احمق فریب و نادان پسند سے قرار دے اور الحاد و زندقہ کی بنیاد رکھے۔ اسے ہم سلطنتِ کفر کہیں گے۔

پس ان چار درجوں کو بالترتیب بیان کیا جاتا ہے:

درجہ اوّل۔ سلطنتِ عادلہ

یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں سلطانِ عادل سے مراد یہ ہے کہ جاہ و جلال کی زیادتی، عزت و اقبال کی محبت، اقران و اخوان کے درمیان امتیاز کا حصول، قریہ و شہر پر تسلط کے منصب کی [illegible] فرمانروائی اور کشورکشائی کی خواہش، صغیر و کبیر پر

فوقیت، جنود وعساکر اجتماع، بقائے دوران وازمان تک نام ونشان کی بقا، خزائن ودفائن کی کثرت، دوستوں اور رشتہ داروں کی پرورش اور دشمنوں کی سرزنش کا خیال، لذّاتِ نفسانی اور راحاتِ جسمانی، بلند عمارات، طبیعت پسند باغات، طعام ہائے لذیذ، لباسِ فاخرہ ونفیس، خوش رفتار گھوڑوں اور اسلحۂ کارزار کے حصول کی ہوس، گلعذار کی بہار دیکھنے، اشجار کے میوہ جات چکھنے، معشوق ناز انداز سے معاشرت اور محبوبانِ طنّاز کی صحبت، محافلِ طرب ونشاط ومجالسِ سرور وانبساط کے اہتمام، ہمنشینانِ سخن سنج کی صحبت اور عمر کو بغیر تکلیف ورنج کے بسر کرنے وغیرہ امور کا خیال اپنے دل میں رکھے اور انہیں اپنی سلطنت کے ثمرہ سے شمار کرے اور ان کے حصول میں بہر نوع جستجو کرے۔ لیکن لذّاتِ مذکورہ کے حصول کے باجود ظواہرِ شریعت کو ہاتھ سے نہ دے اور اس تمام تگ ودو اور ان امور کی جستجو کے اثناء میں دینِ متین کے احاطہ سے قدم باہر نہ رکھے۔ الغرض نفسِ امّارہ اسے اس حد تک نہ کھینچ لے جائے کہ ظاہر شرع کی راہ سے اسے دور دراز لے جائے۔

تفصیل یوں ہے کہ اموال واعمال میں وہ احکامِ شریعت جن کا حکم شریعت میں واضح نہیں اکثر امام کی رائے پر موقوف ہوتے ہیں۔ بلکہ امامِ وقت ان امور میں جو حکم فرمائے وہی حکمِ شریعت ہے۔ لیکن جو احکام افعال کے متعلق ہیں یعنی مقدارِ تعزیر کے تعیین کی مانند۔ کیونکہ جس گناہ پر حد شرعی معیّن نہیں ہے اس کی تعزیر کا طریقہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی جرم چند آدمیوں سے صادر ہوتا ہے تو امامِ وقت ایک کو ضرب وحبس کا حکم دیتا ہے تو دوسرے کی تذلیل وتشہیر کا۔ مگر کسی کے لئے اس کو اس کے منصب سے معزول کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہے اور کسی کے حق میں صرف بے اعتنائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب باتیں درست اور ظاہر شریعت میں جائز ہیں۔ اس کا حکم ان مقدمات میں قابلِ قبول ہے اور اس پر اعتراض خروج از ایمان ہے۔

امورِ سلطنت سے ایک تفویض خدمات ہے کہ ایک شخص کو بلند منصب پر

Marfat.com

پہنچاتا ہے اور دوسرے کو اس سے نچلے درجہ پر رکھتا ہے اور کسی کو اپنے پہلو میں بٹھاتا ہے کسی کو اس سے دور رکھتا ہے، کسی کو افسروں کا افسر بناتا اور کسی کو سپاہیوں کے افراد میں جگہ دیتا ہے۔ ایسے امور میں شریعت کی جانب سے اس پر کوئی اعتراض اور ملامت عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر کوئی شخص ایسے امور کی بنا پر اس پر اعتراض کرے اور طعن کی زبان کھولے تو وہ عاصی مردود اور باغی مطرود ہے۔

امورِ سلطنت میں سے ایک قتلِ سیاست ہے۔ یعنی جرم کی بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اگر وہ جرم کسی سے صادر ہو تو اگرچہ اس جرم کے صدور سے خواہ مخواہ مجرم کا قتل شرعاً واجب نہیں لیکن اگر امام کا قیاس اس کے قتل کا حکم دے تو جائز ہے کہ اسے قتل کرایا جائے۔

ایک امر صلح و جنگ ہے۔ بہت سے مرتد کافر اور جابر سرکش ہوتے ہیں کہ امام ان سے نرمی کی چال چلتا ہے اور بہت سے مومن عاصی اور مسلم باغی ہوتے ہیں کہ امام ان سے جنگ اختیار کرتا ہے۔ کسی کو اس صلح و جنگ کے بارہ میں قیل و قال یا بحث و جدال جائز نہیں ہے۔

لیکن جو احکام کہ اموال کے متعلق ہیں وہ تفصیل کے محتاج ہیں۔ یہاں اجمالاً اسی قدر سن لیجئے کہ مالِ غنیمت کے سوا بیت المال کے خرچ کرنے میں تمام مسلمانوں کی مساوات کا خیال رکھنا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اگر ایک کو کئی ہزار درم و دینار یک مشت بخش دے اور دوسرے کو ایک کوڑی بھی نہ دے تو اس محروم کو امام پر استحقاقِ حق کا دعویٰ نہیں اور نہ کسی اعتراض کی گنجائش ہے۔ بلکہ جو کوئی ایسے مقدمات میں امام پر معترض ہو کر اس کی اطاعت سے دست بردار ہو جائے وہ بارگاہِ حق سے مردود اور مقامِ قرب سے دُور ہے۔

الغرض ایسے مقدمات کی مثالیں اور ان کے اشباہ جو امامِ وقت کی رائے پر موقوف ہیں بہت ہیں۔ مگر نمونۃً چند کا ذکر اس مقام میں کیا گیا ہے۔ اور انشاء اللہ ان معاملات کو دلائل و شواہد کے ساتھ دوسرے اور تیسرے باب میں بالاستیعاب ذکر کیا

Marfat.com

جائے گا۔ یہاں صرف یہی مقصود ہے کہ مذکورہ امور میں خلیفۂ راشد بھی دخیل ہو سکتا ہے اور سلطانِ عادل بھی۔ لیکن خلیفہ راشد کے تصرّفات کی بناء بنی آدم کی تربیت، حالِ عالم کی اصلاح اور احکام ربانی و الہامِ رحمانی پر ہے۔ اور گوناگوں معاملات جو اس سے صادر ہوتے ہیں اور رنگا رنگ احکام جو اس سے ظاہر ہوتے ہیں تمام تر انتظامِ امّت کے لحاظ اور ملّت کے نفع پر مبنی ہیں۔ اگر کسی کو عزّت بخشے تو اس کی دوستی اور پاسداری قرابت کا خیال نہ کرنا چاہیئے اور اگر کسی کی اہانت کرے تو عداوت و مخالفت کا انتقام نہ سمجھنا چاہیئے۔ غرض امام جس امر کو انتظامِ اُمت کا باعث اور نفعِ ملّت کا سبب جانتا ہے، دل و جان سے اس کی بجا آوری میں ہمّت صرف کرتا ہے۔ جب کسی کو کسی خدمت کے لائق سمجھتا ہے وہ خدمت اسی کے سپرد کرتا ہے خواہ وہ پکا محب ہو یا قدیمی دشمن۔

ہاں سلطانِ عادل اگرچہ انہی مذکورہ امور میں تصرف کرتا ہے نہ کہ آثارِ سُنّت و احکامِ ملّت کے تغیّر میں، لیکن ان مختلف احکام میں اپنی نفسانی خواہش کی بھی رعایت رکھتا ہے۔ مثلاً دو آدمیوں سے ایک جرم صادر ہوا اور وہ جرم اس قسم سے نہیں کہ حدودِ شرعیہ سے کوئی حد اس پر معیّن ہو بلکہ اس جنس سے ہے کہ اس کا بدلہ کوئی تعزیر ہو۔ پس ایک شخص کے حق میں ضرب و حبس کا حکم دیتا ہے اور دوسرے کے لئے صرف بے اعتنائی پر اکتفا کرتا ہے۔ پس خلیفہ راشد تو اس اختلافِ حکم میں ان کے حال کی اصلاح کی رعایت مدِّنظر رکھتا ہے اور جب یہ معلوم کر لیا کہ پہلا شخص حبس و ضرب کے سوا راہِ راست پر نہیں آسکتا مگر دوسرا شخص صرف بے اعتنائی کے اظہار سے درست ہو سکتا ہے اور اگر اس کی زیادہ توہین کی جائے تو ممکن ہے کہ حمیّتِ جاہلیّت اس کے دامن گیر ہو جائے اور اس کی جان کے اتلاف تک نوبت پہنچ جائے۔ اسی بنا پر پہلے کو تو تعزیر شدید کا حکم دیتا ہے اور دوسرے کیلئے خفیف سی تعزیر پر کفایت کرتا ہے۔ مگر سلطانِ عادل کے لئے اس حکم کے اختلاف کا کبھی کبھی یہ سبب بھی ہوتا ہے کہ پہلے شخص پر طبعاً پر غضب یا انتقام طلب ہو۔ لیکن جبتک اُس پہ شرعی الزام نہ پائے تب تک اُس کے انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر الزامِ شرعی کی راہ نکالتا اور انتقام کا عزم دل میں رکھتا ہے۔ جب شرعی الزام اُس پر

Marfat.com

عائد ہو گیا فوراً تعزیر شدید لگا دی۔

جب خلافت راشدہ اور سلطنت عادلہ کا فرق و امتیاز واضح ہو گیا تو معلوم کر لینا چاہئے کہ سلطنت عادلہ کے قیام سے گو ظاہر میں شریعت کو نفع پہنچتا ہے لیکن باطن میں نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بزرگان امت کو احیاناً گزند پہنچتا ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت دربارۂ تہذیب اخلاق اور حسن خلق، اخلاص فی العمل، خیر خواہی خلق اللہ، تربیت عباد اللہ، تعظیم کبرائے امت و عظمائے ملت جو باعتبار فضائل دینیہ و کمالات شرعیہ واجب التعظیم و تکریم ہیں، برہم ہو جاتی ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کا منتہائے ہمت انہی چند فقہی مسائل کی یاد رہ جاتا ہے جن کے ذریعہ سلطان وقت کی گزند سے محفوظ رہ سکیں اور بدخواہ کو ان کے ذریعہ ملزم گردانیں یا ساکت کریں۔ اس سلطنت عادلہ سے اگرچہ قالب شرع قائم رہتا ہے۔ لیکن اس کے روح کو نقصان عظیم پہنچتا ہے۔ اس لئے اسے ملک عضوض۔ یعنی سلطنت گزند اس جگہ کہا گیا ہے جہاں خلافت راشدہ کے گزرنے کے بعد اس کے وجود کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ ھذا الامر بدء نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ ثم ملکا عضوضا۔ (یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر بادشاہی سختی کی)

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ سلطنت عادلہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اعلیٰ۔ دوسری اسفل۔ اس لئے کہ ظواہر شرع کی پاسداری جو کہ سلطنت عادلہ کے لئے لازم ہے، یا تو خوف خالق کی بنا پر ہوگی یا مخلوق کی پاسداری ملحوظ خاطر ہوگی۔ پس اسی وجہ سے اول اعلیٰ ہے اور دوم اسفل۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ سلطان عادل جو ظواہر شرع کی پاسداری کرتا ہے اور اس کے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھتا۔ اس کی اس پاسداری کا باعث یا تو یہ ہے کہ ملک علی الاطلاق و مالک بالاستحقاق رب العزت بادشاہوں کے بادشاہ، ہر عاجز و ناتوان کے دستگیر کو ہر قلیل و کثیر و صغیر و کبیر پر قادر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کی قدرت کے زیر فرمان جانتا ہے اور

Marfat.com

یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ ایک روز ربّ العزّت کے حضور میں محاسبہ کیلئے حاضر ہوتا ہے اور گستاخی و شوخ چشمی کی سزا بلا ریب بھگتنا ہے اور اُسکے حضور میں صاحب اقتدار بادشاہ اور لاچار مسکین برابر ہیں اور اس کی عدالت پر چھوٹے بڑے کے لئے یکساں ہے۔ اور اس کے سامنے جبر و تکبّر، ظلم و جور، فسق و فجور، نکبت و وبال کا باعث اور تعذیب و نکال کا موجب ہے۔ ظالم و ستمگار آگ کے طبقات میں گرفتار اور سرکش و خود پسند اُس کے حضور میں ذلیل و خوار ہے۔ اسی بنا پر نفس امّارہ اسے اگرچہ میدانِ ضلالت کی طرف لے جانا چاہتا ہے لیکن خوفِ الٰہی دستگیری کر کے اُسے شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ اگر کبھی وہ بتقاضائے بشریت دائیں بائیں بھٹکنے لگتا ہے تو وہی خوفِ الٰہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کشاں کشاں راہِ راست پر لے آتا ہے۔ پس وہ حاجاتِ نفسانیہ کی حدِ شرعی تک ایفا کرتا ہے اور بس۔ اگرچہ اس کے غصّہ کی آگ چاہتی ہے کہ کسی عاجز و ناتوان پر تعدی کا ہاتھ دراز کرے۔ لیکن اس کے بدلہ پانے کے خوف سے اپنے کو جبراً و کرہاً باز رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی شرعی الزام اس پر پاتا ہے تو اس وقت اپنے دیرینہ غصّہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اگرچہ اس کا دل کسی معشوقہ کے لئے پیچ و تاب کھاتا اور اس کے وصال کا شوق اسے مضطرب کر دیتا ہے لیکن جب تک عقدِ نکاح نہیں کر لیتا ہرگز اس کے ساتھ وصل کا مرتکب نہیں ہوتا۔ ہاں اس کے نکاح کی طلب میں ہر طرف دوڑتا بھاگتا اور ہر طرح کوشش کرتا ہے۔ خواہ اپنے قیمتی وقت کو صرف کرے یا مالِ کثیر کو خرچ کرے۔ اسی طرح اس کا نفس اگرچہ متکبّروں کی عادات کے اظہار کا تقاضا کرے۔ لیکن وہ اس حدیث کو ملحوظ رکھتا ہے "الکبر یاء ردائی والعظمۃ اِزاری" (بڑائی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے) اور جس قدر کہ اپنی امتیاز سے نشست و برخاست اور رفتار و گفتار میں مباحاتِ شرعیہ سمجھتا ہے انہی پر اکتفا کرتا ہے اور جابرانہ و متکبرانہ عادات سے جو کہ شرعی محرّمات سے ہوں، باز رہتا ہے اور اگرچہ انبیاءؑ اور خلفائے راشدینؓ کی سیرت صاف صاف اس کے طریقہ کے ساتھ مطابقت نہیں کھاتی لیکن کوئی شرعی اعتراض بھی اس پر عائد نہیں ہوتا۔

Marfat.com

پس گویا ایمان کا اصلی شعلہ اس کے دل میں روشن تو ہے لیکن ہوا و ہوس کا دھواں بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اور گو یقین کی برق اس کے دل پر چمکتی ہے لیکن تغیرِ نیت کی ظلمت اسے چھپائے ہوئے ہے جیسا کہ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے: انہٗ قال قلت یارسول اللہ، ھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم۔ قلت وھل بعد ذٰلک الشر خیر قال نعم و فیہ دخنٌ قلتُ وما دخنہٗ قال یستنون بغیر سنتی و یھدون بغیر ھدیی۔ (میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا اس بھلائی کے بعد بُرائی ہے؟ فرمایا ہاں! پھر میں نے عرض کیا کہ اس بُرائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ فرمایا ہاں! اور اُس وقت خرابی بھی ہوگی۔ عرض کیا، خرابی کیسی؟ فرمایا کہ بعض لوگ میری سنت کے علاوہ طریقہ اختیار کرینگے اور میری ہدایت کے سوا ہدایت تلاش کریں گے)

پہلی بھلائی سے مراد نبوّت اور خلافتِ راشدہ کا زمانہ ہے۔ اور شر سے مراد خلافتِ راشدہ کے آخر میں اُمت کا تفرقہ ہے اور خیر ثانی سے مراد سلطنت عادلہ ہے۔ اور اس حدیث میں جو لفظ دخن ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ یہ حکومتِ سلطنت ہوگی نہ کہ حکومتِ خلافتِ راشدہ۔ مَیں اسی سلطنت کو سلطنتِ کاملہ کہتا ہوں۔

یا ظواہرِ شریعت کی پاسداری کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ خوفِ الٰہی تو اس حد تک نہیں ہوتا کہ نفسِ امّارہ کو روک سکے البتہ مخلوقات سے شرم کھانا اس کے دامن کو نہیں چھوڑتا کہ نفسِ امّارا سے احاطۂ شرع سے باہر لے جائے۔ اور اس شرم کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ جس ملک میں اس کی سلطنت ہوتی ہے اُس ملک کے معزز لوگ دیندار اور ظاہر شرع سے دلچسپی رکھتے ہوں یا اس ملک کے رسم وعادات میں تشرّع ہو اور ہر کس وناکس اس سے تمسّک کرنے والا اور ہر مومن ومنافق اس میں مقید ہو۔ اسی بنا پر سلطان مذکور جانتا ہے کہ اگر علانیہ شرع شریف سے مخالفت کریگا تو بہرصورت تمام لوگوں میں بدنام ہو جائے گا یا خاص وعوام اُس پر بلوہ کر دینگے یا اکابر مملکت وارکان سلطنت اس سے بیزار ہو کر

Marfat.com

اس کی اطاعت سے دست بردار ہو جائیں گے۔

یا اس وجہ سے بھی ظاہرِ شریعت کی پاسداری کریگا کہ سلاطین عالی قدر یا خاقان ذوی الاقتدار میں سے کوئی سلطان اس ملک میں منصبِ سلطنت پر فائز ہو گذرا ہے اور دیانت و عدالت کے سبب خاص و عام میں نیک نام ہوا ہے اور اس موجودہ سلطان کے زمانہ تک اس کا نام نیک ہر شہر و قصبہ میں شہرت پائے ہوئے ہے تو اگر وہ نیکنام سلطان اس موجودہ سلطان کے آباؤ اجداد سے ہوگا تو یہ جانتا ہے کہ لوگ اسے فرزند سعید و جانشینِ رشید بھی جانیں گے کہ اس کا آئین اپنے دادا کے قوانین کے مطابق ہو ورنہ اسے ناخلف بیٹا اور جانشینِ بد کہیں گے۔ اور اگر اس کے آباؤ اجداد سے کوئی سلطانِ کامل نہ ہوا ہو، تاہم وہ چاہتا ہے کہ نیک نامی کی خاطر معاوات پیدا کرے اور اس بارے میں اپنے آباؤ اجداد سے بڑھ چڑھ کر بنے تو اس صورت میں یہ حکمران مذکورہ سلطان سے ظواہرِ شرع میں قصداً زیادہ استقامت دکھاتا ہے۔

یا اس کی شرم کا باعث یہ ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت کا زمانہ خلافت راشدہ کے زمانہ کے قریب واقع ہوا تو وہ جانتا ہے کہ اگر اسکا آئین خلافتِ راشدہ سے بالکل مخالف ہوگا تو ضرور ہے کہ تمام چھوٹے بڑے اس سے متنفر اور بیزار ہو جائیں گے اور اپنے اختیارات کی باگ اس کے ہاتھ میں نہ دینگے۔ اسی بنا پر ظاہرِ شریعت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور حدودِ شریعت سے قدم باہر نہیں رکھتا۔ لیکن جس جگہ اہلِ تکلف و تصنع کے افعال اہل صدق و اخلاص کے افعال سے ممتاز ہوں ایک ادنیٰ صاحب فراست بھی بخوبی سمجھ لیتا ہے اور اپنے دل میں پوری طرح محسوس کرتا ہے کہ اس شخص کے افعال محض ایک صورت ہے بے جان اور ایک قالب ہے بغیر روح کے۔ بنا بریں اس کا تشرع اور دیانت ہر مومن کو پسند بھی ہے اور ناپسند بھی۔ پسندیدگی اس لئے کہ وہ بظاہر امورِ شرعی کا پابند ہے اور ناپسندیدگی اس لئے کہ اس کا وقوع مکار و ریاکار آدمی کا سا ہے۔ پس اس کے افعال مومنین مخلصین کی نظر میں معلوم ہیں اور منکر بھی ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یکون علیکم امراء

Marfat.com

تعرفون وتنکرون۔ (تم میں ایسے حکمران بھی ہونگے کہ ان کے افعال کو تم اچھا بھی جانوگے اور بُرا بھی) اور ہم اس سلطنت کو سلطنتِ ناقصہ کہیں گے۔

یہاں چند باتیں قابلِ ذکر ہیں جن کو بصورتِ نکات بیان کیا جاتا ہے:

نکتہ اوّل سلطان کامل، حکمی خلیفہ راشد ہے یعنی اگرچہ خلافتِ راشدہ تک نہیں پہنچا لیکن خلافتِ راشدہ کے عمدہ آثار بعض ظواہر شریعت کی خدمت صدق واخلاص سے اس سے صادر ہوں۔ پس اگر کسی وقت سلطانِ کامل تخت سلطنت پر متمکن ہو اور اس وقت امامِ حق کا بھی وجود ہو جو خلافت کی لیاقت رکھتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ امامِ حق منصب امامت پر قناعت کرے۔ اور اپنی کوشش ہدایت وارشاد کی طرف مبذول کرے۔ اور سلطان کے ساتھ امورِ سیاست میں دست وگریباں نہ ہو اور رعایا اور لشکر کو جنگ وجدال کے بپا کرنے میں بے سرو سامان نہ کرے۔ اگرچہ خلافتِ راشدہ کا منصبِ اعلیٰ اس کے ہاتھ سے جا رہا ہے لیکن عباد اللہ کی خیر خواہی کے مدِّ نظر اس امر کو گوارا کرلے اور راضی بقضا ہو رہے اور تمام مسلمانوں پر اس کو تصدّق کر دے۔ جیسا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے سلطانِ شام (امیر معاویہؓ) سے یہی طریقہ اختیار کیا اور مخالفت کا دروازہ نہ کھولا۔ اسی مصالحت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور فرمایا: انّ ابنی ھذا سیّد لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔ (میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اس کے باعث اللہ تعالیٰ صلح کرادے)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سلطانِ کامل پر اُمّت کا اجماع کرنا خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق ہے اور اس کی اطاعت درگاہِ خداوندی میں مقبول ہے۔

نکتہ دوم سلطانِ کامل سلاطین اور خلفائے راشدین کے درمیان ایک برزخ کی طرح ہے اگر لوگ دیگر سلاطین کو دیکھیں تو اس سلطانِ کامل کو خلیفہ راشد تصوّر کریں اور اگر خلفائے راشدین کا حال معلوم کریں تو اسے سلطانِ کامل

Marfat.com

سمجھیں چنانچہ سلطانِ شام (حضرت معاویہؓ) نے فرمایا: لست فیکم مثل ابی بکر وعمر ولکن سترون امرأ من بعدی۔ (میں تم میں ابوبکرؓ و عمرؓ جیسا حکمران تو نہیں ہوں، لیکن میرے بعد عنقریب امیر دیکھو گے) بنا برین اس کی سلطنت کا زمانہ زمانۂ نبوّت اور خلافتِ راشدہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ پس اس وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ کی ابتدا سے اس سلطنتِ کاملہ کا زمانہ گزر جانے تک ترقیٔ اسلام کا زمانہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے: تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین أو ست وثلاثین اوسبع وثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک وان یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عامًا۔ (اسلام کی چکی پینتیس، چھتیس یا سینتیس سال چلے گی۔ پس اگر وہ ہلاک ہوئے تو ہلاکت کا راستہ ہے اور اگر دین کو قائم کیا تو ستّر سال قائم رہیں گے)

لفظ "ان یھلکوا" ظہورِ فتن اور خلافت راشدہ کے انتظام کے خلل کی طرف اشارہ ہے جو اُس زمانہ کے آخر میں ہوئی اور کلمہ "ان یقم لھم دینھم" ترقی دین کی طرف اشارہ ہے جو زمانۂ ظہور شوکت نبوّت و خلافتِ راشدہ اور سلطنتِ کاملہ میں ہوئی۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے تعوّذوا باللّٰہ من راس السبعین (ہر ستّر برس کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو) یہ کلمہ سلطنتِ کاملہ کے گزر جانے کی طرف اشارہ ہے۔

سو ان تینوں زمانوں کے مجموعہ کو زمانۂ برکت قرار دیا ہے۔ کیونکہ شر و فساد جو قابلِ تعوّذ ہے وہ سلطنتِ کاملہ کا زمانہ گزر جانے کے بعد ظاہر ہوگا۔

نکتہ سوم سلطانِ کامل بھی نیابتِ رسالت سے ایک طرح کا حصّہ دار کہا جا سکتا ہے اگرچہ اُس کی ریاست کو خلافتِ نبوّت نہیں کہا جا سکتا لیکن سلطنتِ کہنا جائز ہے جیسا کہ سابقہ کتب سماوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں نازل ہوا۔ مھاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام (اس کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہوگی اور ملک یعنی سلطنتِ نبوّت شام میں ہوگی)

Marfat.com

پس جس طرح نبی کی اطاعت و فرمانبرداری کرینگے ویسا ہی سلطانِ کامل کے بارہ میں کرنا ہوگا۔ اگرچہ انوارِ ہدایت کا حصول اور آثار دیانت کا اتباع، تہذیب اخلاق اور تکمیلِ مقامات میں تقرب الی اللہ کا طریقہ اور خلق اللہ سے حسنِ معاشرت اور تربیتِ عبادِ اللہ اس سے سیکھا نہیں جا سکتا۔

نکتہ چہارم چونکہ سلطانِ کامل ایمان و اخلاص رکھتا ہے اور نیک کام اس کے ہاتھ سے انجام پاتے ہیں اور ظواہرِ شریعت کی ترقی اس کے اقبال سے رونق حاصل کرتی ہے لہٰذا جو کچھ کہ تقاضائے بشریت سے تہذیب اخلاق وغیرہ کے بارہ میں اس سے بعض امور خلافِ سنت ظاہر ہوں ان سے چشم پوشی کرنی چاہیئے۔ اور اس کی خیر خواہی میں دل و جان سے کوشاں رہنا چاہیئے۔ اس کی تھوڑی کوشش کو زیادہ جاننا اور چھوٹے کام کو بڑا کام تصور کرنا چاہیئے۔ اگرچہ لذاتِ نفسانیہ پورا کرنے میں بھی مشغول ہے۔ لیکن دین رب العالمین کی خدمت گذاری میں بھی تو مصروف ہے ؎

کمال صدق و محبت ببیں نہ نقص و گناہ
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بہ عیب کند

درجہ دوم۔ سلطنت جابرہ

جاننا چاہیئے کہ سلطان جابر سے وہ شخص مراد ہے۔ جس پر نفس امارہ اس قدر حکمران ہو کہ نہ تو اسے خوفِ خدا مانع ہو سکتا ہے اور نہ مخلوقات کی شرم، اور نفس کی فرمانبرداری میں نہ تو شرع کا لحاظ رکھتا ہے اور نہ ہی عوام کی پاسداری کا خیال۔ نفس امارہ جو بھی اسے کہے بلا تکلف بجا لاتا ہے اس بات کی پرواہ نہیں رکھتا کہ شریعت کی مخالفت ہے یا موافقت بلکہ اپنی لذاتِ نفسانیہ کے پورا کرنے کو اپنی سلطنت کا ثمرہ سمجھتا ہے۔ ہم اسے ہی "سلطنت جابرہ" کہتے ہیں۔ جابر سلاطین شریعت کی مخالفت میں بمقتضائے اختلاف طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کو تکبر و جبر مرغوب خاطر ہوتا ہے

Marfat.com

کسی کو ناز و نخرہ کسی کو تعدی وجور کسی کو فسق و فجور کسی کو مسکرات کا استعمال، کسی کو لذیذ کھانے، کسی کو نفیس لباس، کسی کو لہو و لعب کسی کو نشاط و طرب بھاتا ہے۔ الغرض نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے بے شمار طریقے اور نفس پرستی کے مقدمات ہزاروں ہیں۔ اگر ان کی تفصیل کی جائے تو برسوں تک بھی انجام کو نہ پہنچے۔ ہاں اس کے چند اصول اور بے شمار فروع ہیں ان میں ایک تو سفاہت (بیوقوفی) ہے۔ جو شخص عقل و دانائی نہیں رکھتا اور اپنی ہمت کو دُور اندیشی کی طرف متوجہ نہیں کرتا۔ اس نے استقامت سے حصّہ نہ پایا اور ہرگز متانت کی راہ پر نہ چلا تمکین و وفا کو ایک جو کے برابر نہیں سمجھتا اور ننگ و عار کو خیال میں نہیں لاتا اور جو چیز اسکے خیال میں آئے اسی کو ہی چاہتا ہے کہ عمل میں لائے اور اس کی منفعت و مضرت کے بارہ میں ہرگز تامل نہیں کرتا اور انجام کار کی طرف ہرگز خیال نہیں دوڑاتا۔ بلکہ دیوانہ وار بچوں کی طرح اس کے پیچھے لگ جاتا اور شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ مُنہ کھول دیتا ہے۔ جب ایسا شخص منصب سلطنت تک پہنچتا ہے تو سلطنت کے تمام کاروبار درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کے افعال نہ تو شرعی قانون کے مطابق ہوتے ہیں اور نہ ہی عوام کے طریقہ کے موافق۔ اس سلطنت کے قیام سے ہر کس و ناکس نالاں اور ہر صغیر و کبیر آہ و فغاں کرتا ہے۔ یہ ایک بلائے عظیم ہے کہ ہر عاقل و بے وقوف اس سے گریز کرتا اور ہر غافل و ہوشیار اس سے پرہیز کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعیذك باللہ من امارۃ السفھاء وقال تعوذوا باللہ من راس سبعین و امارۃ الصبیان۔ (میں نے تجھے بے وقوفوں کی امیری سے اللہ کی پناہ کی تعلیم دیتا ہوں۔ اور فرمایا پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی ہر ستر سال کے شروع میں اور لڑکوں کی امارت سے)

اور فرمایا: "ھلاك امتی علی یدی غلمۃ من قریش۔ (میری اُمت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگی)

ان میں سے ایک عیاشی کی راہ ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی عادت کے موافق قوت شہوانی سے مغلوب ہوتے ہیں اور ان کی تمام ہمت لذات نفسانیہ کی

القا اور جسمانی راحت کے حصول میں مصروف اور اُنکی عقل عیاشی کے دقائق میں مشغول ہوتی ہے رات دن طعام مرغوب ولباس خوش اسلوب وشرب خمور اور دیگر مسکرات جو کہ فرح و سُرور کے پیدا کرنے والے ہوتے ہیں کے دقائق میں رہتے ہیں اور شطرنج بازی و مزمار نوازی اور محافل رقص وسرود کے مقرر کرنے اور اعلام وجماع کے انہماک اور بناء بلند عمارات وتفرج بساتین دل پسند وغیرہا میں غور وفکر کرتے اور فسق وفجور کی داد دیتے رہتے ہیں۔ جب ایسے شخص منصب سلطنت کو پہنچتے ہیں تو دقیقہ شناس عاقل جوان کے حضور میں جمع ہوتے ہیں جب ان کی رغبت مذکورہ امور کی طرف دیکھتے ہیں تو ابواب لہو ولعب ونشاط وطرب کے اسباب کے استخراج وحصول میں سعی بلیغ بجالاتے ہیں۔ اور اسے ایک طویل وعریض فن بنادیتے اور اسے کمال تک پہنچادیتے ہیں اور ایسے سلاطین بھی ایسے ہی اہل فن کو اپنا ہمنشین وخیر خواہ سمجھتے ہیں اور اپنی بارگاہ کا مقرب بنادیتے ہیں۔ پس ان میں سے جو کوئی بر ملا عیاش، بے حیا، نقال، حیلہ باز دیوث، مغنی ومزمار نواز ہوتا ہے وہی مقرب دربار ومعظم درگاہ ہوتا ہے۔ یہ فسق و فجور سوائے اسراف کے کمال کو نہیں پہنچتا اور اسراف سوائے کثرت مال کے ناممکن ہے۔ اسی واسطے حصول مال کے لئے کئی وجہ کی ظلم وتعدی اس سے صادر ہوتی ہے اور رعایا پر دست درازی اور ملک میں فساد کی راہ برپا ہوجاتی ہے اکثر غریب و ضعیف لوگ بے خانماں اور اہل تجارت وزراعت بے سروسامان ہوجاتے ہیں۔ کبھی یہی فسق وفجور، ارباب ننگ وناموس واہل عزت کی پردہ دری اور بے عزتی کا باعث ہوجاتا ہے اور یہی مملکت کی بربادی کا باعث بھی ہوسکتا ہے جس وقت سلطان وقت لہو ولعب ونشاط وطرب میں مشغول ہوا ضرور عدالت وحفاظت کا حال خراب ہوجاتا ہے۔ پس رعایا آپس میں ظلم کرنے لگ جاتی ہے۔ الغرض سلاطین کا فسق وفجور، ظلم وتعدی اور فساد ملک کی خرابی کا باعث ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان ھذا الامر بدء نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم ملکا عضوضا ثم ملکا جبریۃ وعتوا وفسادا فی الارض یستحلون الحریر

Marfat.com

والفروج والخمور یرزقون علیٰ ذالک وینصرون حتّٰی یلقوا اللّٰہ۔ (یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت اور رحمت ہو گی، پھر سخت بادشاہی، پھر سلطنت زیادتی اور ظلم کی اور پھر ملک میں فساد ہو گا جریر، فروج اور شراب کو حلال جانیں گے روزی اور فتح اسی پر ہو گی یہاں تک کہ اللہ سے ملیں)

اور ایسی فسق و فجور کی سلطنت اُمت و ملّت کے حق میں بلائے عظیم ہے۔ کیونکہ اربابِ دانش و دیانت ایسے سلاطین وقت سے دُور بھاگتے اور ان کی صحبت سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور ان کی مجلسوں اور محفلوں میں داخل نہیں ہوتے اور ان کا تقرب حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ اسی وجہ سے ان کی معاش میں کمی ہو جاتی ہے اور اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوتا کہ اصلاح آخرت میں کوشاں اور طلب راہ حق میں مشغول ہو سکیں۔ اور اگر ان کا تقرب چاہیں اور مقربوں کی راہ اختیار کریں تو اوّل تو اپنے دین و ایمان سے دستبردار ہو جائیں اور ننگ و عار سے علیحدہ ہو کر فحش گوئی کو اپنا کمال سمجھیں اور سرود سرائی کو اپنا ہنر خیال کریں۔ پس چارہ کار یہی ہے کہ اصل دین و ایمان کو برباد نہ کریں اور ہرگز ان کی ملازمت اختیار نہ کریں۔ اور دل میں ایسا خیال بھی نہ لائیں کہ اپنے دین کو محفوظ رکھتے ہوئے بقدرِ ضرورت اصلاح معاش کے لئے ان کے حضور میں تھوڑی کوشش بھی نہ کریں۔ یہ پُرخلل خیال سراسر باطل و محال اور وہم ہے ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　ایں خیال است و محال است و جنوں

ان میں سے ایک حُبِّ مال ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ بعض اشخاص حُبِّ مال میں مجبور ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اجتماع اموال سے نفس مسرور رہتا ہے۔ اگرچہ وہ مال کو اپنی لذاتِ نفسانیہ میں صرف نہ کریں۔ مگر وہ جمع مال کو ہی ایک بڑی لذت خیال کرتے اور اس کی کثرت کو بہترین راحت سمجھتے ہیں۔ جس وقت اپنے خزائن و دفائن پر نظر کرتے ہیں تو دل سے شادان و فرحان ہو جاتے ہیں اور اس کی زیادتی کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ کئی ہزار تکالیف و رنج خزینہ و گنج کے فراہم

Marfat.com

کرنے میں اپنی جان پر گوارا کرتے ہیں۔ ہر چند بھوک پیاس سے مریں۔ لیکن ایک کوڑی بھی اس سے باہر نہیں لاتے۔ جب ایسے شخص منصب سلطنت کو پہنچتے ہیں۔ تو بخل کی داد دیتے ہیں۔ اور حرص کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے حق کو پورا کرنے میں اہل زراعت و تجارت اور اغنیا و فقرا اور تمام رعایا سے ایک ایک حبہ تک کن لیتے ہیں۔ اور ایک کوڑی بھی کسی پر ترس کھا کر نہیں چھوڑتے بلکہ اس بات کے دل سے خواہاں رہتے ہیں کہ ان کی رعایا سے کوئی گناہ یا قصور واقع ہو تو اسے اس حیلہ سے پکڑیں اور اس کے مال و اجناس کو اڑا لیں۔

الغرض مال کے جمع کرنے میں خود بھی غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے ہمنشینوں کو بھی اس باب میں عقل صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ پس جس کسی نے جمع مال کے لئے کوئی اچھی تدبیر نکالی اور رعایا کو دام میں پھنسانے کا حیلہ اس سے خوب برمحل ہوا تو ان کے نزدیک وہی وزیر و مشیر اور امیر کبیر ہے۔ پس اس کی کوشش سے حیلہ سازی و فریب بازی کا فن کمال کو پہنچتا ہے اور اس کے اصول و فروع قائم ہو جاتے ہیں۔

اور جو بخل ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے ملازموں سے اپنی خدمت کی بجا آوری دل و جان سے چاہتے ہیں اور ان کی خدمت گزاری کو اپنا فخر خیال کرتے ہیں۔ لیکن خزانۂ عامرہ سے کچھ بھی کم نہیں ہونے دیتے اور دفینہ وافرہ سے ایک کوڑی بھی باہر نہیں نکالتے۔ بنا بریں ان سے خدمت لینے کے بہت سے حیلے تراشے جاتے ہیں اور حسن خلق و تالیف خلق، ریاست و سیاست کے فن میں ملاتے ہیں کسی پر الزام رکھ کر اس کی خدمت کو برباد کرتے ہیں۔ اور کسی کو مجرد تعظیم و تکریم سے فریب دیتے ہیں۔

الغرض ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ ان سے خدمت لیتے رہیں اور دیں کچھ بھی نہ۔ اور جس جگہ کچھ دینا ضروری ہو تو اس وجہ سے دیتے ہیں کہ پورا حق مستحق تک نہیں پہنچا۔ بلکہ ان کے حق سے کچھ خزانہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ مثلاً انہیں تو زر و سیم ناقص

Marfat.com

دیں اور خود خالص لیں۔ اور ان کی خدمت گزاری کے ایّام سے چند ایّام وضع کرلیں اور بہت خدمت لینے کے بعد ان کا نام دفتر میں لکھوائیں۔ یہ طمع و بخل کی سلطنت آخر کار فسادِ مملکت تک پہنچتی ہے اور اصلی حکومت برباد ہو جاتی ہے لیکن رعایا کے حق میں مصلحت وقت یہی ہے کہ سلطانِ بخیل کی کدوکاوش پر صبر کریں اور اس کے ساتھ لڑائی جھگڑے کی راہ نہ نکالیں۔ ایسا نہ ہو کہ فی الحال تو درپردہ حیلہ سازی و سخن سازی کرتا ہے جھگڑا پیدا کر کے علانیہ ظلم اور تعدّی کا ہاتھ دراز کر دے۔ کیونکہ وہ طمع پر مجبور ہے جس وقت تحصیل مال میں کوئی راہ نہ پائیگا تو بالضرور صریحًا جور و تعدّی شروع کر دیگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ذر غفاریؓ کو فرمایا: کیف انتم وائمۃ من بعدی یستأثرون لھذا الفئ قال ابوذر اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علیٰ عاتقی ثم اضرب بہ حتی الحاک قال اولا ادلک علیٰ خیر من ذالک تصبر حتی تلقانی "کیا کرو گے تم جبکہ میرے بعد کے امام ایسے ہونگے کہ اس مال غنیمت کو پسند کریں گے؟ تو ابوذر نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں تلوار سے اپنے تئیں ختم کر دونگا اور اس طرح آپ سے آملوں گا آپ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو اس بات سے بہتر نہ بتاؤں۔ "صبر کر یہاں تک کہ تو مجھ سے آملے"

اور فرمایا: انکم سترون بعدی اثرۃ واموراً تنکرونھا و روی ان الصحابۃ قالوا یانبی اللہ ارایت ان قامت علینا امراً یسئلونا حقھم ویمنعونا حقنا فما تأمرنا قال اسمعوا واطیعوا فان علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم "تم میرے بعد ایسے نشان اور کام دیکھو گے کہ منکرات سے ہونگے۔ اور روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرمائیے کہ اگر ہم پر ایسے امیر ہوں جو اپنا حق تو مانگیں۔ اور ہمارے حق نہ دیں تو ہم کو کیا حکم ہے؟ فرمایا "سنو اور کہا مانو۔ جو وہ کرینگے پائیں گے۔ اور جو تم کرو گے تم پالو گے)

اور اس میں ایک خونخواری اور مردم آزاری ہے اس کا بیان یوں ہے۔ کہ بعض

Marfat.com

لوگ عادت جبلّی کے موافق مغلوب الغضب اور کینہ کش ہوتے ہیں جو انتہائی غصّہ اور جوش غضب کے وقت اس قدر تند خو اور سخت گو ہو جاتے ہیں کہ بدخواہی کی داد دیتے ہیں اور مجرم کے جرم کی ہرگز رعایت نہیں کرتے اور گناہ کی مقدار کو عقل کی ترازو سے نہیں پہچانتے بلکہ جب تک اس مجرم کو قتل تک نہ پہنچائیں۔ یا اسے اپنے برائے کے روبرو ذلیل و خوار نہ کرلیں ان کا دل تسلّی نہیں پکڑتا۔ اور اگر کسی قوم سے ایک شخص نے ان سے مخالفت کی تو وہ تمام قوم سے عداوت کرتے اور ہر نیک و بد پر لعن طعن کی زبان دراز کر دیتے ہیں۔ جب ایسے شخص منصب سلطنت پر قائم ہو جاتے ہیں تو ظلم و تعدّی کرتے اور بندگانِ الٰہی کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر دیتے، اور اہل عزّت و اعتبار کو طرح طرح سے ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ بنی آدم کے حق میں گرگِ ظالم اور پھاڑنے والے کتّے کی مانند ہو جاتے ہیں۔ ان کی مضرت ہر صغیر و کبیر اور ارباب عزّت و اعتبار و مساکین و اغنیاء و فقراء کے حق میں یہاں تک بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ انتہا نہیں رکھتی حتیٰ کہ ان کے ظلم سے تنگ آ کر غریب اور ضعیف مسلمان کفار نابکار کی حکومت کو ایسی جبّار حکومت پر ترجیح دیتے ہیں اور اسے باعث تسکین خلق اللہ شمار کرتے ہیں چنانچہ جیسے ظالم سلطان سے رعایا رنج اور دکھ میں ہوتی ہے اسی طرح ظالم سلطان بھی رعایا سے بیزار ہو جاتا ہے۔ رعایا ظالم بادشاہ کی بدخواہ ہوتی ہے اور وہ رعایا کا بدخواہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم وتصلّون علیھم ویصلّون علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم۔ (تمہارے بہتر امام وہ ہیں کہ تم ان کو دوست رکھو اور وہ تم کو، تم ان کے لئے دعا مانگو اور وہ تمہارے لئے اور تمہارے بُرے امام وہ ہیں کہ تم ان پر غضبناک رہو اور وہ تم پر اور تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر)

جیسا کہ بادشاہ کا ظلم معاشِ رعایا کو برباد کرتا ہے ایسے ہی ان کے ایمان کی بھی بیخ کنی کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے خوف سے کبھی رہا نہیں ہوتے کہ دین و دنیا کی تحصیل میں مشغول ہوں۔ پس سلطنتِ ظالمہ کا قیام مثل مذاہب باطلہ کے انتشار کے ہے جو کہ قوانینِ ملّت

Marfat.com

کو برہم کر دیتا اور آئین سلطنت کو گھٹا دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما اخاف علی امتی الاستسقاء بالانواء وحیف السلطان وتکذیب بالقدر۔ (میں اپنی اُمت سے اس امر سے ڈرتا ہوں کہ بارش مانگے انواء کے وسیلہ سے، اور سلطانوں کے ظلم سے اور اس سے کہ تقدیر کو جھٹلا دیں)

اور بعض وقت ظالم سلطان بعض اقوام پر بہت پُرغضب اور انتقام طلب ہو جاتا ہے اور انتقام لینے میں فرمانبردار و نافرمان کی تمیز اور گنہ گار و بے گناہ کا خیال نہیں کرتا اور سب دریغ تہ تیغ کرتا اور اقالیم و بلدان کو بے نور کر دیتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من خرج علی امتی بسیفہ یضرب برّھا وفاجرھا ولا یتحاشا من مؤمنھا ولا یفی الذی عھد عھدہ فلیس منی ولست منہ۔ (جو شخص تلوار لے کر میری اُمت پر نکلا اور نیک و بد کو مارا اور مومن کی پرواہ نہ کی اور کسی عہد والے کا عہد پورا نہ کیا۔ پس وہ مجھ سے نہیں اور میں اس کا نہیں)

اور بعض وقت اس کا جوش غضب بعض اقوام پر اس کے دل میں جوش زن تو ہوتا ہے لیکن اس وقت ان سے انتقام لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اور کینہ کو اپنے سینہ میں لوئے رکھتا ہے اور اس وقت کا انتظار کرتا ہے کہ اپنے دیرینہ غصہ کو ان پر نکالنے کا موقعہ ملے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من والٍ یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاشٌ لھم الا حرّم اللہ علیہ الجنۃ۔ (جو سردار مسلمانوں پر حکمران ہو اور وہ دھوکا باز ہی مر جائے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے)

اور ان میں سے ایک تجبر و تکبر ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ بعض لوگ جبلی عادت کے مطابق سرکش و خود پسند و صاحب دعوائے بلند اور خود ستائی میں شغف رکھتے ہیں۔ اور خود نمائی میں معروف اور اپنے آپ کو بلند تر اور دوسرے ہر صغیر و کبیر کو حقیر جانتے ہیں۔ اور اپنے ادنیٰ ہنر کو اگرچہ وہ محض خیال ہی ہو مثلاً علوِ حسب و نسب، دوسروں کے کمالات کے مقابلہ میں بلند رتبہ سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کے ساتھ اپنی نسبت کو ننگ و عار جانتے ہیں۔ الغرض اوروں کی حقارت کو اپنی عزت اور بھائیوں کی عار

Marfat.com

کو اپنی عظمت خیال کرتے ہیں۔ اپنے کمال پر ناز کرتے اور دوسروں کے کمال کو گراتے ہیں۔ ان کی آرزو کی انتہا یہی ہوتی ہے کہ انہیں تمام بنی نوع انسان میں ایسا امتیاز حاصل ہو کہ کوئی ان سے مشارکت نہ کر سکے اور مشابہت کی راہ نہ پا سکے۔ جب ایسا شخص منصب سلطنت کو پہنچتا ہے تجبر و تکبر کی داد دیتا اور رفتار و گفتار، نشست و برخاست القاب و آداب اور دیگر تمام معاملات و عادات میں اپنی امتیاز ڈھونڈتا ہے۔ اور ہر طرف کی چیزیں اپنی ذات کے لئے اس طرح مخصوص کرتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کی مشارکت نہ ہو سکے۔ اور دوسروں کے لئے مساوات کی راہ بالکل مسدود کر دیتا ہے۔ مثلاً جبکہ اپنے بیٹھنے کے لئے تخت بنایا تو دوسروں کو اس پر بیٹھنے نہ دے یا جس مجلس میں خود بیٹھے وہاں دوسروں کو نہ بیٹھنے دے اور جو لفظ اپنے واسطے مقرر کیا۔ جیسا کہ سلطان، شاہ، بادشاہ، ملک، حضور اقدس وغیرہ تو اگر کوئی ان لفظوں سے اس کے فرزندوں پر بھی عائد کرے تو اسے سخت گنہ گار جانتا اور سخت تعزیر لگاتا ہے۔ الغرض اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ اس کی جان کو بندگان الٰہی و اُمتیان رسالت پناہ سے بھی شمار نہ کیا جائے اور ان کو اپنی جنس سے نہیں جانتا اور ہر بات میں علٰحدہ راہ ڈھونڈتا اور اپنی ذات کو ہر وجہ سے امتیاز دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنے آئین و قوانین کو بمقابلہ اصول دین و احکام شرع متین کے، عامۃ الناس میں مسلم و مقبول اور ہر کس و ناکس کو ان کا تابع بنائے کسی کو ان کے سامنے قیل و قال کی مجال اور بحث و جدال کا موقع نہ ملے۔ گویا کہ وہ احکام الٰہی کا مخاطب نہیں اور نہ ہی ان کی مخالفت پر مغضوب ہو گا اور یہی ہر دو باتیں یعنی خود سری اور تمنائے نفاذ حکم آناً فاناً ترقی پکڑتی اور صورت تعلی قبول کرتی ہیں یہاں تک کہ دعویٰ الوہیت و رسالت تک پہنچا دیتی ہیں اور اسے فرعون نمرود کے بھائیوں سے بنا دیتی ہیں۔ اوصاف الٰہی سے کوئی وصف نہیں کہ جس کو یہ جبار ظالم اپنی تجبر اور فرمانوں و پروانہ جات کے ضمن میں اپنی طرف منسوب نہ کرے اور خالق کبر کے اسماء سے کوئی اسم نہیں جسے یہ جاہل ابتر اپنی ذات کی طرف ملقب نہ کرے اور انبیاء و مرسلین کے منصب سے کوئی منصب نہیں کہ یہ دین کا دشمن اس کا دعویٰ نہ کرے اور

Marfat.com

خلفائے راشدین کے مراتب سے کوئی مرتبہ نہیں کہ یہ رئیس المفسدین ان میں ان کے ساتھ براہ مساوات نہ ڈھونڈتا ہو۔ پس یہ تجرد تکبر کی سلطنت جیسا کہ تمام اُمت و ملت کے حق میں نہایت مضر ہے۔ ایسا ہی اس سے ہزار گنا زیادہ اس جاہل مدعی کے حق میں سم قاتل ہے کسی سلطان کو اپنی سلطنت سے اس قدر ضرر نہیں پہنچا جس قدر متکبر سلطان کو اپنی سلطنت سے پہنچتا ہے جو اپنی جان کو رعایا کا خالق سمجھتا یا نبی خلائق جانتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ زمانہ اس کا یار اور بخت یاور ہو اور اکابر و سرکشان زماں پست و زیر دست ہو جائیں۔ اس صورت میں اس کا تکبر دوبالا اور دماغ نخوت عالم بالا تک پہنچ جاتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتها ابناء الملوک ابناء فارس والروم سلط اللہ شرارها علی خیارها۔ (جب میری اُمت اترا کر چلے اور اس کے خدمتگار فارس اور روم کے بادشاہوں کی اولاد ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے بُروں کو اچھوں پر مسلّط کر دے گا)

اور فرمایا: الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما ادخلته النار (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر اور بڑائی میرا ازار ہے جو کوئی ان دونوں میں سے کسی کو مجھ سے چھینے تو میں اس کو آگ میں داخل کروں گا)

اور فرمایا: اغیظ رجل علی اللہ یوم القیامة واخبث رجل کان یسمی ملک الاملاک لا مالک الا اللہ (قیامت کو اللہ تعالیٰ اُس شخص پر سب سے زیادہ غضبناک ہوگا اور اسے سب سے بدتر سمجھے گا جو اپنا نام ملک الاملاک رکھے۔ کیونکہ ملک الاملاک خدا کے سوا کوئی نہیں)

اور فرمایا: لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید اللہ وکل نساءکم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی وفی روایة لا یقل العبد لسیدہ مولائی فان مولاکم اللہ۔ (کوئی شخص کسی کو یہ نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری لونڈی تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں۔ بلکہ یوں کہہ دیا کرو کہ میرا غلام یا میری خدمت گار اور

Marfat.com

غلام اپنے آقا کو ربّ نہ کہے بلکہ اپنا سردار کہہ دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ غلام اپنے آقا کو اپنا مولا نہ کہے، کیونکہ سب کا مولا اللہ تعالیٰ ہے)۔

جاننا چاہئے کہ یہ سلطنت جابرہ جس کا ذکر کیا گیا ہے دو قسم پر ہے:

قسم اوّل جو سلطان جابر باوجود اس شوخ چشمی و گستاخی کے جو مذکور ہوئی قدرے ایمان بھی رکھتا اور بعض اعمال صالحہ میں وقت صرف کرتا ہو، اگرچہ ان اعمال کو اس وجہ سے ادا کرے کہ مشروع طریقہ کے مطابق نہ ہوں اور اہل دیانت سے نہ سنتا ہو بلکہ اپنے خیال کے مطابق ادا کرے اور اپنی طینت کے موافق ان پر لگے۔ لیکن اپنے دل میں اسی کو وسیلۂ تقرب الی اللہ بنا کر اخلاص دل سے بجالائے جیسا کہ اپنی ذات کیلئے خزائن و دقائق صرف کرتا ہے۔ ایسا ہی کوئی مسجد نہایت لطیف و نفیس اور مطلا مذہب، مصفا و منقش بنا کرے اور اسے مالی عبادت سمجھے۔ اگرچہ ایسی مسجد بھی جنس اسراف سے ہے جو شرعاً نا محمود اور عند اللہ نا مقبول ہے لیکن جبکہ اس کے نزدیک انفاق طریقہ خرچ ہے پس فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے یہی معنی سمجھتا ہے کہ شرعی محمود مصارف میں جس قدر کہ اسراف کیے اسی قدر عند اللہ محمود اور عند الشرع مقبول ہے۔ اسی بنا پر تقرب الی اللہ کے لئے مال کثیر اس میں صرف کیا اور قبولیت زیادہ ہونے کے لئے اسراف کی راہ اختیار کی۔

قسم دوم وہ سلطان جابر جو دل میں اس قدر خوف الٰہی نہیں رکھتا کہ افعال شرعیہ کو بھی اخلاص نیّت سے بجالائے بلکہ اسے رسم و عادت اور اہل زمان کے درمیان نیک نامی حاصل کرنے اور زمانہ پر سبقت حاصل کرنے کی بنا پر عمل میں لاتا ہے۔ اور اس کو اپنے جاہ و جلال کے لوازمات سے سمجھتا ہے۔ پس جیسا کہ سلطان اوّل کے اعمال صالحہ باعتبار ظاہریت کے مردود مگر باعتبار نیت محمود تھے۔ ایسے ہی اس دوسرے سلطان کے اعمال ظاہر و باطن ہر دو صورت میں فاسد و کاسد ہیں۔

اس معنی میں چند لطیفے ہیں جو چند نکات کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں:-

Marfat.com

نکتہ اوّل سلطان جابر اگرچہ عند اللہ مردود اور تقرّب سے دور ہے۔ لیکن نوعِ انسان میں مؤمنین کو اس سے کچھ فائدہ اور کافروں کو کچھ ضرر پہنچتا ہے۔ مثلاً مملکت و سلطنت کی طلب میں مسلمان عقلاء کو امیر و وزیر بناتا اور ان سے کفار سلاطین کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اگرچہ مؤمنین کی پرورش اور کافروں کی سرزنش اعلائے کلمۃ اللہ کی بنا پر عمل میں نہیں لاتا۔ پس اس عمل کا نفع اگرچہ اس کی ذات کو نہیں پہنچتا۔ لیکن دین اور اہلِ دین ایک طرح سے سرسبز ہوتے ہیں۔ پس اسے اندھے مشعل بردار یا اسیر خدمت گزار کی مانند سمجھنا چاہئے اور نیک کام میں اس کا شریک حال ہونا چاہئے۔ اور اس کا وجود نہ ہونے کے سے بہتر سمجھنا چاہئے اور حتی المقدور اس کے ساتھ جھگڑا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بلکہ درگاہِ رب العزّت سے اس کے حال کی اصلاح طلب کرنی چاہئے اور اس کے ظلم و تعدّی کو بلائے آسمانی سمجھنا چاہئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ تبارک وتعالیٰ یقول انا اللہ لا الٰہ الا انا مالک الملوک قلوب الملوک فی یدی وانّ العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکہم علیہم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبہم بالسخط والنقمۃ فسامو ھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم۔" (اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں۔ نہیں کوئی معبود مگر میں مالک الملوک ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکمرانوں کے دلوں میں نرمی اور رحمت ڈال دیتا ہوں اور جب میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے دلوں میں غصّہ اور برائی ڈال دیتا ہوں تو وہ انہیں بُری طرح تکالیف پہنچاتے ہیں۔ ایسی حالت میں حکمرانوں کے اصلاح حال کی دعا کرنے میں تم اپنے نفسوں کو مشغول مت کرو۔ بلکہ اپنے نفسوں کو تضرع و زاری کے ساتھ نیکی کی طرف لاؤ۔ کیونکہ تمہارے بادشاہ میرے اختیار میں ہیں)

Marfat.com

نکتہ دوم سلطان جابر اکثر اپنی جان کو مسلمانوں سے شمار کرتا ہے۔ کبھی کبھی دین متین کی حمیت اور شرع مبین کی غیرت اس کے دل میں جوش مارتی ہے اور اس بناء پر اعلاء کلمہ حق میں کوشش کرتا ہے پس اس صورت میں دین متین کی تائید اس سے ظاہر ہوتی اور شرع مبین رونق پاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لیؤیّد ھذا الدین بالعبد الفاجر۔ (اللہ تعالیٰ اس دین پاک کی مدد گنہ گاروں کے ہاتھ سے کرے گا)

پس اس صورت میں اس کی اطاعت جملہ ارکان اسلام سے ہے اور اس کی اعانت سیّد الانام کی خدمت ہے۔ جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الجھاد ماض الیٰ یوم القیامۃ لایبطلہٗ عدل عادل ولا جور جائر۔ (جہاد قیامت تک جاری رہے گا اسے کوئی عادل اور ظالم نہیں مٹا سکتا)

نکتہ سوم بیشک سلطان جابر امر بالمعروف کا محتاج ہے اور اس کے حضور میں اظہارِ حق افضل عبادات سے ہے۔ جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أفضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ (بہترین جہاد سلطان ظالم کے روبرو کلمہ حق کہنا ہے) لیکن امر بالمعروف اس طرح کرنا چاہیئے کہ مخالفت یا منازعت پیدا نہ ہو ایسی کہ حدِّ بغاوت تک پہنچ جائے۔ کیونکہ امام جابر کی بغاوت شرعًا جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا من ولی علیہ وال فراٰہ یاتی شیئًا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یدا من طاعتہ۔ (خبردار جو کوئی کسی سردار کے ماتحت ہو اور اس سردار سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس گناہ کو تو بُرا سمجھے لیکن سردار کی اطاعت سے نہ پھرے)

درجہ سوم سلطنت ضالہ

جان لو کہ جیسا سلطان جابر کا زمانہ ایک مدت تک رہتا ہے اور جبابرہ سلاطین سالہا سال اس تجبر و تکبر کے طریقہ پر پے درپے قائم رہتے ہیں اور گویا کہ کارخانہ نہ

Marfat.com

سلطنت میں جاہلیت کا زمانہ جو نبی صلی اللہ علیہ سے پہلے تھا ظاہر معلوم ہوتا ہے
اور خلافت راشدہ و سلطنت عادلہ مثل خواب معلوم ہوتی ہے اور لفظ " ریاست و
سیاست " سے یہی سلطنت جابرہ مفہوم ہوتی ہے پس کوئی اہل ہدایت و دیانت ،
ریاست و سیاست کے امور کو جنس اطاعت و عبادات سے نہیں سمجھتا۔ بلکہ اسے دنیا پرستی
کی قبیح اقسام اور سرکشی و مستی کی فحش انواع سے جانتا ہے پس اکابر ملت و اُمت اس سے
دُور دُور بھاگتے ، اس کے قرب وجوار سے پرہیز کرتے اور ایسے سلاطین کی صحبت سے
دست بردار و بیزار ہو جاتے ہیں پس فراعنہ سلاطین ملعون شیاطین کی طرح بلا تکلف
نفس امارہ کے پیچھے دور دور جاتے اور بلا قید نخوت و غرور کے میدان میں دوڑتے ہیں ،
ان کی اور ان کے ہمنشینوں کی عقل و فکر فسق و فجور کے دقائق کے استخراج اور مال و خزانہ
جمع کرنے عمال کے موقوف و بحال کرنے اور رعایا کو عذاب دینے اور برباد کرنے اور
تجبّر و تکبّر میں مشغول رہتا ہے۔ اور اس کے اصول و فروع کا استنباط کرتا ہے اور ر
بفحوائے " ہر آنکہ آمد برآں مزید کرد " یہ قبیح طریقہ روز بروز ترقی پکڑتا جاتا ہے اور دن بدن
رونق پہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلیات مضبوط اور جزئیات مبسوط ہو جاتے
ہیں اس کے اصول مقرر اور فروع تحریر میں آجاتے ہیں۔ ہر امر میں ریاست و سیاست
کے امور سے ایک حکم مخالف شرع متین ثابت ہوتا ہے اور ہر معاملہ میں معاملات بنی
آدم سے دین کے مقابل ایک اصل قائم ہو جاتا ہے پس ملت مصطفوی کے مقابل ایک
اور ملت برپا اور طریقۂ نبوی کے مقابل ایک اور طریقہ برملا ہو جاتا ہے آئین سلطانی
احکام ربانی کے مخالف اور قوانین خاقانی مخالف شرع ایمانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت
چیزیں جو شرع ربانی میں حرام ہیں آئین سلطانی میں حلال ہو جاتی ہیں اور ایسے ہی
کئی حلال حرام ہو جاتے ہیں ۔ مثلاً لفظ شاہ شاہاں ، خداوند جہان و جہانیاں ، حضور
اقدس ، عرش آشیانی ، بندہ خاص ، پرستار با اختصاص ، قلم قدرت توام کا اطلاق
اور اُمرا کا دست بستہ و سرنگوں کھڑا ہونا ، رقص و سرود کی مجلس قائم کرنا ، جشن و عید
کے ایام میں ریشمی لباس پہننا ، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ، کفار کے ایام

Marfat.com

جشن وعید میں فرحت کا اظہار، جیسا کہ نوروز، مہرجان، ہولی، دیوالی وغیرہ ہزاروں مقدمات وبے شمار معاملات یہ سب شرع ربّانی میں حرام ہیں مگر آئینِ سلطانی میں واجب الاہتمام ہوجائیں۔ اور السلام علیکم اور اس کا جواب، حضور جماعات، حسنِ معاشرت، بندگانِ خدا کے ساتھ خوش خلقی، ہر مسلمان کے ساتھ مصافحہ ومعانقہ کرنا، ہر وضیع وشریف کی دعوت کا قبول کرنا، تمام اہلِ اسلام کے ساتھ سلوک رکھنا، حج کعبہ، خدمت اولیاء اللہ، مجالس علم وذکر سے فیضیاب ہونا، امیر وغریب کی مخالفت نہ کرنا اور حاجت مند کی حاجت پہنچانا وغیرہ یہ سب امور شرع ربانی میں مامور ہیں مگر آئینِ سلطانی میں ممنوع ہوجائیں۔ تجارت کے مال سے زکوٰۃ کے قدر سے زائد محصول لینا اور ہر دریا کے گھاٹ، جنگل کے راستے اور شہر کے دروازوں پر مسافروں کی داروگیر اور مال حاصل کرنے کے لئے تند خو، مردم آزار آدمیوں کا پہرہ لگانا وغیرہ یہ سب امور شرع ربّانی کے مخالف ہیں مگر آئینِ سلطانی کے موافق۔ اور بہت جرم ہیں جن کی تعزیر شرع ربّانی میں اور ہے مگر آئینِ سلطانی میں اور۔ چوری کی حد شرع میں ہاتھ کاٹنا ہے اور قانونِ سلطانی میں قتل یا قید۔ بادشاہ کے بھائی متروکۂ پدر میں بحکم شرع شریک ہیں مگر بادشاہ انہیں محروم کردے۔ بیت المال کا تمام مال شرع میں مسلمانوں کا حق ہے لیکن قانون میں اس کا مالک بادشاہ بن جاتا ہے۔

الغرض آئینِ سلطانی بہت طویل وعریض ہے جو شریعت کے مقابل رنگا رنگ احکام اور گوناگون اصول پر حاوی ہوسکتا ہے اور اس کا علم وتعلیم ارکینِ سلطنت و اساطینِ مملکت کے درمیان مروّج ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ مشفق باپ اپنے بیٹوں کو تربیت کے لئے اس فن کے استاد تعیّن کرتے ہیں اور بتدریج وہ استاد اس فن کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ اس تعلیم کو ان کے کمالات ومفاخر سے سمجھتے ہیں۔ اس طرح سلطنت و مملکت کے ترقی خواہ وخیر خواہ جو تحریر وتقریر کی صنعت میں قوتِ لسانی وبراعت بیانی رکھتے ہیں اس کی طرف ترغیب دیتے ہیں اور اس فن میں کتب اور رسائل تالیف کرتے ہیں اور انہیں ذکر شواہد ودلائل سے پایۂ اثبات تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ

Marfat.com

ایک رسالہ ریشمی لباس کے حلال ہونے میں مشہور اور سلاطین کے واسطے سجدہ کے مسئلہ کی تجویز میں مشہور ہے۔ اور اسی فن میں "آئینِ اکبری" ایک مبسوط کتاب اور اس کے اصول "دین الٰہی" سے موسوم اور دبستانِ مذاہب میں مضبوط ہیں۔

الغرض یہ سلطانی سیاست ایک مذہب، مذہب اسلام کے خلاف اور ایک ملّت، ملتِ سیّد الانام کے سوا ہے جیسا کہ دوسرے تمام باطل مذاہب مثلاً ہنود و مجوس، شیعہ و خوارج کی طرح نہیں کیونکہ یہ ہر دو مذہب بھی اگرچہ فی الحقیقت باطل ہیں لیکن ان کا دعوےٰ ہے کہ ہمارا مذہب کتاب و سُنّت سے ماخذ ہے۔ بخلاف آئین سلطانی کے کہ وہ اپنے احکام کو کتاب و سنّت سے مستفاد نہیں جانتے۔ بلکہ اسے محض قیامِ سلطنت و انتظامِ مملکت کے لئے حکم عقلی خیال کرتے ہیں۔ پس فی الحقیقت ان کا طریقہ مذہب فلاسفہ کا ایک شعبہ ہے۔ ملّتِ اسلامیہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گمراہ سلاطین کے وجود سے خبر دی ہے۔ فرمایا:

انما اخاف علیٰ اُمتی الائمۃ المضلین وروی ان حذیفۃ قال قلت یا رسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شرٌ کما کان قبلہ شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف وقلت ھل بعد السیف بقیۃ قال نعم تکون امارۃ علیٰ اقذاء وھدنۃ علیٰ دخن قلت ثم ماذا قال ثم ینشاء دعاۃ الضلال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فتنۃ عمیاء صماء دعاۃ علیٰ ابواب النار۔ (اپنی اُمت میں گمراہ اماموں کے ہونے سے میں خوف کرتا ہوں۔ اور مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس بھلائی کے بعد برائی ہوگی جیسے اس سے پہلے تھی۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر عرض کیا کہ بچاؤ کیا ہے۔ فرمایا۔ تلوار۔ پھر عرض کیا۔ تلوار کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا "امارت کمینوں کی ہوگی اور قتل کثرت سے۔ پھر عرض کیا کہ پھر کیا ہوگا۔ فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے اور فرمایا کہ فتنہ بہرا گونگا ہوگا اور اس پر آگ کی طرف

Marfat.com

بلائے والے ہوں گے)

اگرچہ ایسے بادشاہ فی الحقیقت قبیل کفار اور جنسِ اہل نار سے ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اپنی زبان سے اسلام کا دعوے رکھتے ہیں۔ پس ان کا کفر پوشیدہ اور ایمان ظاہر ہے۔ اس ظاہری دعوے کی تصدیق کی شاہد رسوم اسلام جیسا کہ لڑکیوں کا نکاح، عید الفطر، عید الضحیٰ کے دن اظہار تجمل، تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن اپنے پر جاری رکھتے ہیں۔ اور شرع ربانی سے بالکل دست بردار نہیں ہوتے۔ ہاں آئین سلطانی کو اپنے اور اپنے ملازموں کے حق میں واجب العمل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے محاورات میں آئین کو شریعت میں ملا کر تلفظ میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہرچند شرع اصل ہے لیکن سیاست کے باب میں شرع کے ساتھ طورہ بھی چاہئے اور طورہ سے مراد آئین چنگیز خاں ہے۔

پس اسی بنا پر اسلام کا دعوے جو ظاہراً ان کی زبان سے نکلتا ہے ان کو صریح کفر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ مخفی کفر بھی مواخذۂ اُخروی کے لئے کافی ہے۔ لیکن ظاہری اسلام اس امر کا مقتضی ہے کہ ان کے ساتھ دینی احکام میں مسلمانوں کے معاملات عمل میں لائیں اور انہیں بھی معاملات میں مسلمان سمجھیں گو وہ آخرت میں کفار شرار کے ساتھ درکاتِ نار میں ہمیشہ رہیں گے اور رب القدیر کی داروگیر سے ابدالآباد تک خلاصی نہ پائیں گے۔ یا رحمت الٰہی کی وسعت ان کی دستگیری کرکے خواہ عذاب سے پہلے ہی یا عذاب کے بعد مغفرت کردے۔ الغرض ان کی آخرت کا حال علام الغیوب کے سپرد کریں اور مسلمین کے معاملہ میں احکام معاش عمل میں لائیں۔

یہ بھی جاننا چاہئے کہ گمراہ سلطان دو قسم کے ہیں:-

اوّل متمرّد

دوم۔ مقلّد

Marfat.com

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب سلطانی آئین مذاہب کے مقابل جاری ہوا اور پایۂ شہرت تک پہنچ گیا تو اگرچہ بعض متاخرین سلطان اپنی جبلّت کے مطابق عیش و نشاط کی طرف راغب اور تکبر و تجبر کے طالب نہیں ہوتے۔ لیکن آئینِ اسلاف کی اعانت کی بناء پر محض رسم و عادت سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں۔ اگرچہ دل میں اسے مکروہ جانیں اور بعض اوقات اس طریقہ کے غلط ہونے سے آگاہ بھی ہو جائیں۔ لیکن پھر بھی چار و ناچار اسی راہ پر چلتے ہیں۔ کیونکہ قوانینِ دیانت کی پاسداری کی نسبت آئینِ ریاست کی رعایت، اور محبتِ ذوالجلال کی نسبت حبِ جاہ و مال، اور احکام رب العزّت کی نسبت مملکت کے منصب کی پاسداری ان پر غالب ہوتی ہے۔ ایسے سلاطین کو سلاطینِ مقلدین کہتے ہیں۔ ان سلاطین سے بعض باعتبار اصل خلقت کے بھی امور مذکورہ کی طرف مائل اور ایمان کی حقیقت سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔ جب آئین اسلاف ان کی جبلّی رغبت سے مل گیا تو ان کے عیش و تجبّر کو دوبالا کر دیا۔ پس آئین اسلاف کی رعایت ان سے بوجہ اتم ہوتی ہے بلکہ ان سے اس کی رونق کمال تک پہنچ جاتی ہے گویا کہ اسے اس ملّت کے مجتہدین سے کہہ سکتے ہیں اور اس طریقہ کے مجدّدین کے سلک میں پرو سکتے ہیں۔ اس کو متمرّد سلطان کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں چند لطیفے ہیں جو چند نکات کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں۔

نکتہ اوّل گمراہ سلطان اگرچہ رئیس المفسدین و امام المبتدعین ہے اور اس کی ریاست دین کے لئے سمِ قاتل اور اس کی امامت بحکم کتاب و سنّت بالکل باطل ہے۔ لیکن جبکہ معاملہ اسلام اس سے وابستہ ہے تو اس کی تکفیر مشکوک ہے اس لئے اس کی بغاوت کا اظہار اور اس کی اطاعت سے نکلنا بھی مسائل اختلافیہ سے ہے۔ پس محتاط آدمی کو لازم ہے کہ اس امر کا اقدام نہ کرے۔ اور دوسرے کو اس کے اقدام پر ملامت نہ کرے۔ یعنی آپ بغاوت و خروج نہ کرے اور اگر کوئی اور کرے تو اسے طعن و ملامت نہ کرے۔ جیسا کہ اہل سنت

Marfat.com

کے اکثر علماءِ روافض کے قتل و غارت کے مرتکب نہیں ہوتے اور اس کے مجوزین علماء ماوراء النہر پر اعتراض نہیں کرتے۔ چونکہ سلاطین مضلّین کی بغاوت و خروج احتیاطاً ممنوع ہے تو ضرور ان کی سلطنت بھی اقسام امامت سے معدود ہے۔

نکتہ دوم سلطانِ مقلّد ملتِ اسلام کے قریب ہے۔ پس اس کی منازعت و مخالفت میں احتیاط واجب ہے۔ اگر اس کے ساتھ منازعت کی اور اس کی متابعت سے دستبردار ہوا، اگرچہ ظاہر شرع میں مطعون نہ ہوگا لیکن یہ عمل مصلحتِ وقت کے خلاف ہے۔ ہاں اُس وقت اس کی مخالفت ضروری ہے جبکہ اُس کی ریاست کے برباد ہو جانے کے بعد خلافتِ راشدہ یا سلطنتِ عادلہ کا قیام یقینی ہو۔ پس اس صورت میں قتل و قتال کے لئے میدان میں آنا اور بدعتی گمراہ کو ذلیل و رسوا کرنا ملّت اور اہلِ ملّت کے لئے نفع بخش ثابت ہوگا۔ ورنہ خاص و عوام اس کی مضرّت سے محفوظ نہیں ہونگے۔

درجہ چہارم سلطنتِ کفر

جاننا چاہئے کہ سلطنت کفر سے مراد اس مقام میں اصل کفار کی حکومت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصود وہ قوم ہے جو اپنے کو گروہِ مسلمین سے جانے اور صریح موجبات کفر عمل میں لائے۔ اور اس سے احکام شرع کی مخالفت و عناد اس قدر ظاہر ہو کہ اس پر کفر و ارتداد کا حکم ثابت ہو جائے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بعض اشخاص جبلّت سے ہی ملحد مزاج و زندیق طبع ہوتے ہیں جو اگرچہ بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ لیکن خدا و رسول، دین و مذہب اور حساب و کتاب پر یقین نہیں رکھتے اسی دنیاوی نشیب و فراز کو سعادت و شقاوت سمجھتے اور اسی جاہ و جلال اور مال و منال کے حاصل

Marfat.com

کرنے کو اصل کمال جانتے ہیں۔ جو کوئی انہی باتوں میں غرق اور مشغول ہو وہی ان کے نزدیک زکی و عاقل ہے اور جو کوئی ان باتوں سے اعراض کرے اور غیر ملتفت ہو وہ ان کے نزدیک غبی و جاہل ہے۔ جو چیز دُنیائے دُوں کے حاصل کرنے کا باعث نہ ہو، وہ ان کے نزدیک لغو اور باطل، اور جو محنت نام و نشان کے حصول کا ثمر نہ ہو، وہ ان کے نزدیک رنج بے حاصل ہے۔ پس انبیاء اللہ اور تمام ہادیانِ راہِ حق کو عقلائے جاہ طلب کی جنس سے سمجھتے ہیں اور ان کی پیروی کرنے والوں کو سخن ہائے احمق فریب پر مغرور ہونے والے بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کے وعدوں پر فریفتہ ہیں۔ اور تمام اقوال و افعال میں سنّت و ملت کی رعایت کو حماقت شمار کرتے اور عادات و معاملات میں مذہب کی قید کو کمینہ پن جانتے ہیں اور عبادات میں رنج و تکلیف کا اُٹھانا ان کے نزدیک محض نادانی اور توکّل محض عجز و ناتوانی ہے۔ پس جب ایسے شخص منصبِ سلطنت تک پہنچتے اور تختِ سلطنت پر قائم ہو جاتے ہیں۔ تو آئینِ سلطانی کو جو بظاہر رونق سلطنت کی زیادتی کا باعث ہوتی ہے اپنی فراست و عقل کے مطابق جانتے ہیں۔ اور شرعِ ربّانی جو ان کے نزدیک بے حاصل ہے اسے کمینوں کی رسوم خیال کرتے ہیں پھر بے خوف ہو کر اس پر طعن کی زبان دراز کرتے ہیں اور اسے ملازموں کی نظر میں حقیر بناتے ہیں۔ اور کئی حیلوں سے اس کی بیخ کنی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس سے اعراض کرنے کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ ہر بات میں قانونِ سلطانی کے حکم کو ترجیح دیتے اور شریعتِ ربانی کے احکام کی سفاہت بیان کرتے ہیں۔ اور قانونِ سلطانی کے منافع کو چرب زبانی سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے ضرر کو فریب کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ الغرض ان کے ہر کلام میں ملّت رب العالمین پر رمز اور سُنّت سیّدِ المرسلین پر طنز ہوتی ہے۔ کبھی اپنے کلام کو یا وہ گو شعرا کے اشعار کے ساتھ

Marfat.com

ملاتے اور کبھی علمائے جاہ طلب کی تشبیہات سے بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنے دعوے کو فلاسفہ کے کلام سے اور کبھی ملاحدہ کے رموز سے مدلّل کرتے ہیں۔

پس اس قسم کے سلاطین بے شک کفار متمرّدین اور زندیق مرتدین کی جلس سے ہیں۔ ان پر جہاد ارکان اسلام سے ہے اور ان کی اہانت، سیّد الانام کی اعانت ہے۔ ان کی سلطنت ہرگز امامتِ حکمیہ سے نہیں اور ان کی اطاعت کسی وجہ سے بھی اوامرِ شرعیہ سے نہیں۔ جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

انہٗ قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ ان لا ننازع الامر اھلہ اِلّا ان تروا کفرا عندکم من اللہ فیہ برھان۔ (انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر پر بیعت کی تھی کہ ہم اولی الامر سے جھگڑا نہیں کرینگے۔ مگر جب تم ان سے صریح کفر دیکھو تو منازعت جائز ہوگی۔ جو کہ اللہ کی طرف سے اس میں تمہارے لئے دلیل بھی ہو)

اور بعض وقت اس مرتد سلطان کو خیال گزرتا ہے کہ جس قدر عوام اتباعِ سیّد المرسلین میں سعی بلیغ کرتے ہیں اور اسے کمال سعادت سمجھتے ہیں۔ اس قدر اتباعِ سلاطین میں سرگرم نہیں ہوتے بلکہ اکثر لوگ اس امر کو ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ تو اسی بناء پر وہ سلطنت کے ساتھ دعوائے نبوّت بھی کر دیتے ہیں۔ تاکہ عاقل لوگ جاہ و جلال کے طمع سے اور بے وقوف حسنِ مآل کی بنا پر اطاعت اختیار کرلیں۔ پس برملا نبوّت کا دعوے کرکے ایک نئی ملّت برپا کر دیتے ہیں۔ اور اکثر تجبر و تکبّر سلطنت کی بناء پر دعوائے نبوّت کے الوہیّت کا دعویٰ بھی کر دیتے ہیں تو ان کا کفر پھر فرعون کے کفر سے بھی بالاتر ہو جاتا ہے۔ ایسی سلطنت مرتد کا قیام بمشابہ غلبہ کفار ہے۔ مسلمین پر فرض عین ہے کہ اس پر جہاد قائم کریں اور یہ شور و فساد بزور شمشیر بٹھا دیں۔ اور اگر یہ نہ کر سکیں تو اس ولایت سے ہجرت کرکے دار الاسلام میں چلے جائیں۔

Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں سلطنت ارتداد کا ذکر باوجودیکہ یہ قسم اقسام امامتِ حکمیہ کے لئے موضوع اور ان اقسام مذکورہ سلطنت سے خارج ہے محض اس امر کی بناء پر مذکور ہوا کہ مدعیانِ اسلام کے درمیان کبھی کوئی ایسا سلطان ہوتا ہے جو محض کفارِ شرار اور مرتدین الحاد شعار سے ہوتا ہے۔ اس کی بیخ کنی کرنا عین انتظام اور اس کا ہلاک کرنا عین اسلام ہے۔ کیونکہ ہر متسلّط کی اطاعت احکام شرعیہ سے نہیں اور نہ ہی ہر متجبّر کی تابعداری احکام دینیہ سے ہے۔

Marfat.com

خاتمہ

لفظِ امام سے مراد

معلوم ہؤا کہ اس کتاب میں لفظ امام سے مراد مطلق "امام" نہیں ہے بلکہ وہ امام ہے جس کا تعلّق سیاست سے ہو۔ پس صاحبانِ امامتِ خفیہ مثلاً قطب، ابدال اور ارباب باطنہ محققہ" یعنی مبعوثین برائے ہدایت وارشاد اس کتاب کی بحث سے خارج ہیں۔ ان کا ذکر محض تیمّن و تبرّک کی بناء پر اس قسم کے شروع میں مذکور ہؤا۔ پس امام سے مراد صاحب سیاست ہے نہ کہ خاص خلیفہ راشد کہ وہ مشابہ اکسیر اعظم کے نادر الوجود اور کبریتِ احمر ہے جو کہ اکثر زمانہ میں مفقود ہے۔ نہ مطلق صاحبِ سیاست کیونکہ ہر فاسق و بدکار اس میں داخل اور ہر ظالم ستمگار اور خونخوارِ عنید، ہر جبار مرید اور ہر گمراہ بدآئین ہر ملحد بے دین اس میں شامل ہے۔ کیونکہ ان سلاطین کی مضرّت دین و ملّت کے لئے ان کی منفعت سے بہت زیادہ ہے اور ان کی موافقت اکابرِ ملّت کے واسطے ان کی مخالفت سے بہت بعید ہے۔ بلکہ اس مقام میں "امام" سے مراد "صاحبِ دعوت" ہے۔ جس نے جہاد کا جھنڈا اعدائے دین پر بلند کیا اور تمام مسلمانوں کو اس معرکہ میں بُلایا اور شرع مبین کی اعانت پر کمر باندھی، سیاستِ دین کی مسند پر بیٹھا، سوائے ملت کے مذہب کے دوسرا مذہب نہ پکڑا اور طریقۂ سنّت کے سوا دوسرا طریقہ اختیار نہ کیا، عدالت و سیاست میں آئینِ نبوی کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہ بنایا، قوانینِ مصطفوی کے سوا دوسرا قانون نہ چھانٹا، مصالحت و منازعت میں دین کی موافقت و مخالفت کے سوا کوئی وجہ نہ نکالی۔ پس یہی صاحبِ دعوت ہے۔ جو کہ یہاں

Marfat.com

مراد ہے۔خواہ ان باتوں میں ریاکار ہو یا مخلص اور اپنے ذاتی معاملات میں مردود الافعال ہو یا محمود الاعمال، ایسے امور سے اس مقام میں کوئی غرض نہیں۔
اس اجمال کی تفصیل اور اس مقالہ کی تشریح دو تنبیہ کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے :۔

تنبیہ اوّل

تشریح مفہوم صاحبِ دعوت

جان لو کہ ریاست وسیاست کے دو باب ہیں :۔
اوّل۔صلح اور جنگ مخالفین کے ساتھ
دوم۔نظم ونسق موافقین کے ساتھ۔
انہی ہر دو باتوں میں صاحبِ دعوۃ تمام اصحابِ سیاست سے امتیاز رکھتا ہے۔اگرچہ اُن اعمال وافعال میں جن کا اس کی ذات سے اختصاص ہو دوسروں سے کوئی امتیاز نہ رکھتا ہو۔

(۱) بیان صلح وجنگ معلوم ہو کہ اس مقام کی تحقیق ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے۔تفصیل اس کی یوں ہے کہ جو کوئی کسی دوسرے پر لشکر کشی کرتا، اور کسی قوم سے اپنی رفاقت چاہتا ہے تو ضرور وقوعِ منازعت کے لئے کوئی سبب مقرر کرتا ہے اور ان کی رفاقت حاصل کرنے کے لئے کوئی وجہ انہیں سمجھا دیتا ہے۔اگرچہ حقیقت میں منازعت کا سبب کوئی دوسرا ہو اور رفاقت کی وجہ کوئی اور۔لیکن ظاہر میں تمام قیل وقال انہی اسباب کے اثبات وابطال سے ہوتی ہے۔اور ہر خاص وعام میں وہی وجہ مشہور ہو جاتی ہے۔مثلاً زید، عمرو کے ساتھ منازعت کے لئے اُٹھا اور بکر کے ساتھ اپنی رفاقت چاہتا ہے اور منازعت کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے

Marfat.com

باپ کی متروکہ پر غالب و قابض ہؤا۔ اور بکر سے رفاقت کی یہ وجہ سمجھائی کہ تو میرے قرابت داروں سے ہے اور عمرو اغیار سے۔ پس ہر چند ممکن ہے کہ منازعت کے برپا ہونے کا سبب فی الحقیقت غلبہ مذکور کے ساتھ کچھ اور ہو۔ کیونکہ بعض وقت مدّتِ بعید کے بعد وہ غلبہ متحقق ہؤا اور زید اس تمام مدت میں ساکت رہا ہو لیکن پھر کوئی نیا امر پیدا ہو جائے جس سے منازعت قدیمہ ظہور پذیر ہو جائے۔ مثلاً عمرو سے زید کی نسبت کوئی تحقیر یا سبّ و شتم صادر ہو جس سے کینہ دیرینہ جوش زن ہؤا ہو۔ لیکن بظاہر وہی غلبہ اور قبضہ کا دعویٰ ظاہر ہؤا اور یہی سبب منازعت کا پیدا ہؤا۔ اور پھر تمام اثبات و ابطال اسی طرف متوجہ اور تمام بحث و جدال اسی میں متحقق ہؤا۔

الغرض اس منازعت میں یہی معروف سبب پیش نظر ہے نہ کہ وہ سبب خفی۔ اس لئے کہ ہر دور و نزدیک اور اجنبی و قریب کی زبان پر یہی ظاہری سبب جاری ہے نہ کہ اس مخفی سبب کا ذکر۔ پس تمام خاص و عام یہی کہتے ہیں کہ زید اپنے باپ کے ترکہ کی طلب میں عمرو سے منازعت کرتا ہے نہ یہ کہ اس کے سبّ و شتم سے اس کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ جو کوئی زید کو الزام دینا چاہے اسی وجہ سے دے گا کہ تیرے باپ کا متروکہ عمرو کے ہاتھ میں نہیں تو کیوں اس سے جھگڑا کرتا ہے۔ یہ نہیں کہے گا کہ اس نے تجھے گالیاں نہیں دیں تم اس کی مخالفت نہ کرو۔ اور ایسا ہی اگر کوئی عمرو کو الزام دے گا تو اسی وجہ سے دیگا کہ تو زید کے باپ کا ترکہ کیوں اسے نہیں دیتا۔ یہ نہ کہے گا کہ تو اسے گالیاں کیوں دیتا ہے۔ اور ایسا ہی تمام آدمیوں کے درمیان یہی ذکر جاری ہوگا کہ کس قدر ظالم ہے کہ زید کے باپ کا ترکہ اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہؤا ہے۔ یہ نہ ہوگا کہ کیسا بدزبان ہے جو زید کو گالیاں دیتا ہے اور اسی طرح ممکن ہے کہ زید کے ساتھ رفاقت کا سبب حصولِ مال کا طمع یا خوفِ ملال ہو لیکن خاص و عوام میں یہی مشہور ہوگا کہ بکر نے قرابت کی وجہ

Marfat.com

سے زید کے ساتھ رفاقت اختیار کی ہے۔ بلکہ بکر بھی یہی وجہ ظاہر کرے گا کہ میں کس طرح اس سے رفاقت نہ کروں جب کہ وہ میرا قرابت دار ہے۔

جب اس مقدمہ کی تمہید ہو چکی تو سمجھ لو کہ اس مقام میں ظاہری اسباب اور وجوہ سے کلام ہے۔ خفیہ اسباب اور وجوہ سے غرض نہیں۔ یعنی صاحب دعوۃ کی امتیاز اس کے غیر سے انہیں اسباب منازعت اور وجوہ رفاقت کے ساتھ ہوتی ہے۔ حقیقت الامر میں اس کی نیت خواہ کیسی ہو۔ پس ہم کہتے ہیں کہ جو لوگ اہل ریاست و سیاست سے منازعت کرتے اور کسی قوم سے رفاقت ڈھونڈھتے ہیں تو ضرور منازعت اور رفاقت کے لئے کوئی سبب یا وجوہ ظاہر کرتے ہیں۔ پس وہ اسباب و وجوہ یا تو مقدمات دنیویہ کے جنس سے ہونگے۔ جس کا بیان یوں ہے کہ دنیوی اسباب و وجوہ مملکت موروثہ کے طلب کرنے کی مانند ہے جو سلاطین اسلاف کے شہزادوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ جن کے خاندان سے ان کی مملکت گم ہو کر دوسروں کے ہاتھ جا پڑی ہو تو ایک مدت گزرنے کے بعد بلند ہمت شاہزادے سر اُٹھاتے ہیں اور اپنی موروثہ مملکت کا دعوے کرتے ہیں۔ گویا منازعت کے برپا ہونے کا سبب اس سلطان زماں کا ان شہزادوں کی اسلاف کی مملکت پر غلبہ ہے۔ اس بناء پر وہ شہزادے اپنے اسلاف کی مملکت طلب کرنے کے لئے اُٹھتے اور اپنے حق قدیم کو پایۂ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔ اسی سبب سے تمام جہاں میں تمام بنی آدم کی زبان پر مشہور ہو جاتا ہے کہ فلاں شہزادہ اپنے اسلاف کی مملکت لینے کے لئے اُٹھا اور اپنے حق کو غالب سلاطین سے طلب کیا۔ اور وہ شہزادہ جن کو اپنا رفیق بناتا ہے اُنہیں کئی طرح کی وجوہ سمجھاتا ہے۔ بعض کو اپنے خاندان کے بہی خواہوں سے بتاتا ہے اور بعض کو مناصب جلیلہ و اموال کثیرہ سے بہت فائدہ حاصل کرنے کی اُمید دلاتا ہے۔ بعض کو نوکری کے علاقہ سے پکڑتا ہے اور اس سے محض یہی ظاہری خدمت قبول کرتا ہے اور ان کو

Marfat.com

نمک حلالی کے منافع اور نمک حرامی کے ضرر سمجھا جاتا ہے اور انہی باتوں کو ان کے ذہنوں میں پایۂ ثبوت تک پہنچاتا ہے۔ ایسی ہی وجوہات وغیرہ ان کی رفاقت کا باعث ہوجاتی ہیں۔ اور یہی ہر خاص وعام میں مشہور ہوجاتی ہیں۔ مثلاً ہر شخص یہی کہتا ہے کہ بہی خواہانِ قدیمی، دولت جویان ابدی، نوکران خدمت گزار اور ملازمان شجاعت شعار کا لشکر اس کے ہمراہ جمع ہوا۔ جو کوئی جاتا ہے ظاہر کرتا ہے کہ میں قدیمی خانہ زاد اور طالب ملازمت ہوں۔ اور جو کوئی اس کی رفاقت اختیار نہیں کرتا وہ یہی عذر پیش کرتا ہے کہ میں نہ تو فدویانِ قدیمی سے ہوں اور نہ ہی طالب ملازمت۔ مجھے اس کی رفاقت اختیار کرنے میں کوئی امر مثلاً ظالم کے ظلم یا فاسد کے فساد رفع کرنے کا سبب کوئی نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ شاہانِ اولوالعزم سے کوئی لشکر کشی کرکے کسی قوم پر پہنچا تاکہ ان کے شہروں اور علاقوں کو اپنی حکومت میں لائے اور انہیں اپنی رعایا سے شمار کرے اور ان سے مال و منال حاصل کرے اور ان پر اپنی سیاست جاری کرے۔ تو اس کے فساد کو دور کرنے کے لئے اس قوم کے رئیس جمع ہوجاتے ہیں اور اس کے ساتھ منازعت کرتے اور دوسری قوموں سے مدد طلب کرتے اور رفاقت پیدا کرتے ہیں۔ پس اس کے ساتھ ان کی منازعت کا سبب اس کی تعدی کا دفع کرنا اور دوسری قوموں سے رفاقت کی وجہ قرابت اور اس علاقہ کی برادری ظاہر کی جاتی ہے اور اس کو رفاقت کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اور کبھی معاوضہ و مبادلہ ہوتا ہے کہ ہم نے بھی ایسے وقت میں تمہاری اعانت کی تھی اور اسی سابقہ اعانت و رفاقت کے عوض اب ان سے اعانت و رفاقت چاہتے ہیں یا اس رفاقت کی وجہ فساد کا دروازہ بند کرنا ہوتا ہے کہ اگرچہ اب اس قوم کو (جس سے رفاقت چاہتے ہیں) اس ظالم متعدی کے ہاتھوں کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ لیکن یہ قوم اس قوم کو اوّل یہ بات سمجھاتی ہے کہ جیسا کہ آج ہمارے سر پر انہوں نے چڑھائی کی

Marfat.com

ہے اسی طرح کل تم پر چڑھائی کردیں گے۔ اور جو تکلیف آج ہمارے سر پر لائی گئی ہے کل تم پر بھی لائیں گے۔ پس بہتر یہی ہے کہ ہم اور تم مل کر پہلے ہی اس فتنہ کا دروازہ بند کردیں اور اس کو اس تعدّی اور زیادتی کی سزا دیں۔

الغرض اس قسم کے اسباب و وجوہ جمعیت عساکر صغیر و کبیر کے فراہم کرنے کے لئے مہیا کرتے ہیں اور ہر شخص خواہ اس کے دل میں اور ہی اسباب و وجوہ مخفی ہوں۔ لیکن انہی کو بیان کرتا ہے مثلاً اگرچہ اس کے دل میں طمع مال یا کینہ دیرینہ کا اظہار یا حسد وغیرہ ہو۔

ہاں دینی اسباب دو وجوہ ان کی تفصیل یوں ہے:۔

ایک شخص کفار سے منازعت کے لئے اٹھا اور تمام مسلمانوں سے رفاقت چاہی اور مخالفت کا یہی سبب دینی مخالفت ظاہر کی اور رفاقت کی وجہ بھی یہی دینی موافقت بیان فرمائی۔ یہی بات تمام جہان میں مشہور اور بنی آدم کی زبان پر جاری ہوئی کہ فلاں شخص تصرّف دین کے لئے اُٹھا اور کفار سے جنگ کرنا چاہتا ہے اور اعلائے کلمہ اسلام کے لئے ان سے منازعت کرتا ہے۔ پس تمام اہل اسلام نے باوجود اختلاف اقوام کے مدعائے حمیت دین اور اظہار غیرت شرع متین کے لئے اس کی رفاقت اختیار کی اور اس کی مدد کرنا فرض عین سمجھا۔ اور وہ جس کسی کو بلاتا ہے اسی وجہ سے بلاتا ہے کہ میں مسلم ہوں اعلائے کلمہ اسلام کے لئے کوشاں ہوں۔ تم بھی اسلام کا دعوےٰ رکھتے ہو۔ اس سعادت میں شریک ہو جاؤ۔ اور جو کوئی اس حلقہ میں داخل ہوتا ہے زبان سے یہی ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اہل دین فلاں شخص کی رفاقت سے جمع ہو کر کفار پر چڑھے۔ اس لئے ہم بھی خدمت دین کی بناء پر اس سے شریک ہوتے اور دور و نزدیک کا سفر طے کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اپنی مجلسوں اور محفلوں میں اس بات کا ذکر کرتا ہے۔ یہی کہتا ہے کہ فلاں مقام پر فلاں شخص کے ہمراہ کفار کی بیخ کنی کے لئے مسلمان جمع ہوئے اور ان کی

Marfat.com

جمعیت اس قدر ہے۔

پس جس وقت دین کا ذکر اور خدمت، مخالفت و موافقت کے ذریعہ کسی سے ظاہر ہو تو اس باب میں یہی صاحب دعوۃ ہے اور بحکم رب العزّت واجب الاتباع ہے۔ نیت کی تفتیش بحکم سنّت ممنوع اور اس کا ظاہری دعویٰ ظاہر شرع میں قبول ہے۔

(۲) طریقہ نظم و نسق اس کی بہت قسمیں ہیں۔ مثلاً تحصیلِ اموال، تعزیرِ افعال، جھگڑوں کے فیصلے، اور حاجت مندوں کی داد رسی وغیرہ۔ اور صاحب دعوت ان تمام اقسام میں تمام اربابِ سیاست کی نسبت امتیاز رکھتا ہے اور اس مقام کی تنقیح بھی ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے جس کی تفصیل یوں ہے:

کوئی آدمی ریاست کے بارہ میں دانا و ہوشیار اور مقدمات سیاست میں عاقل و تجربہ کار ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ نظم و نسق کے اقسام میں خاص قاعدہ اور احقاق حق کے مقدمات میں ایسا قانون رکھے گا کہ جس وقت قیل و قال کی کلام اور اثبات و ابطال کی بحث اس قانون پر پہنچے تو چار و ناچار طرفین کی گفتگو اس پر منقطع اور فیصل ہو۔ اور پھر کسی کو اس پر مجالِ بحث و جدال نہ رہے۔ جو کوئی حیلے کرتا اور حق کو باطل کے ساتھ ملاتا ہے اس کا منتہائے مساعی یہی ہوتا ہے کہ فریب آمیز گفتگو اس طرح پیش کرے کہ مذکورہ قانون مرتبۂ ظہور تک نہ پہنچے۔ لیکن جس وقت (مذکورہ قانون) مرتبہ ثبوت کو پہنچ گیا تو تمام سخن سازی اور حیلہ بازی منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً زید نے عمرو پر یک صد روپے کا دعوے کیا اور عمرو اس کے ساتھ ردّ و انکار کی وجوہ پیش کرتا ہے۔ پس قبول و اقرار یا ردّ و انکار کا وقت تب تک ہے جب تک کہ خریداری یا روپیہ دینے کا معاملہ ثابت نہ ہو جائے اور اس کا ثبوت بیّن نہ مل سکے۔ یہ تمام چرب زبانی اور خوش بیانی

Marfat.com

اسی لئے ہے کہ معاملہ مذکور پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے۔ لیکن معاملہ مذکورہ کے ثبوت کے بعد کسی کو یہ بات کہنے کی مجال نہیں کہ "گو میں نے خریداری کا معاملہ کیا ہے لیکن خریدی ہوئی چیز کی قیمت میرے ذمہ نہیں ہے۔ یا مبلغات مذکور میں نے بطور قرض لئے تھے لیکن ان کا ادا کرنا مجھ پر واجب نہیں۔ یعنی میں اس قانون کو تسلیم نہیں کرتا کہ مبیع کی قیمت واجب الادا یا قرضہ کا ادا کرنا واجب الایفاء ہے"۔ جس کسی سے ایسا کلام صادر ہو اُسکو بے اعتبار پاگل یا ظالم سمجھا جاتا ہے۔ ہرگز اس کے کلام کو کوئی قبول نہیں کرتا۔ اور کسی عاقل و جاہل کے نزدیک اس کی یہ بات مقبول نہیں۔ اگر حاکم وقت بھی طمع مال کی بنا پر یا قرابت و دوستداری کی پاسداری کے خیال سے عمرو کے قول کی تائید کرے گا تو اسی بات میں اس کی حمایت کر سکے گا کہ معاملہ مذکورہ اگر فی الواقعہ ہوا ہوگا۔ لیکن مرتبۂ ثبوت تک نہیں پہنچا اور اہل محکمہ پر اس کا وقوع ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن اس معاملہ کے پایۂ ثبوت کو پہنچنے کے بعد حاکم وقت کو بھی اس کی تائید اور پاسداری کی مجال نہیں رہتی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ رعایا میں سے کوئی شخص معاملہ مذکور کو ثابت کر کے خود حاکم کو ملزم قرار دے کر اسے خاموش کر دے۔ الغرض قانون مذکور کے قبول کرنے میں رعایا بھی اور حاکم وقت بھی مجبور ہوتے ہیں۔ ہاں اس کے ثبوت میں حیلے کرنا اور حق کو باطل سے ملانا علیحدہ بات ہے۔

جب اس مقدمہ کی تمہید ہو چکی تو جاننا چاہئے کہ ہر قوم کے پاس نظم و نسق کے ابواب میں مسلّم الثبوت آئین اور واجب الاذعان قوانین ہوتے ہیں کہ انہی قوانین و آئین کے احاطہ میں مکّاران سخن ساز کی حیلہ بازی اور حکام ہوا پرست کی جانبداری چلتی پھرتی ہے۔ لیکن اس آئین کو خراب نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ان قوانین کو جڑ سے اُکھاڑ سکتے ہیں۔ اور کبھی اس کے احاطہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتے۔ جو راستہ اس کے مخالف ہو صراحتہً اس کی طرف نہیں جاتے اور اس قانون کے ثبوت کا ان کے

Marfat.com

نزدیک بھی ایک مسلّم طریقہ ہوتا ہے۔ مثلاً معاملۂ دینداری کے ثبوت کے لئے اہل اسلام کے نزدیک یا گواہ ہوتے ہیں یا اقرار یا سند کتاب اللہ اور سنّتِ نبوی یا اقوال مجتہدین سے ہوتی ہے۔ پس قوانین نظم و نسق کی اعانت میں یہ تینوں امر لازم ہوئے:-

اوّل۔ قانون مسلّم۔

دوم۔ اس کے ثبوت کے طریقے۔

سوم۔ اس کی سند۔

اور یہ تینوں امور اقوام اور ادیان کے اختلاف کے سبب مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی قوم قانون بناتی ہے اور اس کے ثبوت کے لئے ایک طریقہ مقرر کرتی ہے اور اس کی سند کسی بادشاہ سلف سے پیش کرتی ہے۔ اور اسی بادشاہ کے قانون کو واجب العمل سمجھتی ہے۔ اور کوئی قوم قانون بناتی ہے تو اس کے لئے دوسرا ہی طریقہ اختیار کرتی ہے اور اس کی سند ہوشیار داناؤں اور تجربہ کار عاقلوں کے کلام سے پیش کرتی ہے اور انہی احکام عقلیہ کو واجب الاتباع سمجھتی ہے۔ یعنی اگر عقل کہے کہ کارخانۂ سلطنت کے بندوبست اور نظم و نسق میں فلاں قانون پر عملدرآمد مفید ہے۔ تو اُن کے نزدیک وہی قانون واجب الرّعایۃ اور وہی آئین واجب الحفاظت ہے۔ پس ہر ایک قانون کے لئے سند اُن کے نزدیک یہی ہے کہ اس کے فوائد و منافع عیاں کریں۔

مگر ایک دوسری قوم کسی اَور قانون کا اتباع کرتی ہے۔ اور اُس کے ثبوت کے لئے ایک اَور طریقہ پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اور اُس کی سند ملّتِ مصطفوی اور سنّتِ نبوی سے پیش کرکے انہی احکام ربّانی اور آئین ایمانی کو واجب الاتباع سمجھتی ہے۔ اور اگرچہ نئے قوانین کا مرتّب کرنا عقل بشری کے نزدیک نافع و مفید ہو لیکن اُنکے نزدیک

Marfat.com

بدعاتِ مردودہ، اور مقرّرہ طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ کا اجرا اختراعات مطرودہ سے ہے۔ صرف عقلی باتیں اُن کے نزدیک نامسموع اور سلاطینِ اسلاف میں سے کسی کا اتباع اُن کے سامنے نامشروع ہوتا ہے۔
پس ان کے نزدیک سند صرف "شریعت" ہی ہے اور بس۔ اور اُن کا دعوی بھی ہمیشہ یہی ہے کہ نظم و نسق کے ابواب میں قوانینِ ربّانی کا اتباع اور آئینِ ایمانی کی ہی پیروی کرنی چاہیئے۔ ہاں اُن میں سے اگر کوئی ہوا پرست ہے تو اسی دائرہ کے اندر ہوا پرستی کرے گا۔ اور انہی قوانین کے دائرہ میں سخن سازی اور حیلہ بازی ظاہر کریگا۔ اور اُسے اپنا ہُنر و کمال سمجھے گا اور کہیگا کہ میں نے فلاں کو فقہی قواعد کی رُو سے مُلزم بنایا، اور اپنے دعویٰ کو شواہدِ شرعیہ کی رُو سے پایۂ ثبوت کو پہنچایا۔ یہ نہ کہے گا کہ میں نے اُن قواعد اور شواہد کو اپنی ضربِ زبانی سے باطل کیا اور بحث و جدال کے اشکالات اس پر عائد کئے کیونکہ اس کا یہ کہنا لوگوں کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ بظاہر دلائلِ عقلیہ سے مدلّل ہو، لیکن ان کے نزدیک ہرگز خاطر نشیں نہیں ہوسکتا۔

پس جو صاحب ریاست و سیاست نظم و نسق میں قوانینِ ربّانی اور آئین ایمانی سے موصوف اور تمام اہل زماں میں اس طرح معروف ہو۔ اس کی رعایا سے ہر کس و ناکس خود بخود جانتا ہے کہ جس وقت ہم اپنے مقدمہ کو قواعد فقیہ اور شواہد شرعیہ پر منطبق کریں گے۔ اور اپنے دعوے کو انہی دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچائیں گے تو محکمہ عدالت میں ہرگز مغلوب نہ ہونگے اور اپنے مخالف کو اس کی رُو سے ملزم بنائیں گے اگر حاکمِ وقت بھی اس کی پاسداری کرے گا تو اسے بھی ساکت کردیں گے۔ پس وہی صاحب دعوۃ نظمِ و نسق کے باب میں واجب الاطاعت ہے۔ جو کوئی ہر دو باب یعنی

Marfat.com

صلح وجنگ اور نظم ونسق میں صاحب دعوۃ ہوگا پس وہی واجب الاعانت ولازم الاطاعت امام ہے۔ جہاد میں اس کی رفاقت ترک کرنی اور ریاست و سیاست کے احکام میں اس کی اطاعت چھوڑنی ہرگز جائز نہیں۔ اس کی نیت کے فساد کا بیان اور اس کی اخلاقی واعمالی بُرائیوں کا ذکر نامسموع ہے۔ اس کی رفاقت اور اطاعت عین عبادتِ رب العزّت اور اعانتِ دین سیّد الانام ہے اور اس پر خروج اور اس کی بغاوت شرعاً حرام اور دینِ اسلام کی بدخواہی ہے۔ پس لفظ "امام" سے یہی صاحب دعوۃ مراد ہے۔ اور آیندہ بحث میں لفظِ امام کے اس معنی کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

تنبیہ ثانی

اصحاب دعوۃ کا حکم

اس بیان میں کہ ارباب حکومت سے کون کون اصحابِ دعوۃ میں داخل ہو سکتا ہے اور کون کون اس سے خارج ہے۔

جاننا چاہیئے کہ افضل واکمل افراد سے مفہوم خلیفہ ارشد ہے۔ بلکہ یہی صاحب دعوۃ حق ومتبوع مطلق ہے۔ اور اس کے بعد سلطان عادل ہے خواہ ناقص ہو خواہ کامل۔ اور سلاطینِ مضلّین اور شاہان ملحدین ہرگز ان افراد میں سے نہیں ہیں۔ رہا سلطان جابر، تو اسکی تفصیل یوں ہے کہ سلطان جابر کی چند قسمیں ہیں۔

پہلی قسم طفل مزاج وسفیہ طبع ہے جو قوانینِ شرعیہ یا نقلیہ سے کسی قانون کا اتباع نہیں کرتا۔ اور کسی آئینِ ربّانی یا سلطانی کا اقتدار کچھ نہیں سمجھتا۔ بلکہ دیوانہ وار شتر بے مہار کی طرح محض اپنے خیال کے تابع ہوتا ہے۔ جو کچھ اس کے خیال میں گزرتا ہے اسی بات کو اپنے مقاصد میں سے خیال کرتا ہے۔

Marfat.com

نہ اقامتِ سنت سے اس کو غرض ہوتی ہے اور نہ اشاعتِ بدعت سے۔

دوسری قسم فاسق مجاہد کی ہے جو عیاشی کے وقائع کی وجوہات میں رعائتِ شرع و عُرف سے دست بردار ہو کر ہمّت صرف کرے اور اس فن کے ماہروں کو اپنی بارگاہ کا مقرّب بنائے اور منہیات و اسباب ملاہی کو کمال تک پہنچائے اور ارباب لہو و لعب و نشاط و طرب کو ہر طرف سے جمع کرے اور اس فن کی تکمیل و تتمیم کو اپنے کمالات سے سمجھے۔ پس اس کی سلطنت کا قیام باعثِ شیوعِ فواحش و سببِ ظہورِ قبائح ہے۔ وہ زبانِ حال سے فسق و فجور کا داعی ہے اگرچہ زبانِ قال سے ان قبائح کا داعی نہیں۔ لیکن انہی اقسام مذکورہ کو ظلم و تعدّی و تجبر و تکبر کے باب سے قیاس کرنا چاہیئے۔

تیسری قسم ان میں سے سلطان شرمگیں کی ہے جو اگرچہ غیر مشروع کاموں کو عمل میں لاتا ہے لیکن انہیں قبائح و فضائح کی جنس سے سمجھتا ہے اور عیوب کی مانند انہیں چھپاتا ہے۔ اور ان کے چھپانے میں دل و جان سے کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ لہو و لعب اور نشاط و طرب کی مجلس آراستہ کرتا اور شراب پینے اور طنبور بجانے کا شغل رکھتا ہے۔ لیکن یاران مجالس اور بیگانوں اور معاشرانِ موانس سے اس محفل کو خلوت میں گرم کرتا ہے اور اس امر کی شہرت سے شرم کرتا ہے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی ان قبائح کی طرف منسوب کرے تو ہر صورت حیلہ بازی اور سخن سازی سے اسے دفع کرتا ہے۔ اسی طرح اگر اتفاقاً طمعِ مال کے سبب یا طیش و غضب سے کسی شخص کی نسبت کوئی ظلم و جور اس سے صادر ہو جائے اور اس کی جان یا مال کو نقصان پہنچ جائے اور کوئی اسے اس بات سے سرزنش کرے اور اس برائی کے صادر ہونے پر اسے عتاب فرمائے۔ تو وہ سلطانِ شرمگیں اس بات کی مناسبت کو اپنے سے دفع کرتا اور کہتا ہے کہ یہ بات فلاں شخص سے ہوئی ہے نہ کہ مجھ سے اور وہ فلاں امیر کبیر ہے اور اس پر میرا ہاتھ اس طریقہ سے

Marfat.com

نہیں چلتا کہ اس سے باز پُرس کروں۔ ہاں کسی تدبیر سے آہستہ آہستہ اس سے انتقام لوں گا۔ اور اس ظلم و تعدی کا بدلہ اسے چکھا دوں گا۔ اور اس تعدی و ظلم کے جرم کا اور اس کے بدلہ کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس مظلوم کو راضی کر لوں گا۔ اور اس کا مال دیدوں گا۔

اور ایسے ہی رسوم تجبّر و تکبّر کے اظہار میں حیلہ شرعیہ لاتا ہے۔ مثلاً اپنے لئے کوئی مسند مقرر کرتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اور اس پر نہ بیٹھے۔ بلکہ اس پر کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ لیکن اپنے کو اہلِ وساوس سے ظاہر کرتا ہے۔ اور اسی حیلہ سے تجبر و تکبّر کی رسم ادا کرتا ہے۔ اور ظاہراً اس معنی کا اظہار یوں کرتا ہے۔ کہ طہارت و نجاست میں مجھے بہت وسوسہ رہتا ہے اور اس بات کو میں احتیاط و تقویٰ سمجھتا ہوں۔ اگر کوئی اسے ہاتھ لگائے تو میرے زعم میں وہ نجس کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے میں اس بات سے راضی نہیں کہ کوئی اس کے نزدیک بیٹھے یا اسے ہاتھ لگائے۔ لیکن وہ در پردہ ہوائے نفسانی اور اقتدائے وساوسِ شیطانی کی بنا پر ایسے حیلے کرتا ہے۔ مگر چرب زبانی سے اپنے آپ کو ان قبائح سے مُتہم نہیں ہونے دیتا۔

پس اس قسم کے جابر سلاطین اگر صلح و جنگ اور نظم و نسق کے بارہ میں صاحبِ دعوۃ ہوں تو مفہومِ امام میں داخل ہیں۔ لیکن سابقہ اقسام ہرگز افراد صاحبِ دعوت میں شامل نہیں ہیں۔ امام کے احکام جو آئندہ بحث میں ذکر کئے جائیں گے وہ سب اس سلطان باحیا کی طرف منسوب ہیں۔ مدہوش، غافل، فریفتۂ لایعقل، فاسق، سفّاک، ظالم، متجبّر عنید اور متکبّر مردُود کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔ اور اس مقام میں چند لطیفے ہیں۔ جو چند نکات کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں:۔

Marfat.com

نکتہ اوّل

جاننا چاہیئے کہ سلطان عادل کے لئے گو یہ بات ضروری نہیں، کہ صلح و جنگ کے بارہ میں صاحب دعوت ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کفار شرار یا مبتدعین بدکردار کے ساتھ قتل و غارت کا معرکہ برپا کرے اور ان کا قلع قمع کرے اور ان کی مملکت کو اپنے ماتحت کرے اور ان کی سلطنت زیر و زبر کر دے۔ لیکن مخالفتِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی بنا پر نہیں۔ بلکہ اپنی کشور کشائی اور فرمانروائی کے لئے۔

پس گو یہ جنگ و جدال ممنوعاتِ شرعیہ سے نہیں کہ اس کی عدالت کو مٹا دے۔ لیکن جہاد فی سبیل اللہ سے بھی نہیں ہے کہ اس کے سبب وہ صاحبِ دعوۃ ہو جاتا ہے۔ لیکن جبکہ اس کے اقبال کی ترقی، اسلام کی ترقی کا باعث اور اس کی شوکت کی شکست رونق اسلام کی شکست کا باعث ہے۔ کیونکہ اگر مغلوب و مقہور ہوگا تو ضرور اس کے مخالفین جو کہ اہلِ باطل ہیں۔ بلادِ اسلام پر قبضہ پالیں گے اور ملّت و اُمت کی خرابی کے لئے کوشاں ہونگے۔ پس اسلام اور اہل اسلام کو نقصان عظیم پہنچے گا۔ اس بناء پر اس کی اعانت بمقابلہ مخالفین جو کہ فی الحقیقت مخالفِ دین ہیں تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔

پس اس باب میں گو وہ صاحبِ دعوۃ نہیں لیکن صاحب دعوت کا حکم رکھتا ہے۔ یہ کلام صلح و جنگ کے باب میں ہے مگر نظم و نسق کے باب میں ہر سلطان عادل صاحب دعوۃ ہی ہوگا۔ ورنہ وہ عادل نہیں ہو سکتا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ سلطان عادل نظم و نسق میں حقیقتاً صاحبِ دعوت ہے اور صلح و جنگ کے بارہ میں یا حقیقۃً صاحب

Marfat.com

دعوۃ ہوگا یا حکماً۔ اس بنا پر سلطان عادل مطلقاً صاحب دعوۃ کے معنی میں داخل کیا گیا ہے۔

نکتہ دوم

پہلے بیان سے واضح ہوگیا کہ سلطانِ جابر مطلقاً صاحبِ دعوت کے معنوں میں نہ داخل ہے اور نہ خارج۔ بلکہ اس کے بعض افراد مثلاً سلطان باحیا وغیرہ اس کے اقسام میں شامل ہیں۔ اور بعض مثلاً فاسق بے حیا، ظالم بے وفا، مدہوشِ لایعقل، اور متجبر جاہل اس سے خارج ہیں۔ پس اگر ایک شخص کہے کہ سلطان جابر بھی اقسامِ امام سے نہیں اور اس کی اعانت و اطاعت واجب نہیں ہے۔

اور دوسرا کہے کہ سلطانِ جابر بھی اقسامِ امام سے ہے اور اس کی ظلم و تعدّی سے امامت باطل نہیں ہوجاتی۔ بلکہ اس کی اعانت و اطاعت تمام اہل اسلام پر واجب اور اس کے شدائد پر صبر لازم ہے۔ تو یہ دونوں باتیں حقیقتاً صحیح ہیں۔ کیونکہ بعض افراد کا حکم تو قولِ اوّل کے موافق ہے اور بعض کا قول دوم کے مطابق۔

پس اس بیان سے واضح ہوا کہ جو احادیث اس باب میں مختلف وارد ہوئی ہیں۔ اور ظاہراً ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت کوئی تعارض نہیں رکھتیں۔ بلکہ ہر حدیث کو اس کے محل پر رکھنا چاہیئے جیسا کہ حضرت عمر ابن الخطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انہ تصیب امتی فی اٰخر الزمان من سلطانھم شدائد لا ینجو منھا الا رجل عرف	میری اُمت پر زمانہ آخر میں ان کے بادشاہوں کی طرف سے سختیاں ہونگی اور ان سے وہ شخص بچ سکے گا،

Marfat.com

دین اللہ فجاھد علیہ بلسانہ ویدہ وقلبہ فذالک الذی سبقت لہ السوابق۔

جس نے اللہ تعالیٰ کا دین پہچانا پھر زبان سے، ہاتھ سے اور دل سے جہاد کیا۔ پس یہ شخص وہ ہے جس کی نیکیاں اوّل ہی (درگاہِ الٰہی میں) پہنچ گئیں۔

نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیف انتم وائمۃ من بعدی یستاثرون بھذا الفیئ قلت اما واللذی بعثک بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب بہ حتی القاک قال اولا ادلک علی خیر من ذالک تصبر حتی تلقانی۔

کیا ہوگا جبکہ میرے بعد تم اور تمہارے امیر مال غنیمت کے مختار ہو جائینگے تو میں نے عرض کیا۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میری تلوار میری گردن پر رکھ کر مار دیجئے تاکہ میں آپ سے ملوں۔ فرمایا کہ میں تجھ کو اس سے بہتر بات بتادوں صبر کر یہاں تک کہ تو مجھ سے ملے۔

اور ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر۔

بے شک بادشاہ، زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔ ہر مظلوم اس کی طرف جاتا ہے۔ جب انصاف کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور رعیّت کو شکر کرنا چاہیئے۔ اور اگر ظلم کرتا ہے تو اسے گناہ ہوتا ہے اور رعیّت کو صبر کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

یہاں اس بات کی تحقیق مطلوب ہے کہ سلطانِ جابر کی رفاقت کا ترک، اس کی بیعت شکنی، اس پر خروج و بغاوت کرنا، یا تو اس کے جرم کی سرزنش کی بنا پر ہوتا ہے یا اس کے ظلم کے عوض یا مظلوموں کی تسکین قلب کے لئے، یا حفظِ ملّت و نظم کی بنا پر کہ بدکاریوں اور برائیوں کے رائج ہونے کے سبب احکامِ ملّت میں فتنہ و فساد پڑا ہو۔ یا ظلم و تعدی کے باعث نظامِ اُمت برباد ہو گیا ہو۔ پس اوّل بات بدترین معاصی اور منکرات سے بغایت مردود ہے۔ اور ثانی افضل عبادات اور اکمل طاعات سے ہے۔ پس حدیث اوّل شق ثانی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور پچھلی دونو حدیثیں شق اوّل کی طرف۔ پس شدائد سے مراد جو حدیث اوّل میں مذکور ہوئیں شدائد دینی سے ہیں۔ یعنی فواحش و قبائح کا ظہور۔ چنانچہ کلمہ "لا یخوضہ الا رجل عرّف دین اللہ" اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ جس بلا سے دین حق کی معرفت کی وجہ سے نجات پائے ہیں وہ یہی بلائے فتنۂ دینیہ ہے نہ کہ بلائے فتنۂ دنیوی۔ اور مخالفت سلطان وقت سے عارف کو نجات کی ضرورت ہے نہ کہ جاہل کو۔

نیز جو اس مسئلہ میں علمائے اُمت کے درمیان اختلاف ہے کہ امام بسبب فسق و ظلم کے اپنی امامت سے معزول ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اکثر علمائے حنفیہ کا خیال ہے کہ معزول ہو جاتا ہے۔ اور بعض علمائے شافعیہ کا خیال ہے کہ معزول نہیں ہوتا۔ اس اختلاف کو حقیقت میں اختلاف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ہر دو فریق کے کلام کی اس وجہ سے تطبیق کرنی چاہیئے کہ جس نے اس کے معزول ہونے کا حکم لگایا تو مراد یہ ہے کہ فسق و ظلم یہاں تک ہو جائے کہ ان قبائح کی طرف حالاً و قالاً اس کی دعوت متحقق ہو۔ اور جس نے عدم معزول کا حکم لگایا تو اس کی مراد یہ ہے کہ فسق و ظلم حدِ دعوت کو نہ پہنچا ہو۔

Marfat.com

پس اس مسئلہ میں واجب القبول مسئلہ یہی ہے کہ فسق وظلم کا اعلان امام کو معزول کر دیتا ہے یا مستحق عزل۔ اور مطلق فسق وظلم کا صدور بغیر اعلان ودعوت کے ہرگز اسے معزول نہیں کرتا اور نہ مستحق عزل۔ اور اس کی دلیل کی تفصیل ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے۔

تفصیل اس کی یوں ہے کہ اللہ جل شانہٗ بعض احکام کا حکم فرماتا ہے اور اسے کسی دوسرے امر کا وسیلہ بنا دیتا ہے۔ یعنی ان احکام کی اقامت سے کسی غرض یا منافع کا حصول مدّنظر ہوتا ہے کہ ان احکام کو اس غرض کی تحصیل اور ان منافع کی غرض کے لئے مقرر کیا۔ مثلاً عقد، بیع اس واسطے شروع ہوا کہ مشتری کو تملک مبیع حاصل ہو۔ یعنی اس چیز کا مالک بنے۔ اور بائع قیمت کا مالک بن جائے۔ اور عقد نکاح اس واسطے مشروع ہوا کہ جانبین کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل ہو۔ پس اگر معاملات مذکورہ اس وجہ سے منعقد ہوں کہ غرض مقصود حاصل نہ ہو۔ تو وہ معاملہ اصل سے باطل ہے یا قریب البطلان۔ کیونکہ ہر ایک کو جانبین سے اس کا نقص پہنچتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے اپنا دریا میں پڑا ہوا مال کسی کے ہاتھ فروخت کیا۔ پس اگرچہ وہ مال دریا کی تہ میں ہو اور اس کی قیمت بائع کے ملک میں، لیکن جبکہ خریدنے والے کو مال کا حصول جو بیع کے لئے شرط ہے اس صورت میں مشکل ہے تو اس بنا پر یہ بیع باطل ہوئی۔ اور ایسے ہی مسلم کا نکاح مشرکہ عورت کے ساتھ ہے کہ اگرچہ طرفین سے ایک بجائے خود لائق نکاح ہو۔ اور نکاح کے ارکان ایجاب وقبول بھی اس صورت میں واقع ہو جائیں۔ لیکن جبکہ ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا مفقود ہو تو نکاح بھی باطل ہے۔ ایسے ہی مرد کا نامرد ہونا اور عورت کو مرض رتق یا فتق ہونا بھی باعث ابطال نکاح ہے۔

جب اس مقدمہ کی تمہید ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ نصب اور تقرر امام

Marfat.com

سے احکام ملّت کی حفاظت اور اجتماع اُمت کا نظام ہے۔ جیسا کہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا :

ان المسلمین لا بُدّ لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم و اقامۃ حدودھم وسد ثغورھم وتجھیز جیوشھم واخذ صدقاتھم وقھر المتغلبۃ والمتلصصہ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد و تزویج الصغار والصغائر الذین لا اولیاء لھم وقسمۃ الغنائم و نحو ذلک من الواجبات الشرعیۃ التی لا یتولّھا احاد الامۃ۔ انتہیٰ

مسلمانوں کے لئے امام کا قیام ضروری ہے کہ ان کے احکاموں کو اور حدوں کو جاری کرے اور ان کی ضروریات پوری کرے اور لشکر تیار کرے اور ان سے صدقات لیوے اور غلبہ کرنے والوں اور رہزنوں کو روکے۔ حج اور عیدین کو قائم کرائے۔ اور جن بچّوں کے ولی نہ ہوں ان کے نکاح کرادے اور غنائم کی تقسیم کرے اور دیگر ضروریات شرعیہ کو پورا کرے جن کا ہر ایک والی نہیں ہو سکتا۔

پس جس وقت سلطان جابر کا فسق وظلم یہاں تک ہو جائے کہ مذکورہ منفعت ملّت کو اس کی ریاست سے نہ پہنچیں۔ بلکہ ملّت واُمت کو اس سے مضرت پہنچے مثلاً قبائح اور فواحش کا ظہور، دین میں سُستی، مفسدین کی افراط، جمعہ اور عیدین کا ترک بلکہ صلوٰۃ پنجگانہ کا ترک وغیرہ ہو تو اس صورت میں ضرور وہ اپنی امامت سے معزول ہو جائے گا یا مستحق عزل۔ اور اگر مذکورہ منفعت (دین) اس سے ظاہر ہے خواہ اپنے ذاتی معاملات میں فاسق ہو تو اس کے معزول ہونے کا کوئی حکم نہیں کیونکہ اس مقام میں امامت، سیاست میں مراد ہے نہ کہ امامت باطنہ میں کہ جس کے اقوال وافعال کا اتباع اور اس کے اخلاق واحوال کا اقتدا موجب نجات ہے اور باعث رفع درجات وسبب حصول عطیات و

Marfat.com

نزول برکات ہے۔ مگر یہاں صرف صلح و جنگ کا بندوبست اور عدالت و سیاست کا نظم و نسق قوانینِ شریعت کے مطابق کافی ہے۔

نکتہ سوم

جان لو کہ سابقہ بیان سے اتنا واضح ہو گیا کہ ثبوت امامت کا دارومدار "دعوت" ہی کے وجود پر ہے حالانکہ علمائے سلف و خلف سے کسی نے اس معنی کو شروطِ امامت سے شمار نہیں کیا۔ پس ضرور سامعین کو ایک قسم کا تعجب ہوگا کہ ان مشہور علماء اور جمہور فضلا نے ایسے بلند پایہ رکن کو امامت کے ذکر کے مقام سے کیسے فروگذاشت کر دیا اور دوسری شرطوں پر ہمت صرف کی۔

اس اجمال و اشکال کی تفصیل و شرح ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے وہو ہذا:۔

معلوم ہو کہ جب الفاظ میں سے کوئی لفظ، مفہومات سے کسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے تو ضرور اس مفہوم کے بعض لوازم اس درجہ کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض لوازم اس طرح سے مخفی ہوتے ہیں جو وضاحت بیان کی حاجت رکھتے ہیں۔ پس لوازم و شروط کے ذکر کے مقام میں انہی امور خفیہ کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ قیل و قال، بحث و جدال اور اثبات و ابطال اس پر متوجہ ہو اور حق کی باطل سے تمیز ہو جائے۔ لیکن لوازم ظاہرہ کے ذکر کو اکثر مقام میں فروگذاشت کر دیتے ہیں۔ اور اسے اس لفظ کے ضمن میں حکم مذکور سے سمجھتے ہیں۔ مثلاً جس وقت لفظ "رسول اللہ" بولتے ہیں تو اس سے ضرور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس منصب کے صاحب کو اللہ کے نزدیک مراتب و جاہت میں تمام افراد انسانی کی نسبت ایک خاص امتیاز حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں اور جس وقت اس لفظ کی

Marfat.com

تفسیر کی جاتی ہے تو "رسول" سے مراد وہ شخص ہے جو خدا کی طرف سے تربیتِ خلق کے لئے مبعوث ہو اور ضرور اس سے مستفید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بارگاہ رب العزت سے ایک خاص علم حاصل ہوتا ہے جو کسی دوسرے کو بلا واسطہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب اس کے منافع کو بیان کیا جاتا ہے کہ رسالت سے مقصود اہلِ سعادت کی ہدایت ہے اور اہلِ شقاوت پر اتمام حجت۔ ضرور اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول صاحب تربیت کاملہ اور دعوت بالغہ ہو۔ پس ایسے امور منصب رسالت کے ظاہرہ لوازم سے ہیں اور اسی واسطے بحث نبوّت میں بہت کم ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور منصب رسالت کے لئے خفیہ لوازمات ہیں جن کی حقیقت نظرِ عمیق اور فکرِ دقیق کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ صغائر و کبائر سے ان کی عصمت ملائکہ مقربین پر فضیلت اور تمام افراد انسان سے بحسب حقیقت و ماہیت ان کی امتیاز۔ پس ایسے امر منصب رسالت کے خفیہ لوازم ہیں۔ اور اسی واسطے تمام مبحثِ نبوّت سے ایسے مسائل علیحدہ ہیں جو اہلِ تحقیق کی نظروں سے تعلق رکھتے ہیں۔

جب اس مقدمہ کی تمہید ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ جس وقت نصب امام کے منفعت کا بیان ہوا کہ

لابد لهم من امام يجهز جيوشهم وسد ثغورهم الخ	مسلمانوں کے لئے امام کا قیام ہے تا کہ لشکر تیار کرے اور ان کی ضروریات پوری کرے۔

تو خود بخود اس بیان سے واضح ہو گیا کہ ان باتوں میں صاحب دعوت ہی امام ہو گا۔ دوبارہ تکرار کی حاجت نہیں۔ برخلاف تمام شرائط کے اس کی مثال یوں ہے کہ شروط قاضی کے بیان میں اس کے علم و دیانت کا ذکر ہوتا ہے نہ یہ کہ اس منصب کے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت کو مقدمات

Marfat.com

کے فیصلوں میں مشغول کرے اور اسے اپنے اہم مقاصد سے سمجھے کیونکہ یہ اس منصب کے تصوّر کے لوازم ظاہر یہ سے ہے۔ اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ اور ایسے ہی اوصافِ امامِ صلوٰۃ کے بیان میں علم و قرأۃ اور تقوےٰ کا ذکر ہوتا ہے نہ یہ کہ اس کے لوازم سے ہے کہ اپنی ہمت کو لوازم صلوٰۃ میں صرف کرے اور اسے اپنے فرائض سے سمجھے۔ اور ایسے ہی مؤذّن کے اوصاف کے بیان میں طہارت، قبلہ رُو ہونا اور وقت کی پہچان ہوگی اس بات کا خیال نہ ہوگا کہ گُنگ نہ ہو، اس کے حلق میں بلغم کا سُدّہ اس طرح نہ بیٹھا ہو کہ اس کی آواز نہ نکلے۔ کیونکہ یہ بات منفعتِ اذان کے لوازم سے ہے۔ اور ایسے ہی دعوت کا وجود، منفعتِ امامت کے لوازمات سے ہے۔

امامت کی حقیقت کا بیان اور اس کے اقسام کا ذکر اس رسالہ میں رب الارباب کی تائید سے یہاں تک ظاہر ہؤا۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب احکام آئندہ ابواب میں بالوضاحت مذکور ہوں گے۔[1]

واللہ یھدی الی سبیل فنعم المولیٰ ونعم الوکیل۔

---

[1] افسوس کہ حضرت شہید اس مشارٌ الیہ مضمون کو پورا نہ کر سکےؒ اور جہاد کی فرضیت اُولیٰ کی تکمیل میں جام جہادت نوش فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام حکیم محمد حسین پرنٹر پبلشر چھپکر مومن پورہ لاہور سے شائع ہوا

Marfat.com

Marfat.com

خدائے قدوس کا وہ قانون

جو اسنے اپنے بندوں کی فلاح دارین کیلئے
پسند فرمایا

اُس کے متعلق

پاکستان کے عوام اور حکومت کے لئے

یہ کتاب

پوری راھنما اور اساسی فارمولا ثابت ہوگی

علوی — مومن پورہ، راوی روڈ — لاہور

ذخیرہ

Marfat.com

خُدائے قُدّوس کا وُہ قانُون

جو اُسنے اپنے بندوں کی فلاح دارین کیلئے
پسند فرمایا

اُس کے متعلق

پاکستان کے عوام اور حکومت کے لئے

یہ کِتاب

پوری راهنما اور اساسی فارمولا ثابت ہوگی

علوی — مومن پورہ، راوی روڈ — لاہور

ذخیرہ
جمیل احمد

Marfat.com

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی "امامت" کا

منصب امامت

ترجمہ

اسلامی سلطنت کا دستور العمل

محمد اسمٰعیل شہید رح

Marfat.com